مکاتیبِ رشیدیہ

اُستاذ المحدّثین، فقیہ النفس، قطب الارشاد

امامِ ربّانی حضرۃ مولانا رشید احمد گنگوہی قدّس اللہ سرّہٗ

کے گرانقدر مکاتیب کا ذخیرہ

جمعِ اوّل : حضرۃ مولانا محمّد عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

اِضافہ : مولانا عبد الملک عتیق

ترتیب اور فہرستِ عنوانات جناب محمود اشرف عثمانی دامت برکاتہم

اِدارۂ اِسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور۲ پاکستان

۷۳۵۳۲۵۵ ۷۲۴۳۹۹۱ ۷۳۲۴۷۸۵

(عکس ٹائٹل اشاعت اوّل)

اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ

الحمد للہ کہ رسالہ نافعہ مشتمل بر یکصد و پنجاہ ہدایت نامجات کہ دوازدہ از انہا
منسوب اند باعلیحضرت حاجی صاحب و باقی بحضرت شیخ المشایخ مولانا الحافظ الحاج
المولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہما تسمیہ

مکاتیب رشیدیہ

باہتمام فراہمی خاکسار ذرہ بیمقدار آثم نامتناہی عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھی
در مطابع متفرقہ یعنی امیر المطابع و مطبع دارلی و شمس المطابع و مطبع نامی و غیرہا شہر
میرٹھ مطبوع ہوئی اور ٹائیٹل باہتمام منشی شیخ رحیم الدین مالک و مہتمم

در مطبع عزیز المطابع میرٹھ مطبوع گردید

بار اوّل ۲۵۰۰ جلد — محمد ابراہیم خان پرنٹر نے چھاپا — قیمت مجلد ۱۲/ مجلد ۱۴/

نقل والانامہ مولٰنا گنگوہی قدس سرہٗ

[illegible]

فہرست مکاتیب رشیدیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

عرضِ مرتّب

احقر کے لئے یہ بات انتہائی باعثِ تشکّر ہے کہ اللہ تعالےٰ شانہٗ نے اپنے فضلِ محض سے اس ناچیز کو توفیق عطا فرمائی کہ " ادارۂ اسلامیات " کے ذریعے اوّلاً " تذکرۃُ الرشید " کی طباعت جدیدہ کا سامان بہم ہُوا اور اس کے بعد حضرت گنگوہی قدس سرّہٗ کے رسائل کا اہم مجموعہ " تالیفاتِ رشیدیہ " کے نام سے مرتّب کرنے کی سعادت نصیب ہوئی ۔ فللہ الحمد وحدہٗ ۔

ان مذکورہ بالا دونوں کُتب کے بعد احقر کی خواہش تھی کہ حضرت گنگوہی قدس سرّہٗ کے مکاتیب کو مختلف مراجع سے جمع کرنے کے بعد ایک مجموعہ میں شائع کر کے محفوظ کر دیا جائے تاکہ یہ بکھرے ہُوئے مکاتیب کہیں اور زیادہ منتشر نہ ہو جائیں بگر وقت گزرتا گیا اور یہ خواہش جلد پُوری نہ ہوسکی یہاں تک کہ جامعہ دار العلوم کراچی کے دورۂ حدیث کے طالب علم مولوی عبدالملک عتیق سلّمہ نے اپنی طبعی رغبت اور احقر کی درخواست پر ان مکاتیب کے جمع کرنے کا بیڑہ اُٹھایا ۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے جامعہ دار العلوم کراچی کے کُتب خانہ سے مراجعت کرنے کے علاوہ مختلف حضرات واکابر سے رابطہ قائم کیا اور اُن بیسیوں کتابوں کا مطالعہ کیا جہاں سے اُن مکاتیب کے حاصل ہونے کی ادنیٰ سی بھی توقع تھی ——— اس طرح بحمد اللہ تعالےٰ ان کی محنت کے نتیجہ میں یہ مکاتیب جمع ہوگئے جو اَب آپ کے سامنے ہیں ۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالےٰ اُن کی محنت کو شرفِ قبول سے نوازے اور اُنہیں مزید بیش از بیش دینی خدمات کی توفیق عطا کرے ۔ آمین !

ان جمع شدہ مکاتیب کو ترتیب دینے اور ان مکاتیب میں مندرج مضامین کی فہرست عنوانات مرتّب کرنے کی سعادت احقر کو نصیب ہُوئی ۔ اس کام میں احقر نے حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی " مکاتیب رشیدیہ " کو بُنیاد بنایا اور دیگر مآخذ سے حاصل ہونے والے مکاتیب کا اس پر اضافہ کر کے مجموعہ کی شکل دے دی ہے ۔

احقر کو یہ امر تو مناسب معلوم نہ ہُوا کہ حضرت قدس سرّہٗ کے مکتوب کے درمیان عنوان قائم کر کے مکتوب کا تسلسل ختم کیا جائے اور مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگانے کی گستاخی کا ارتکاب کیا جائے ۔ اس لئے اصل مکتوب کو تو

بعینہٖ بلا کسی ادنیٰ ترمیم واضافہ کے نقل کیا گیا ہے۔ البتہ احقر نے مکاتیب کے نمبر قائم کر کے شروع میں فہرست مضامین بنا دی ہے تاکہ مکاتیب تلاش کرنے اور اُن کا موضوع معلوم کرنے میں سہولت ہو جائے۔

اُمید ہے کہ اس فہرست مضامین سے ہر مکتوب کا موضوع ہی نہیں بلکہ مکتوب کا خلاصہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ سمجھ میں آسکے گا۔

اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو جامع اور مرتب کے حق میں قبول فرمائیں اور ان مکاتیب کے انوارِ رشد وہدایت سے ایک عالم کو فیض یاب فرمائیں۔

آمین !

احقر
محمود اشرف عفی عنہ،
جامعہ دار العلوم کراچی ۱۴؎
۱۴۱۶/۸/۶ ہجری

تمہید

(از مؤلف "مکاتیب رشیدیہ" حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الحمد لولیہ والصلوٰۃ علی نبیہ وصفیہ۔ اما بعد نامراد عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھی اپنے مُرشد برحق مخدوم العالم قطب الارشاد شیخ الشیوخ سیدنا ومولانا الحاج المولوی رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہٗ کے چند ہدایت نامجات برادران دین کی نذر گزرانکر عرض کرتا ہے۔ ہر چند کہ بندہ نااہل و ناکارہ اپنی بے بضاعتی وکوتاہی ہمت اور سب سے زیادہ اس کُوچہ سے ناآشنائی و ناواقفیت کے سبب حالات و تذکرات مشائخ سے خوف کرتا اور تحریر کلمات طیبات وتسطیر ارشادات عالیات قطب العالم سے ڈرتا تھا، مگر مربی روحانی کے امر کا محض امتثال لرزتے ہاتھوں اور کپکپاتے قلم سے یہ چند اجزاء لکھوا کر مجبور کر رہا ہے کہ یہ تحفہ آپ کے پیش ہو۔

قدسی نژاد ملک سیرت دینی بادشاہ کے کئی سو والا ناموں میں یہ مکاتیب اس غرض سے منتخب کیے تھے کہ جزو سوانح بنائے جائیں۔ مگر باوجود اختصار و تقلیل پر غایت درجہ نظر ہونے کے اس عنوان کے بقلم خفی چھ جزو ہو گئے جو "تذکرۃ الرشید" کے قلم سے دس جزو میں سمانے بھی دشوار تھے۔ سوانح کے دیگر عنوانات سے اس کا حجم کئی گُنا بڑھ جانے کی وجہ سے ان کا طبع علیحدہ کرانا مناسب معلوم ہُوا۔ حضرت قدس سرہٗ کے مکاتیب کا احاطہ وحصر ہونا تو امر محال ہے۔ اس وقت تو اس عنوان کے بقدر وسع و امکان تکملہ کا بھی ارادہ نہیں کیا، نمونہ دکھانے کو مختلف مراتب اور جُدا جُدا طبقہ کے اصحاب کی تربیت اور اصلاحِ حال کے طرز و انداز کا اظہار کرنا البتہ کچھ ملحوظ تھا سو بحمد اللہ یہ چند اجزاء مظہر شان تربیت و ارشادِ رشیدی بن گئے ہیں۔

جملہ مکاتیب بجز ایک دو کے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے دست مبارک اور خاص قلم کے لکھے ہُوئے ہیں تبرکاً چند کرامت نامے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کے درج ہیں جو بنام حضرت مرشدنا گنگوہیؒ موصول ہُوئے۔ باقی تمام عنبر شمامے مولانا قدس سرہٗ کے ہیں جو منتسبین و سالکین ومحبین و اخوان طریقت کے نام آپ نے جواباً تسطیر فرمائے۔ طبیب اُمتِ محمدیہ کی حکمت فہم و فراست تشخیص امراض و ادراک لطیف شان ارشاد تعلیم وتلقین وغیرہ کے ساتھ آپ کی عبدیت و ہیچ مدانی عجز و تذلل بندگی و ہمہ وقت افتقاء و حضور اخلاص و للّٰہیت صدق وصفا توکل و وفا

تسلیم و رضا بما یجری بہ القضا۔ غرض ہمہ تن طاعت و نیاز بن جانا سب کچھ ان اوراق میں نظر آئے گا۔
ان بے بہا جواہرات کی فراہمی اور طبع کا سبب اگر یہ بتاؤں کہ امام ربانی کے کمالات علمیہ و عملیہ کا ظاہر کرنا ہے تو مجھ سے زیادہ بے ادب کوئی نہیں اور اگر یوں کہوں کہ مخلوق کی ہدایت مطلوب ہے تو گو ما قال کی شان کو یہ شایان ہے مگر من قال اس کا اہل نہیں۔

ع۔ آں را کہ خود گم است کرا رہبری کند

ہاں مقصود یہ ہے کہ اب آئندہ شاید یہ انمول یواقیت کسی قدردان جوہری کی نظر پڑیں اور آج یا کل کو ممکن ہے کہ کوئی اہلِ دل صاحبِ ذوق بندۂ مقبول ولی اللہ ان اوراق کو دیکھ پائے تو اس لذیذ خوان کے ذائقوں سے چٹخارا لیتے وقت طباق کے حامل خدمت گزار غلام کے حق میں کوئی کلمۃ الخیر فرما دے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنا بنا لیں اور راضی ہو جائیں۔ اللہ بس باقی ہوس ؎

بماند سالہا ایں نظم و ترتیب ز ما ہر ذرّہ خاک افتد بجائے
غرض نقشے است کز ما یاد ماند کہ ہستی را نمے بینم بقائے
مگر صاحب دلے روزے برحمت
کند در کار ایں مسکین دعائے

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّكَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنَ الْمَآءِ الْبَارِدِ لِلْعَاطِشِ ط

آمین بجاہ سید المرسلین۔

کرامت نامجات اعلحضرت حاجی صاحب بنام حضرت مولانا گنگوہی قدس اللہ اسرارہما

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مکتوب ۱

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت فیض درجت سراپا خیر و برکت عزیزم مولوی رشید احمد صاحب عمت فیوضہم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ الحمد للہ فقیر بفضلہٖ تعالےٰ مع الخیر ہوں اور آپ کی صلاح فلاح دارین کی دُعا کرتا ہوں ۔

اوّل معذرت یہ ہے کہ اب فقیر باعث زیادہ ہوجانے ضعف بصر کے اپنے ہاتھ سے لکھنے سے معذور ہے ورنہ آپ کا خط اپنے آپ لکھنا ضرور تھا۔ آپ کا نامہ آیا تھا اُس کا جواب روانہ ہوچکا ہے۔لیکن آپ نے اس خط میں مفصل کیفیت مزاج فیض امتزاج اور دیگر حالات رقم نہ فرمایا اس لئے تعلق باقی ہے ۔ اس تحریر کے لکھنے کی یہ ضرورت ہوئی کہ فقیر کو معلوم ہُوا ہے کہ یہاں سے کسی نے آپ کی خدمت میں بی بی خیر النساء صاحبہ کو یہاں بھیج دینے کو لکھا ہے اس لئے یہ عرض ہے کہ آپ اپنی طرف سے کسی طرح کا اشارہ وتحریک اس بارے میں نہ فرماویں کیونکہ فقیر خود با بگور صبح وشام ہے ایسی حالت میں کسی کو تکلیف اس دُور ودراز سفر کی دینی مناسب نہیں ہے۔ اس سے قبل مولوی منور علی نے محبت سے فقیر کے راحت وآرام کے خیال سے بلا استمزاج فقیر کے اس بارے میں مولوی عزیز الرحمٰن ومولوی عبداللہ صاحبان کو لکھا تھا لیکن جب فقیر کو اس کی خبر ہوئی تو دونوں صاحبوں کو اس بارہ میں کچھ اپنی طرف سے تحریک واشارہ کرنے کی ممانعت لکھ دی گئی ہے۔ اس بارہ میں جو کوئی تحریر جائے تو فقیر کے خلاف مرضی سمجھنا چاہیئے ۔ ہاں البتہ یہ پرسال سے یا اس کے ماقبل سے سُنتا ہوں کہ بی بی صاحبہ موصوفہ یہاں آنے کے تہیّہ میں ہیں تو اگر وہ خود آنے والی ہوں اور خرچ راہ نہ ہونے کے باعث نہ آسکتی ہوں تو ایسی صُورت میں آپ اُن کے زادِ راہ وغیرہ کا سامان فرما کر فقیر کو خبر دیں ۔ الحمد للہ اور سب طرح خیریت ہے وشکر الٰہی ہے۔ اللہ تعالےٰ فقیر کا اور آپ کا خاتمہ بالخیر فرما کر اپنے

صدیقین و مقربین کے زمرے میں داخل فرمائے۔ والسلام فقط

اگر بی بی خیر النساء صاحبہ اپنی خوشی سے بہ نیت ہجرت یہاں آنے والی ہوں اور باعث بے خرچ کے نہ آسکتی ہوں تو آپ اُن کے خرچ راہ کا بندوبست فرمادیں میں انشاء اللہ تعالےٰ یہاں سے آپ کی خدمت میں روانہ کردوں گا۔

از مکہ معظمہ حارۃ الباب ۳۰ رجب ۱۳۰۷ھ ہجری قدسی۔

ایک صورت یہ ہے کہ اگر عزیزم مولوی محمود حسن صاحب یا حافظ احمد صاحب یہاں تشریف لائیں یا اور کوئی شخص آئے تو وے اپنے مکہ معظمہ وغیرہ کے خرچ کے واسطے یہاں روپیہ ساتھ لاویں گے اس میں سے بی بی صاحبہ موصوفہ کے زادِ راہ کے واسطے سامان کر دیا جائے فقیر انشاء اللہ تعالیٰ یہاں اُن صاحب کو ادا کر دے گا۔

ایک ضروری اطلاع یہ ہے کہ فقیر آپ کی محبت کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہے اور الحمد اللہ، اللہ تعالےٰ نے آپ کی محبت کو میرے دل میں ایسا مستحکم کر دیا ہے کہ کوئی شئے اُس کو ہٹا نہیں سکتی ہے۔ اور میں اپنے سب احباب کی محبت کو اپنے لئے وسیلۂ نجات جانتا ہوں۔

اور یقین جانو کہ مجھ کو دُنیا میں کسی سے ملال و کدورت نہیں ہے تو پھر اپنے عزیزوں سے جو اس گنہگار کے عقبیٰ کے حامی ہیں کیونکر کدورت رکھوں گا۔ اوّل تو کسی کو مقدور نہیں کہ فقیر کے سامنے آپ کے خلاف زبان ہلاوے کیونکہ اس بارہ میں اُس کو سوائے میرے رنج و ملال کے کیا فائدہ ہو گا۔ دوسرے جو کوئی فقیر کو دوست رکھتا ہے وہ ضرور آپ سے محبت رکھتا ہے تو اس کے خلاف کبھی کوئی تحریر آپ کے پاس جائے تو اس کو باور نہ کرنا۔ عزیزم! دل محل ایمان و معرفت و محبت ہے نہ محل کینہ و کدورت۔ آپ کی دُعا میرے حق میں مقبول ہے۔ دُعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اب اس اخیر زمانہ میں میرے دل کو نور محبت و ایمان و معرفت سے نورٌ علیٰ نور فرماوے۔ فقط کاتب الحروف منور علی مکی از کترین غلامان حضرت قطب زمان شیخ دوران و مولوی حمزہ صاحب و مولوی محب الدین و جملہ حاضرین خدمت عالیہ تسلیم مسنون و آداب خادمان کرتے ہیں۔ فقط

مکرر یہ عرض ہے کہ مولوی عزیز الرحمٰن کا خط جہاں کہیں وہ ہوں بھجوا دیا جائے۔ فقط

مکتوب ۲

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت فیض درجت منبع علوم شریعت و طریقت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی سلمہ اللہ تعالےٰ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ عنایت نامہ مورخہ یازدہم ذی القعدہ بذریعہ رجسٹری ڈاک ورود و سرور لایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مکروہاتِ دارین سے محفوظ رکھ کر قرب مراتب و درجاتِ عالیات عطا فرماوے اور آپ کی ذات بابرکات کو ذریعہ ہدایت خلق فرماوے۔ آمین! اگرچہ بظاہر آپ کی علالت سے بہت بڑا نقصان

معلوم ہُوا اور خصوصاً حدیث شریف کے درس موقوف ہو جانے کا بہت افسوس ہے مگر باطنی و حقیقت میں اس کے نتائج و برکات بہت بڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ دارین میں اس کا نعم البدل عطا کرے۔ چونکہ اب فقیر کو اپنا کچھ اعتبار نہیں، صبح و شام معلوم ہوتا ہے۔ اور آپ کو ضعف و نقاہت بشدت ہے اور چند باتیں مرکوز خاطر ہیں اس لئے فقیر اب آپ کا سفر حجاز کرنا مصلحت نہیں سمجھتا ہے۔

آپ نے جو بہ نسبت حضرت امام صاحب کے تحریر فرمایا انشاء اللہ اُس کی تعمیل ہو گی۔ مشایخان شامی متورع و ثقہ و عالم و درویش ہیں اُن کے قول میں کچھ شبہ نہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ سیر اسماء میں جب سالک پر تجلی ہادی کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو اپنے کو مہدی موعود سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت بزرگوں نے دعویٰ مہدیت کئے مگر حقیقت میں اُن کو مغالطہ ہُوا۔ ایسے مقام میں مُرشد کامل کی توجہ سے اس مغالطہ سے نجات پاکر دوسرے مقام کو ترقی کرتا ہے ورنہ اپنی دانش و شعور میں جب سالک عالم کامل ہو تو شریعت سے تطبیق کر کے اپنے کو آگے بڑھاوے۔ اس لئے ممکن ہے کہ انہی بزرگوں میں سے کسی پر یہ حالت طاری ہو اور اسی وجہ سے وہ اپنے کو مہدی موعود سمجھتے ہوں۔ اور اُن کے معتقدین ان کے صدق و خلوص کے باعث اعتقاد اس کا کرتے ہوں۔ بہر کیف اس کے اندر صدق ضرور ہے۔ اگرچہ بشریت کی وجہ سے غلطی ہوتی ہو۔ کیونکہ انسان کسی درجہ کو پہنچے اس کے لئے سہو و خطا ضروری ہے۔ ان بزرگوں سے آپ کے واسطے اور آپ کے متعلقین کے واسطے انشاء اللہ تعالےٰ دُعا کراؤں گا اور چونکہ ضعف بہت تھا اور کچھ علالت بھی تھی اس لئے حج میں اس دفعہ عرفات پر حاضر نہ ہو سکا۔ مگر الحمد اللہ حاضری باطنی سے محروم نہ رہا۔

الحمدللہ آپ کی کیفیات باطنی و حالات مقدسہ سن کر کروڑ کروڑ شکر اللہ تعالےٰ کا بجا لایا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات اور قرب کو ترقی بالائے ترقی بخشے اور ہم بے بہروں کی نجات کا وسیلہ بنائے۔ الحمدللہ اس سال زمانۂ حج میں نہ قبل نہ بعد کسی قسم کی بیماری یا کچھ دقت و تکلیف خلق کو نہیں ہُوئی۔ اس سال حجاج بہت آئے کئی سال کے بعد اس سال مکّہ والوں کے پیشہ وروں کی تجارت بیع و شراء خوب ہُوئی۔ سلطنت کی طرف سے بھی انتظام و بندوبست اچھا تھا۔ مدینہ طیبہ کا قافلہ بھی کئی سال کے بعد اس سال بڑے اطمینان و امن و امان کے ساتھ کل روانہ ہونے والا ہے اور سب حالات یہاں کے زبانی عزیزم میر شاہ کے معلوم ہوں گے۔ آپ تکلیف فرما کر اپنی خیر و عافیت سے مسرور فرماتے رہیں کہ خاطر کو تعلق رہتا ہے اور رسید روپیہ کی قبل دہلی اور عزیزم حکیم عبدالعزیز خان صاحب کے ذریعہ سے اُن کی ہمشیرہ صاحبہ کے پاس بھیج دی گئی۔ بخدمت اہل خانہ خود و صاحبزادگان و عزیزان و احباب از طرف فقیر و گھر میں کی طرف سے سلام و دُعا فرمائیں۔ عزیزم حکیم عبدالعزیز خان صاحب سلمہٗ کے واسطے دُعا کرتا ہوں ان کو علیحدہ قبل میں خط لکھ چکا ہوں۔ بخدمت جمیع احباب و عزیزان نام بنام شرط ملاقات سلام دُعا فرماویں بہت دنوں

سے عزیزم ضیاء الدین صاحب سلمہٗ کا کوئی خط نہ آیا اُن کی ملاقات کو جی چاہتا ہے سلام ودُعا فرماویں والسلام۔ ازمکہ معظمہ محلہ حارۃ الباب ۲۲ رذی الحجہ ۱۳۰۹ھ۔ بعد لکھنے اس خط کے مسرت نامہ مورخہ دوم شوال ملا بالکل کیفیت معلوم ہوئی۔ اللہ تعالےٰ آپ کے فیض ظاہر و باطن سے ہمیشہ خلق کو مستفیض فرمائے۔ آمین

عزیزم امیر شاہ خان صاحب آپ کے نہایت معتقد اور نہایت ارادت و محبت رکھتے ہیں۔ کچھ وجہ ایسی ہوگئی کہ چلتے وقت آپ کی زیارت سے مستفیض نہ ہو سکے۔ آپ صدیقوں کی وجہ سے مجھ سے بھی محبت رکھتے ہیں۔ اس پر کچھ شبہ نہیں کہ تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر کے نقصان وعیوب چھُپ گئے ہیں اور تمہاری محبت نے اکسیر کا کام کیا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ قیامت میں بھی ایسی ہی ستاری کی امید ہے وتمہاری محبت کا بڑا وسیلہ ہے۔ زیادہ والسلام مورخہ بست وششم ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ ہجری۔

مکتوب ۳

از فقیر امداد اللہ عفی عنہ بخدمت فیض درجت سراپا خیر و برکت سراسر محبت عزیزم جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ آپ کے دو قطعہ خط ہمدست عزیزم میر شاہ خان صاحب وصول ہوئے، کیفیت مندرجہ معلوم ہونے سے بجائے خوشی قلب پر صدمہ شدید پہنچا۔ اعنی عزیزم برخوردار محمد محمود احمد صاحب کے انتقال پر ملال کا حال دیکھ کر بہت ہی رنج ہُوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہرچند صبر کام میں لایا تاہم آنکھوں سے اشک جاری ہُوئے۔ آخر بجز صبر چارہ نہ دیکھا۔ لاچار صبر کیا۔ فقیر خوب جانتا ہے کہ ایسے ہونہار نونہال کے انتقال کا صدمہ جو آپ کو ہوگا وہ بیان سے باہر ہے، کیوں نہ ہو برخوردار موصوف بصفاتِ حمیدہ ایسا ہی تھا جس نے سُنا وہی غمگین اور نالاں ہُوا۔ کیونکہ یہ دار فانی ہے یہاں سے ہر روز چل چلاؤ ہے۔ کوئی آج کوئی کل چلا جا رہا ہے آپ اس بات کا خیال کر کے صبر فرماویں سب کو وہاں جانا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کا نعم البدل عنایت فرما کر اس رنج کو خوشی سے مبدل فرمائے۔ اللہ تعالےٰ برخوردار عزیز مسعود احمد صاحب کو بھی توفیق خیر عنایت فرمائے کہ آپ کی یادگار وجانشین رہیں۔ اللہ تعالےٰ ہمارا تمہارا خاتمہ بالخیر کرے۔ فقط

مہر

از مکہ معظمہ ۲۴ رجب ۱۳۱۰ھ

مکتوب ۴

از فقیر امداد اللہ عفا اللہ عنہ۔ بخدمت فیض درجت سراپا خیر و برکت سراسر خلوص و محبت عزیزم مولانا مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمد للہ! فقیر خیریت سے ہے آپ کے واسطے دعا خیر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے عشق و محبت و رضا و تسلیم میں رکھ کر اپنا فیض جاری کر کے حسنِ خاتمہ

نصیب فرماوے۔

قبل ازیں آپ کی خدمت میں خط روانہ کیا گیا ہے پہنچا ہو گا۔ فقیر کی مثنوی شریف جو بعض حواشی وفوائد سے اس پر اپنی سمجھ کے موافق محشی ہے عزیزم مولوی عبداللہ صاحب بواسطہ عزیزم مولوی ابواحمد صاحب باستبداد و اصرار اشد بغرض طبع لے گئے تھے اور مشہور کر دیا ہے کہ فقیر نے خواہش اس کے طبع کی کی ہے۔ فقیر حیران ہے کہ اول تو وہ حواشی وفوائد کچھ ایسے قابل نہیں خیال کئے جاتے۔ اس پر طرہ یہ کہ فقیر کی خواہش ہے۔ تاہم آج تک آٹھ برس سے کچھ اس کی ایک جزو بھی درست نہ کی۔ فقیر نے ان کو خط ممانعت کئی بار تحریر کرائے وہ ابھی تک اس کام سے باز نہ آئے۔ آپ کو متصدع ہوں کہ کسی معتبر ذریعہ سے مثنوی شریف محشی فقیر و قلمی ہر دو نسخے مولوی عبداللہ صاحب و مولوی ابواحمد صاحب سے طلب کرالیں اور بعد میں جیسی رائے آپ کی ہوگی انشاء اللہ ویسا ہو گا۔ یہ تحریر فقیر کی دکھا کر مثنوی شریف منگوالی جاوے۔ فقط

از مکہ مکرمہ ۲۳ر رمضان شریف ۱۳۱۰ھ (مہر)

مکتوب ۵

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ۔ بخدمت فیض درجت سراپا خیر و برکت عارف باللہ عزیزم جناب مولانا مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمدللہ فقیر خیریت سے ہے اور آپ کی صحت و سلامتی خدا تعالےٰ کی جناب سے مطلوب۔

قبل ازیں آپ کی خدمت میں اپنی خیریت و کیفیت تحریر ہو چکی۔ انشاء اللہ خط پہنچا ہو گا۔ روز بروز ضعف زیادہ ہوتا جاتا ہے اور دل بہت گھبراتا رہتا ہے۔ آپ دعا حسن خاتمہ فرماویں۔ عزیزم مولوی قاری حافظ احمد صاحب مکی آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ آپ اپنی جماعت سے خیال کر کے دعا فرماویں۔ یہ قاری صاحب آپ سے طالبِ دُعا ہیں۔ آپ دُعا فرماویں اللہ تعالےٰ ہمارا آپ کا حسن خاتمہ فرماوے آمین!

از مکہ مکرمہ ۱۲ر جمادی الاوّل ۱۳۱۱ھ۔

مکتوب ۶

جامع فضل و کمال جناب محبی مخلصی عزیزی مولوی رشید احمد صاحب زاد اللہ عرفانکم پس از دعاء ترقی درجات واضح رائے محبت پیرائے باد کہ آپ کا راحت و محبت نامہ عین حالت انتظاری میں وصول ہو کر باعثِ اطمینانِ خاطر ہُوا۔ ایک مدت سے تعلق قلبی اس طرف متعلق تھا جویائے احوال آں مخلص تھا۔ خدا نے کیا راحت نامہ محبت شمامہ کاشف حالات ہُوا۔

عزیزم! بے شک آپ کا عذر عدم ارسال نامجات نہایت ہی قوی ہے اللہ تعالےٰ اس کو زائل فرما کر صحتِ کلی عطا

فرماوے۔ آمین! میری بھی یہی حالت ہے کہ مضامین دل میں جوش مارتے ہیں مگر بوجہ ضعف و نقاہت بدنی و بصری کے لکھنے پڑھنے سے معذوری ہے اور غیر سے اپنا اظہارِ مطلب کرانا اور زیادہ دشواری ہے۔ چونکہ ہر مضمون اس قابل نہیں ہوتا کہ ہر ایک سے کہا سُنا جائے بدیں وجہ ساکت ہو کر بیٹھ جاتا ہوں اور ارسالِ خطوط سے معذور رہتا ہوں۔ مگر تعلق قلبی و ہمت باطنی ہر وقت آپ کے ساتھ ہے۔ ہمیشہ آپ کے لئے دست بدعا رہتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ قبول فرماوے۔ من کل الوجوہ صحت مرحمت فرماوے اور فیضان آنعزیز سے خلق اللہ کو فیض یاب فرمائے۔ آمین

عزیز مجھ میں بھی اب کچھ نہیں رہا، بالکل ظاہری نمائشی صورت ہوں جمیع قویٰ جواب دے چکے ہیں۔ چند روزہ مہمان ہوں۔ خداوندکریم سے ہر وقت میری یہی دُعا ہے اور لوگوں سے بھی اس دعا کی تمنا رکھتا ہوں اور وہ یہ کہ اللہ تعالےٰ دُنیا سے بینا اٹھائے یعنی اپنا جلوہ جمال ذاتی دکھاتا ہُوا اس دارفانی سے دارالبقار کو لے جائے آمین ثم آمین ثم آمین۔

عزیزم حافظ احمد حسین صاحب مرحوم کی کیفیت تو آپ سُن چکے ہوں گے۔ وہ عزیزم مرحوم بعارضہ فالج آٹھویں ذی الحجہ بیمار ہُوئے نویں کو زبان بند ہو گئی بالکل بے حس و حرکت تین چار روز تک اُن کی حالت رہی آخر تیرھویں ذی الحجہ کو جان بحق تسلیم ہُوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اللہ تعالےٰ اپنے جوارِ رحمت میں اُن کو جگہ دے آمین! آپ بھی اُن کے لئے دُعا فرمائیے گا۔ اُن کے ترکہ وغیرہ کی یک گونہ تشویش ہے۔ بیت المال وغیرہ کا ابھی تک تصفیہ نہیں ہو چکا ہے۔ خداوندکریم جلد اس کو دفع فرمائے۔ آمین زیادہ والسّلام

(مُہر الراقم فقیر امداد اللہ)

میری طرف سے عزیزی مولوی ابوالنصر صاحب سلمہٗ کو بہت بہت دُعا فرما دیجئے گا اور جمیع احباب اپنے متوسلین سے ہمارا دعا سلام کہہ دیجئے گا۔ یہاں سب لوگ خصوصاً عزیزی مولوی محب الدین صاحب مولوی شفیع الدین صاحب، مولوی عبدالرحمان صاحب منشی عبداللہ صاحب، میاں عبدالرحیم وغیرہ وغیرہ بہت بہت آداب تسلیمات عرض کرتے ہیں۔

مکتوب ۷

از طرف فقیر امداد اللہ عفی عنہ بخدمت بابرکت فیض درجت عزیزم مولوی رشید احمد صاحب سلمہٗ! بعد سلام مسنون کے واضح رائے ہو کہ عزیز مولوی منور علی صاحب کا خط ۲۹ر جمادی الاولیٰ کا ارسال ہُوا کل ۲۲ر جمادی الثانیہ کو پہنچا اُس سے حال پرملال انتقال اہلیہ آں عزیز معلوم ہُوا۔ کمال صدمہ ہُوا۔ افسوس صد افسوس کہ آپ پر صدمات متواترہ کے ہجوم نے یک داغ نیک باشد و داغ دگر نہند۔ واقعی امتحان اسی کا نام ہے اور ایسے موقع میں ثابت قدم رہنا آپ ہی جیسے بزرگواروں کا کام ہے۔ آپ کو صبر و شکر کی تعلیم کی حاجت نہیں کیونکہ آپ مجسم صبر و سر تا پا شکر ہیں ہاں

یہ دُعا ہے کہ خداوند کریم آپ کو کمال اجر عطا فرماوے اور آپ کو تادیر اپنے بچوں کے سر پر زندہ رکھے اور آپ کے فیوض سے اہل اسلام کو مستفیض کرے۔ ایں دُعا از ما و از روح الامین آمین باد۔ مرحومہ کے لئے دُعا مغفرت اور چند طواف کرا دیئے گئے اللہ جل شانہٗ قبول فرمائے۔

آپ کا خط متضمن حالات مولوی عبداللہ صاحب پہنچا تھا اس کا جواب بسبیل ڈاک قبل اس کے بھیج دیا گیا۔ فقط حافظ حسین احمد کی طرف سے بعد سلام کے مضمون واحد ہے سب حضار مجلس سلام نیاز و دُعا مغفرت مرحومہ کرتے ہیں۔ از طرف کمترین غلامان حمزہ دہلوی بعد سلام نیاز کے گذارش ہے کہ حضرت مخدومہ کے انتقال سے جو کچھ ملال پہنچا اللہ پر روشن ہے، ان کی ذاتِ مقدسہ پر طلبا نوازی اور مسافر پروری ختم تھی۔ یہ صدمہ صرف گھر والوں کے لئے نہیں بلکہ متعدی ہے اور تمام مستمندین کو شامل ہے۔ اللہ جل شانہٗ کے کارخانہ میں دم مارنے کی جگہ نہیں حضور کو صدمات اولیٰ نے پہلے ہی مضمحل اور کمال نقیہ کر دیا تھا جس سے دیکھنے والوں کو رنج ہوتا تھا۔ اب اس صدمہ سے دیکھئے کیا کیفیت ہو، اللہ جل شانہٗ مددگار ہے۔ وہ اپنے کمال کرم سے حضرت مخدومہ کو فردوس اعلیٰ مرحمت کرے اور حضور کو اجرِ استقامت اور سب گھر والوں کو صبر و اجر بخشے۔ جناب مولوی حافظ مسعود احمد صاحب قبلہ کے حضور میں بعد سلام مضمون واحد ہے۔ فقط المرقوم ۲۳ر جمادی الثانی

مکتوب ۸ؔ

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت فیض درجت جامع شریعت و طریقت عزیزم مولانا مولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی ادام اللہ فیوضہم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ عنایت نامہ مورخہ ۳۰ جمادی الثانیہ معہ مبلغ عللہ روپے ہدیہ مبرورکہ عطیہ خود اور مٹے روپیہ از طرف حافظ حسین احمد مہرولپور کہ عنایت فرمائے گئے ہیں، پہنچا۔ ممنون و مسرور ہوا۔ اللہ تعالےٰ آپ کی ذات بابرکات کو باعثِ استقامت خلق و وسیلہ ہدایت کرے۔

آپ کی اور آپ کے اہل و عیال کی خیر و عافیت معلوم کرکے جمعیت و سرور قلب ہوا۔ لیکن دریافت حادثۂ جانکاہ عزیزم محمد اسحٰق مرحوم نہایت غم و الم ہوا۔ مشیتِ ایزدی میں کیا چارہ ہے اللہ تعالےٰ آپ کو اور مرحوم کے والدین کو اجرِ عظیم و صبر عنایت کرے اور اس کا نعم البدل عطا فرماوے۔ مرحوم مغفور کے واسطے ختم اذکار و دعا و ایصال ثواب کیا گیا۔ اللہ تعالےٰ اس کو فردوس اعلےٰ عنایت کرے۔ آپ کی صحت خلق اللہ کے واسطے بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بعافیت تمام و صحیح و سلامت رکھے۔ آپ کی تحریر سے معلوم ہوا کہ بہت لوگ وفات پائے ہیں اُن کے دریافت حالات کا تعلق رہا۔ رمضان شریف کی وجہ سے جواب میں توقف ہوا۔ یہاں پہلی رمضان شریف روز سہ شنبہ ہوئی اور عید پنج شنبہ کو ہوئی۔

فقیر نے پہلے بھی تکلیف دی ہے کہ اپنی خیریت مزاج سے جلد جلد مسرور و ممتاز فرماتے رہیں کہ دریافت خیریت کے واسطے ہمیشہ دل کو تعلق رہتا ہے۔ گرانی قحط و وبا وغیرہ سب ہماری شامتِ اعمال کے نتائج ہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر جلاوے اور مارے اور فقیر کا بھی وقت قریب ہے۔ دعاء حسن خاتمہ سے مدد فرمائیں۔ اپنے گھر میں اپنی صاحبزادی و صاحبزادگان و سب اہل و عیال کی خدمت میں فقیر کی طرف سے سلام دعاء فرماویں۔ بخدمت عزیزم مولوی ابوالنصر حاجی عبدالمجید و دین محمد صاحبان و میاں محمد شفیع صاحب اور اُن کے گھر میں سلام مسنون و دعا و بخدمت جمیع اعزہ و احباب سلام مسنون خصوصاً مولویان خوانندگان حدیث شریف۔ از حاضر الوقت عبداللہ آداب نیاز (مہر) از مکہ معظمہ پنجم شوال ۱۳۰۹ھ۔

مکتوب ۹

مجبی و مخلصی عزیزم مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ بعد سلام سنت الاسلام آنکہ خط آپ کا پہنچا جواب پہلے خط کا ارسال کر دیا گیا تھا۔

فقیر کو ضعف و نقاہت بہت ہے نگاہ بھی بہت کم ہو گئی ہے خط کے لکھنے پڑھنے سے معذور ہے چارپائی پر نماز پڑھتا ہے پیروں سے کھڑا نہیں ہُوا جاتا ہے۔ غرض یا بر کاب ہے سب وجہ سے دُعا کا محتاج ہے کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین

بابت مسافر خانہ کے جو قریب پانچ سو اشرفی کے جمع تھیں مولوی بدرالاسلام کے سپرد کیے گئے ہیں باغوائے مخالفین کے حکام نے ضبط کر لیں فقیر تو پہلے ہی سے ایسے معاملات سے دست بردار تھا حافظ صاحب مرحوم کے انتقال سے اچانک یہ معاملہ آن پڑا۔ پھر بھی فقیر نے اُس کی طرف التفات نہیں کیا جو کچھ اُن کا روپیہ تھا اُن کے سالے احمد گاما کے حوالے کیا گیا۔ مسافر خانہ کے ساتھ بھی علاقہ نہ رکھا۔ اُس کا ناظر مولوی بدرالاسلام صاحب کو کر دیا گیا تھا یہ سب منجانب اللہ ہے۔ فقیر دونوں حال میں خوش ہے ایسے امورات کے سننے سے بھی دل کو پریشانی بعض اوقات ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ایسے امور کے تذکرہ سے یہاں احباب کو منع کر دیا ہے کہ فقیر سے یہ ذکر نہ ہُوا کرے۔

العبد الضعیف فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ (مہر)

مکتوب ۱۰

مجبی و مخلصی عزیزم مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ بعد سلام مسنون المرام آنکہ خط پہنچا۔ الحمد للہ کہ آپ کو صحت یابی حاصل ہوئی آپ کی صحت سے ایک عالم کو فائدہ ہے فقیر کو بھی اب تو ضعف بہت ہی ہو گیا ہے ایک ماہ کے قریب پیچش وغیرہ میں مُبتلا رہا تھا اب بفضلہ صحت ہے مگر ضعف اس درجہ ہے کہ نماز چارپائی پر بھی بامشکل پڑھی جاتی ہے اور رفع حاجت کے لئے چوکی پاس رکھی ہے پیروں پر بباعث چند ماہ پڑے رہنے کے اُٹھا نہیں جاتا ہے۔ رگیں سُوکھ سی گئی ہیں۔ ضعف بصارت کا یہ حال ہے جو احباب روزمرہ آتے ہیں اُن کو بھی نہیں معلوم کر سکتا ہے۔ خط کا لکھنا پڑھنا تو درکنار رہے۔ سامانِ سفر موجود ہے وقت کی خبر نہیں دُعا کیجئے کہ اللہ تعالےٰ

خاتمہ بالخیر کرے۔ جملہ احبابوں کو سلام پہنچے۔ فقیر دُعا کرتا ہے اللہ سمیع مجیب قریب ہے۔
از عبد ضعیف امداد اللہ عفی اللہ عنہ (مہر)

مکتوب ۱۱

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت بابرکت وفیض درجت عزیزم مولوی رشید احمد صاحب زید عرفانہ! سلام علیکم چو درخاطری۔ گراز چشم دوری بدل حاضری و دعائے ترقید رجات عالیات دوجہانی مشہور ضمیر میر باد جوابات خطوط روانہ کردہ شد دریں و لاخیرے نیست کہ بقلم آید حال فقیر ظاہری و باطنی روز بروز خراب است محتاج دعائے حسن خاتمہ۔

برائے ہمیں عزیزان و محبان دعاء خیر می کنم شما ہم دُعا فرمایند کہ خاتمہ ما و شما بخیر شود آمین: ضعف ونقاہت فقیر رو بہ ترقی دارد خصوصاً ضعف بصارت ایں الفاظ بتقاضائے مولوی محمد ابوالقاسم شیخ صاحب بمشکل نوشتہ ام اگر جواب خطوط شمانہ نوشتہ آید معاف دارند زیادہ چہ نویسم بخدمت جمیع عزیزاں خورد و بزرگ سلام دعا برسد بخدمت عزیزم حکیم ضیاء الدین صاحب معہ جملہ عزیزان رامپور وغیرہ سلام مسنون و دعا برسد حکیم صاحب بعد سلام مضمون واحد تصور فرمایند باقی حال ایں فقیر زبانی مولوی ابوالقاسم وغیرہ حجاج معلوم خواہد شد۔ نوٹ: صدر و پیہ مرسلہ مولوی صاحب میاں مولوی محمد ابراہیم صاحب رسید خاطر جمع فرمایند۔

مکتوب ۱۲

عشق برمردہ نباشد پائیدار عشق برحی و برقیوم دار

از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت فیض درجت جامع شریعت وطریقت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ قبل اس کے بھی خط روانہ کر چکا ہوں۔

مطلب ضروری یہ ہے کہ فقیر کی وہ مثنوی شریف جو ایک زمانہ سے فقیر کے مطالعہ و درس میں تھی اور اپنے خیال کے موافق اُس پر کچھ مطالب و فوائد درج کئے تھے اس دفعہ اس مثنوی کو مولوی عبداللہ صاحب انبہٹوی بوسیلہ عزیزم مولوی ابواحمد صاحب بمبئی کے طبع کرانے کی غرض سے فقیر سے لے گئے۔ ان کی تلون مزاجی و غیر استقامت سے اول ہی سے فقیر کو معلوم تھا کہ اس کا انجام اُن کے حوصلہ و حالت سے باہر ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا کہ پانچ چھ مہینے سے حاجی عبدالکریم صاحب سیٹھ بمبئی کو جو ایک دیندار اور صالح اور معتبر شخص ہیں اس مثنوی کے لاحاصل شغل کی وجہ سے سخت تشویش و زیر باری میں ڈال رکھا ہے۔ وہ تنہا اپنی تجارت کے کام میں مشغول ہیں اس میں مشغول ہونے سے ان کی تجارت کا سخت حرج ونقصان ہے اس لئے فقیر نے سید صاحب کو لکھ بھیجا ہے کہ مثنوں کا طبع ہونا قطعاً موقوف کر کے فقیر کی دونوں مثنوی آپ کی خدمت میں مقام گنگوہ پہنچا دیں۔ لیکن معلوم یہ ہُوا ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب و مولوی ابواحمد صاحب

مقام سہارنپور میں شاید اسی غرض سے قیام پذیر ہیں اس لئے آپ بذریعہ حافظ قمرالدین صاحب یا کسی اور معتبر شخص کے ذریعہ سے فقیر کی مثنوی کو سہارنپور سے اپنے پاس منگوا کر رکھ لیں۔ اس بارے میں توقف نہ فرماویں وخط بنام مولوی عبداللہ صاحب و مولوی ابواحمد صاحب بھی جاتا ہے آپ دونوں خط کے پڑھنے کے مجاز ہیں۔

(مہر) دارالمکہ معظمہ دہم رمضان شریف روز دوشنبہ ۱۳۱۰ھ ہجری۔

عرض داشت از حضرت قطب العالم مولانا گنگوہی قدس سرہ بخدمت مرشد برحق قدوۃ الواصلین اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ

مکتوب ۱۳

حضور نے جو بندۂ نالائق کے حالات سے استفسار فرمایا ہے۔ میرے ماوائے دارین اس ناکس کے کیا حالات اور کس درجہ کی کوئی خوبی ہے جو آفتاب کمالات کے روبرو عرض کروں۔ بخدا سخت شرمندہ ہوں کچھ نہیں ہوں مگر جو ارشاد حضرت ہے تو کیا کروں بناچارے کچھ لکھنا پڑتا ہے۔

حضرت مرشدِ من علم ظاہری کا تو یہ حال ہے کہ آپ کی خدمت سے دور ہوئے غالباً عرصہ سات سال سے کچھ زیادہ ہُوا ہے اس سال تک دو سو سے چند عدد زیادہ آدمی سندِ حدیث حاصل کر کے گئے اور اکثر ان میں وہ ہیں کہ انہوں نے درس جاری کیا اور سُنت کے احیاء میں سرگرم ہُوئے اور اشاعتِ دین ان سے ہوتی اور اس شرف سے زیادہ کوئی شرف نہیں اگر قبول ہو جاوے۔ اور حضرت کے اقدامِ نعلین کی حاضری کے ثمرہ کا یہ خلاصہ ہے کہ جذر قلب میں غیر حق تعالےٰ سے نفع و ضرر کا التفات نہیں۔ واللہ بعض اوقات اپنے مشائخ کی طرف سے علیحدگی ہو جاتی ہے لہٰذا کسی کے مدح و ذم کی پرواہ نہیں رہی۔ اور ذام و مادح کو دُور جانتا ہوں اور معصیت کی طبعًا نفرت اور اطاعت کی طبعًا رغبت پیدا ہوگئی ہے اور یہ اثر اسی نسبت یادداشت بیرنگ کا ہے جو مشکوٰۃ انوار حضرت سے پہنچا ہے۔ بس زیادہ عرض کرنا گستاخی اور شوخ چشمی ہے۔ یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہُوا ہے۔ جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں تیرا ہی ظل ہے، تیرا ہی وجود ہے میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں۔ اور وہ جو میں ہے وہ تُو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے۔ استغفراللہ استغفراللہ استغفراللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اب عرض سے معذور فرما کر قبول فرمائیں۔

والسلام ۱۳۰۶ھ ہجری

تمہید مکاتیب رشیدیہ

اب ان مکاتیب کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو حضرت امام ربانی مولانا قدس سرہ کی طرف سے متوسلین، طالبین اور مستمدین و مستفیدین کے نام شرف ورود لائے۔ مکتوب الیہم کے کمالات و مراتب علیہ کی ترتیب و تدریج اس جگہ ملحوظ نہیں ہے اور نہ اس کا لحاظ قائم رکھنا میری استعداد، فہم و قابلیت کا کام ہے کیفما اتفق جو والا نامہ دستیاب ہوا شمار نمبر ڈال کر درج کر دیا گیا۔ چونکہ ہر کرامت نامہ مستقل طریق ہدایت اور جداگانہ سلوک کے کسی مضمون کی نافع اور مفید تحقیق ہے اس لئے ہر مکتوب گویا ایک بالہ آور درخت ہے جس کے پھل چکھنے کی اجازت ہے اور ہر والا نامہ ایک معدن ہے جن میں مختلف الوان اور مختلف قیمتوں یا منفعتوں کے لعل و یاقوت اور نایاب جواہرات بھرے ہوئے ہیں جن کے حاصل کرنے کی آپ سے درخواست ہے۔ الحمدللہ کہ ایک دو خط کے سوائے جملہ مکاتیب حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے دستِ مبارک کے لکھے ہوئے ہیں اس اعتبار سے اگر یوں کہا جائے کہ "یہ مجموعہ حضرتؒ کی سوانح ہے جس کو حضرتؒ نے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا ہے" تو بجا ہے۔

حضرت امام ربانی طریقت کے جس مرتبہ علیا اور درجہ قصویٰ میں سالک تھے اس کا احاطہ و ادراک تام تو صاحب نسبت و اہلِ بصیرت زمانہ کو بھی نہ ہو سکا مجھ ناکارہ کی تو حقیقت کیا ہے کہ کسی مضمون پر یہ حکم لگا سکے کہ فلاں حالت کا اثر ہے۔ مگر اتنی بات ظاہر ہے کہ درجہ عبدیت میں جو اصل نسبت محمدی ہے آپ امام الانبیاء ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی تھے اس لئے ہیچمدانی حضرت کے لفظ لفظ سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس عالی صفت محمودہ کو بعض کوتاہ بین اور کج فہم اصحاب نے نقص پر حمل کیا جس کا مبنیٰ محض جہالت اور ثمرہ و نتیجہ اصل دولت لازوال سے محرومیت بنا۔ پس ان مکاتیب کو جو سیدنا و مولانا الحافظ الحاج المولوی صدیق احمد صاحب مدظلہ العالی کے نام قلمی ہوئے، مقدم کرتا ہوں۔ اس لئے کہ ان مکاتیب میں اس صفتِ کاملہ کے آثار و ثمرات بہت زیادہ ظاہر ہوئے ہیں اور حضرت مولانا ممدوح زید مجدہٗ نے تمہید کے طور پر اس نسبت اور اس کے آثار کی تفہیم ناظرین کی غرض سے بقدرِ ضرورت توضیح بھی فرمائی ہے۔ اس لئے سب سے پہلے اس کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

حضرت مولانا ممدوح حضرت قطب العالم قدس سرہٗ کے مشاہیر خلفاء اور اس گروہ مجازین میں ہیں جن کو مقاماتِ سلوک کی بالتفصیل سیر کرائی گئی ہے اس لئے امام الائمہ کے حالات کی تحقیق میں امام کا قول بیان کرنا مناسب ہے۔ ان مکاتیب کے بعد شماری نمبر پر سلسلہ وار دیگر مکاتیب ہدیۂ ناظرین کر کے رسالہ کو ختم کر دیا جائے گا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس خدمت کو قبول فرما کر ذریعہ ہدایت خلق و منفعت طالبین سالکین بنائیں اور مجھ ناکارہ اذل خلق اللہ کی بدحالی رفع فرما کر حالت سنوار لیں۔ اللہ یجتبی الیہ من یشاء وھو علیٰ کل شیٔ قدیر۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ۔

حضرت گنگوہیؒ کی تواضع اور خشیتِ خداوندی کا مقامِ بلند

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

نحمدہٗ ونصلی علٰی نبیہ الکریم ۔ اما بعد واضح ہو کہ باتفاق صوفیاء کرام کشوف کونیہ وخوارق عادات در عالم خلق مقاصد تصوف سے نہیں ہیں نہ اس پر مدار افضلیت و مدار اقربیۃ الی اللہ ہے ۔ بعض حضرات کو کشوف کونیہ مخلوقات یا کشف حقائق عالم امر پیش نہیں آتا صرف مقدمات یقین و مراتب تنزیہ کی راہ سے وصول الی اللہ ہوتا ہے جیسا کہ صحابۂ کرام و تابعین کے زمانہ میں اکثر یہی طریقۂ وصول تھا ۔ استقامۃ فی الدین و کشف شرائع اس کے آثار ہیں الاستقامۃ فوق الکرامۃ ظہورِ حقائق و مقاماتِ قرب بعض حضرات کو کشفی ہوتا ہے بعض کو احسانی یا وجدانی ہوتا ہے جن کو ظہور کشفی ہوتا ہے اُن کا مآل کار مقامات محصلہ سابقہ میں وجدان پر ہو جاتا ہے ۔ جن حضرات نے اسی راہِ سلوک و مقامات قرب کو اول سے بطریق احسان یا وجدان طے فرمایا ہے بحکم ” کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را “ اُن کے کمالات کا پورا حال سوائے حق تعالٰے کے اور کوئی نہیں جانتا ۔ الا من شاء اللہ ۔ خصوصًا اُن حضرات میں سے جن کو فناءِ اتم و بقاءِ اکمل ہو کر مرتبہ صحو میں تجلی ذاتی دائمی مقام ہو گیا ہے اور مصداق انا کا ان کی نظرِ بصیرت سے اُٹھ گیا ہے ۔ یہ حضرات بحکم ” الیہ یرجع الامر کلہ “ کل کمالات کو راجع طرف ذات ذی کمال وحدہٗ لاشریک لہٗ کی دیکھتے ہیں بوجہ غلبۂ تجلی ذاتی دائمی کے اپنے میں کوئی کمال نہیں پاتے بلکہ اسی مرتبہ ذی کمال ذوالعظمۃ والجلال کے مقابلے میں جس قدر کوتاہی اپنے میں دیکھتے ہیں اسی قدر مجمع نقائص اپنے وجود بشری کو جانتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات عجب اور اپنے حول و قوت سے بری ہوتے ہیں ۔ مقام عبدیت میں راسخ ہو کر بندہ عاجز و بظاہر ملحق بالعوام ہو جاتے ہیں ۔ مرتبہ صحو میں جس کا مقام تجلی ذاتی دائمی ہو جائے یہی ولایت النبوۃ و مقام محمدی ہے علٰی تفاوت المراتب بعد حصول ولایت النبوۃ اگر زمانہ نبوت کا ہوتا ہے حق تعالٰے اُن میں سے جس کو چاہتا ہے نبوت عطا فرماتا ہے ۔ اگر زمانہ نبوت کا نہیں رہا ان میں سے جس کو چاہتا ہے قطب ارشاد یا مجدد یا مہدی بنا دیتا ہے ۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء ۔

ابتدا یا اوسط راہِ سلوک میں اگر کسی کو بطور سیر نظری و واردات حال مقام عالی پر پہنچا یا گیا یا کسی مقام عالی یا عہدۂ جلیلہ کے کسی کو بشارت دی گئی اس سے یہ مراد نہیں کہ اس کو یہ مقام عالی یا یہ عہدۂ جلیلہ بالفعل حاصل ہو گیا ہے ۔ جب تک یہ مقام عالی مرتبہ صحو میں بطور مقام عطا نہ ہو یا اس عہدہ کے آثارات خارج میں ظہور پذیر نہ ہوں اس وقت تک قابلِ اعتبار نہیں ۔ اس بشارتِ مقام یا عہدہ کے یہ معنی ہیں کہ فی الجملہ اس کو مناسبت کرا دی گئی ہے ۔ شاید بمرور دہور ظہور پذیر ہو جاوے ۔ چنانچہ یہ مضامین ” عوارف المعارف “ شیخ شہاب الدین سہروردی میں اور ” مکتوبات مجددیہ “ و ” صراط المستقیم “ مولانا مولوی محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہم وغیرہا میں مذکور ہیں “ ۔ من شاء زیادۃ التحقیق فلیرجع الیہا “ ۔

بعد تمہید ہذا گذارش ہے کہ حضرت مخدوم العالم قطب الارشاد معدن انوار الٰہی مظہر تجلیات نامتناہی ملجائی وملائی وسیلتی فی الیوم والغد حضرت مولانا ومرشدنا مولوی رشید احمد صاحب نے جو اپنے ان مکتوبات قدسی آیات میں فقرات تواضع و انکسار آمیز تحریر فرمائے ہیں۔ اگرچہ ظاہر بیناں کے نزدیک انحطاط پر دلالت کرتے ہیں مگر اہل بصیرت کے نزدیک مبنیٰ ان فقرات انکساریہ کا کمال علوِ مقام حضرت مولانا ہے۔ مقاماتِ قرب میں جس قدر علو بڑھتا ہے نزدیک اہل بصیرت کے اسی قدر نظر عارف میں اپنا انحطاط معلوم ہوتا ہے۔ یہی دید انحطاط کمال علوِ مقام پر دال ہے۔ اس عاجز کو جو معلوم کرایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس زمانہ کے قطب الارشاد تھے۔ آپ کا لقب عالم بالا میں مخدوم العالم ہے۔ آپ ولایت النبوۃ ومقام محمدی میں نہایت راسخ القدم ہیں۔ اولیاء امت محمدیہ میں سے بہت کم ہوئے ہیں کہ اس مقام عالی میں اس قدر رسوخ رکھتے ہیں۔ یہ مقام حضرت فخر عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہے۔ اسی مقام میں عبدیت غالب ہوتی ہے۔ بوجہ غلبہ تجلی ذاتی دائمی کے صاحب اسی مقام کا کسی کمال کو اپنی طرف منسوب نہیں پاتا بلکہ تمام کمالات کو راجع بحضرت ذوالجلال والکمال دیکھتا ہے اور نقائص بشریہ جو لوازمِ انسان ہیں ان کو اپنی طرف منسوب دیکھ کر نہایت شرمندہ ہوتا ہے اور مجسم عجز واحتیاج ہوتا ہے جس قدر اس مقامِ عالی میں رسوخ ہوگا اسی قدر محض بے کار گنہگار محتاج وعاجز اپنے آپ کو دیکھے گا۔ چنانچہ حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمۃ مکتوب نہم جلد اول میں اپنی نسبت تحریر فرماتے ہیں :۔

"مدبر سیاہ رو مقصر بدخو مغرور وقت وحال مفتون وصل وکمال کارش ہمہ نافرمانی مولیٰ است وعملش ہمہ ترک عزیمت واولیٰ است۔ نظرگاہ خلق را آراستہ۔ ومنظر حق تعالیٰ وتقدس خراب ساختہ۔ ہمتش مقصود بر ظاہر آرائی است۔ وباطنش از یں رہگذر ہموارہ برسوائی است۔ قال او منافی حال اوست وحال او مبنی بر خیال او۔ از یں خواب وخیال چہ آید۔ واز یں قال وحال چہ کشاید۔ ادبار وخسارت نقد وقت است۔ عبادت وضلالت بر کف دست۔ مبداء فساد وشرارت است۔ منشاء ظلم ومعصیت بالجملہ عیوب مجتمعہ است۔ وذنوب مجتمعہ۔ خیرات او لائق لعن ورد۔ وحسنات او شایان طعن وطرد۔ رُبّ قاری القرآن والقرآن یلعنہ۔ در حق او گواہ عدل است وکم من صائم لیس لہ من صیامہ الا الظماء والجوع ۔ در شان او شاہد صدق ۔ فویل لمن کان ہذا حالہ ومنزلہ وکمالہ ودرجتہ استغفارہ ذنب کسائر الذنوب بل اشد وتوبتہ معصیتہ کسائر المعاصی بل اقبح ۔ کل ما یفعلہ القبیح قبیح مصداق ایں سخن است ؎

ز گندم جو ز جو گندم نیاید   مرض او ذاتی است علاج نمی پذیرد

وداء او اصلی ست قبول دوائی کند۔ ما بالذات لا ینفک عن الذات

ع سیاہی از حبشی کے رود کہ خود زنگ است

چہ توان کرد وما ظلمہم اللہ ولکن کانوا انفسہم یظلمون۔ الی ان قال پس در ہر چہ نقص وشرارت

بیشتر نمایند خیر و کمال زیادہ تر عجائب کار بار است ایں ذم معنی مدح پیدا کرد دریں شرارت و نقصان محل خیر و کمال گشت پس لاجرم مقام عبدیت فوق جمیع مقامات باشد چہ ایں معنی در مقام عبدیت اتم و اکمل است۔ محبوباں را بایں مقام مشرف سازند۔ محبان بذوق شہود متلذذ اند۔ التذاذ در بندگی و اُنس بآں مخصوص بمحبوباں است اُنس محبان بمشاہدہ محبوب و اُنس محبوباں بہ بندگی محبوب دریں اُنس ایشاں را بایں دولت می رسانند و بایں نعمت سرفرازم سازند شہسواریکہ تازایں میدان آں سرور دُنیا و دیں و سید اولین و آخرین حبیب رب العالمین است علیہ من الصلوۃ اتمہا من التحیات اکملہا و کسے را کہ بمحض فضل خواہند کہ بایں دولت رسانند او را بکمال متابعت آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام متحقق می سازند و آں را بآں بذروۂ علیا می برند ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشآء و اللہ ذو الفضل العظیم۔ مراد از کمال شر و نقص علم ذوقی است۔ بہ آں نہ آنکہ بہ شرارت و نقص متصف شود صاحب ایں علم متخلق باخلاق اللہ است تعالیٰ شانہ و تقدس ایں علم ہم از جملہ ثمرات آں تخلق است شرارت و نقص را دریں موطن چہ مجال جز آنکہ علم بآں متعلق شود ایں علم بواسطہ شہود تام بخیر محض است کہ در جنب آں ہمہ شر می نمایند ایں بعد از فرود آمدن نفس مطمئنہ است بمقام خود لہٰذا تا ایں قسم خود را بر زمین نزد کار ش بایں انجام نرسد از کمال مولائی خود بے نصیب است فکیف خود را عین مولا داند و صفات خود را صفات او انگارد و تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا" انتہی

بقدر الحاجتہ الحاصل بوجہ کمال رسوخ اسی مقام عالی کے یہ دید ہمارے حضرت مخدوم العالم رحمۃ اللہ علیہ پر غالب تھی جس کی وجہ سے فقرات انکسارانہ قلم حضرت اقدس سے ظاہر ہوئے ورنہ کجا وہ آفتابِ ولایت کجا یہ ذرۂ بے مقدار اولاً اس عاجز کو ۱۳۰۱ھ میں بمقام دہلی عرصہ بیس پچیس روز میں اجمالاً بطور اندراج النہایت فی البدایتہ و سیر نظری حسبِ حوصلہ ایں عاجز کل مقامات پر عبور کرایا گیا۔ یہ سب حضرت مولانا مخدوم العالم رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا عکس تھا۔ بعدہٗ اُن مقامات و واردات حال کو علی الترتیب حضرت مخدوم العالم کے زیر قدم بطور مقام اس عرصہ تک محقق فرمایا جا رہا ہے۔

بطور وقائع و رویائے صالحہ خوب محقق ہے کہ یہ جو کچھ حاصل ہوا ہے بطفیل حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اگر بعض وارداتِ حال غیر مقصودہ حضرت مخدوم العالم کو پیش نہ آتے ہوں یا کشفی نہ ہوں بلکہ وجدانی ہوں جیسا کہ بعض مکاتیب میں تحریر فرمایا ہے۔ اس سے کوئی قدح کمال حضرت اقدس میں نہیں ہوتا تلک خیالات تربی بہا اطفال الطریقہ جو مقامات قرب الی اللہ و مقاصد بالذات ہیں علی الخصوص مقام تجلی ذاتی دائمی و مقام عبدیت میں جو فوق جمیع مقامات ہے ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بوجہ کمال اتباع سنت رسوخ تام تھا بوجہ غلبہ تجلی ذاتی دائمی و مقام عبدیت کے یہ دید عدم کمال و دید نقائص خود غالب تھی۔ کل ذالک لعلو مرتبتہ الشریفہ جیسا کہ کلام حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا ہے۔ حق تعالےٰ بطفیل حضرت فخر عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مخدوم العالم رحمۃ اللہ علیہ کے قدم بقدم چلنا نصیب فرماوے اور دار آخرت میں حضرت مخدوم کی جماعت میں محشور فرما کر معیت حضرت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نصیب فرماوے آمین۔ بحرمۃ النبی الامین۔

اللھم احشرنا فی زمرتہ واستعملنا بسنتہ وتوفنا علیٰ ملتہ واجعلنا من حزبہ اللھم اجمع بیننا وبینہ کما آمنابہ ولم نرہ اللھم لا تفرق بیننا وبینہ حتی تدخلنا مدخلہ واجعلنا من رفقائہ مع النبیین من اجابئہ والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

مکتوب ۱۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولوی صدیق احمد صاحب السلام علیکم! آپ کا خط آیا، حال معلوم ہو کر بہت بہت فرحت ہوئی۔ حق تعالےٰ ترقی فرماوے۔ اول یہ سنو ذکر کے نور کا ملاحظہ جو ابتدا میں تلقین ہوتا ہے تو وہ مقصد اصلی نہیں بلکہ تمہید ہوتا ہے اس کی کہ بتدریج احاطہ ذات کا مورث ہو جاوے پس " بکل شیٔ محیط" کا تصور اصل ہے اور احاطۂ نور کا تصور اس کی ہی غرض سے تھا۔ اب ذکر میں یہی تصور کرو کہ " ان اللہ بکل شیٔ محیط" ملاحظۂ نور کی ضرورت نہیں کہ وہ مقدمہ مبداء تھا اور یہ مقصود و اصل اب ذکر ربانی میں بھی احاطہ ذاتی کا لحاظ کرو اور پاس انفاس میں بھی خروج و دخول نفس ذکری میں احاطہ ذاتی کا تصور کرو۔ غرض کام سے ہے جہاں ہو سکے بفراغت کرنا چاہیئے خواہ مخواہ گنگوہ آنے کی ضرورت نہیں یہاں وہاں سب یکساں ہے۔ خود جیسا مناسب جانو ویسا کرنا یہاں پھر وطن کے قریب میں شاید تشا ویش پیش آجاویں اور ذکر میں کچھ خصوصیت رات کی ہی نہیں دن کو بھی کرو۔ باقی یہ جو اول کیفیت تھی پھر وہ نہ ہوئی تو اس کی یہ وجہ ہے کہ اولاً جو حال وارد ہوتا ہے تو وہ بہت زور سے آتا ہے۔ قلب ناآشنا ہوتا ہے کیفیت زیادہ ہوتی ہے۔ پھر اس حال سے ایک گونہ مناسبت ہو جاتی ہے تو وہ زور شور نہیں معلوم ہوتا کہ اول کورے ظروف گلی میں پانی ڈالیں تو کیسا شور ہوتا ہے دوبارہ میں حالانکہ پانی کا اثر زیادہ ہوتا ہے مگر وہ جوش نہیں ہوتا۔ ایسا ہی حال قلب وجسد انسان کا ہے اور غرض کیفیت سے نہیں مقصد سکون وربط قلب باللہ ہے۔ حالات جو اولیاء پر ہوئے وجد و حال کے اُس کا بیسواں حصہ بھی صحابہ سے منقول نہیں۔

غرض نسبت وسکون وطمانیۃ باللہ تعالےٰ اصل ہے اور کیفیت لازم و داعی ہے۔ یہ حال ہے مقام نہیں سو اس کا افسوس مت کرو۔ اب اس حالت سے تم میں زیادہ نسبت ہے اور ذکر میں رعایت دماغ وقوت کی ضرور رکھنا۔ لذت میں آکر ایسا مت کرنا کہ اصل کام سے رہ جاؤ۔ تھوڑا تھوڑا بڑھتا ہے جلدی کا کام نہیں۔ ایک دو روز کی بات نہیں ساری عمر کا کام ہے۔ "ساعۃ فساعۃ" قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ رات دن یکساں حال نہیں ہوتا۔ اس امر کو بہت یاد رکھنا۔ فقط والسلام۔

دوسرا خواب بھی صالح اور مبارک ہے۔ اگر تہجد سے کچھ دماغ کو نقصان ہو دن کو کام کرنا تہجد ہی ضروری نہیں غرض

کام سے ہے نہ وقت سے ۔ ۴ر صفر ۱۳۰۱ھ ہجری ۔

مکتوب نمبر ۱۵

مولوی صدیق احمد صاحب السلام علیکم ۔ آپ کا خط بدست پیرجیو عبدالرزاق کے آیا اس کا بھی جواب میری تحریر سے معلوم ہو چکا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پہلے تو فقط یہ بات متصور تھی کہ اسم کا نُور محیط ہوتا ہے۔ اب لفظ اللہ کے ساتھ یوں تصوّر کرو کہ ذات اللہ تعالےٰ کی محیط ہے "و ہو بکل شئ محیط" خود ثابت ہے اور نور لطیف جو مخیل ہو اُس کو مخیلہ میں نورِ ذات ہی تصور کرو ۔ صفات اگر خود بخود خیال میں آویں، آویں ۔ مگر تم نظر قصدی ذات کی طرف رکھو۔ باقی یہ کہ خلاف طریقہ نہ ہو سو سب کو کلیات اسی قسم کی پیش آتی ہیں اور جزئیات حالات یکساں نہیں ہوتے اس کا کچھ تردد مت کرنا۔ پاس انفاس وغیرہ سب حیل اس کے ہیں کہ ذکر مخیلہ میں قائم ہو جائے ورنہ اصل مقصود نہیں۔ جب خیال ذکرِ ذات قائم ہو جاوے تو زبان اور انفاس کی کسی کو ضرورت نہیں۔ بارش اور پانی کا دیکھنا عمدہ بات ہے اور آثار بھی عمدہ ہیں۔ حق تعالےٰ باوجود وراء الورا کے قریب عبد کے ہے "وھو معکم اینما کنتم" ایسے تشاویش کی ضرورت نہیں اور "معکم" علم سے معیت تعبیر کرنا کچھ حاجت نہیں "ھو" ضمیر ذات ہے جہاں علم وہاں ذات۔ پس تکلف کی کیا حاجت ہے؟ حق تعالےٰ فوق تحت سے بری ہے۔ فوق اور تحت اور ہر جا موجود ہے عروج روح وقلب کا فوق کی جانب اس خیال سے نہیں ہے کہ حق تعالےٰ فوق العرش ہے نہیں سب جگہ ہے قلب مومن کے اندر بھی ہے۔ پس فوق کا خیال مت کرو۔

آج تیسرا خط آیا کہ بندہ کے خط کا جواب ہے۔ برادر صاحب حال کو وحدۃ خوش آتی ہے کثرت وتعلق سے گھبراتا ہے اور جو مخل اس کے مقصد کا ہے وہ قید سے زیادہ بلا ہے۔ حق تعالےٰ آپ کو سب بلا سے محفوظ رکھے اور اپنے ذکر میں مشغول رکھے۔ باقی جو کچھ حالات لکھے ہیں وہ سب قابلِ شکر ہیں "لئن شکرتم لازیدنکم" عورت کہ بیہ دُنیا ہے اور خیال قرأۃ حق تعالےٰ کا جو تھا وہ اثر توحید افعالی کا ہے اور یہ سب ترقیات انبساط نور کی ہیں آثار توحید میں نہایت مبارک حال ہے حق تعالےٰ مبارک فرمائے اور اپنے آپ کو ذات سے وابستہ رکھو، پہلے بھی لکھ چکا ہوں ۔ یہ سب عنایات حق تعالےٰ کی ہیں آپ کی دُعا سے اگر مجھ کو بھی حاصل ہو جائیں تو کیا عجب ہے ۔ فقط

والسلام ۔ ۸ر صفر ۱۳۰۱ھ

مکتوب نمبر ۱۶

مولوی صدیق احمد صاحب السلام علیکم ۔ آج سہ شنبہ کو خط آیا اور ایک خط کل دوشنبہ کو آیا تھا جواب کی دونوں میں حاجت نہیں۔ یہ تمہارے حالاتِ صادق ہیں حق تعالےٰ اصل مقصد نصیب فرماوے آمین ۔ اور بحسن ظن تمہارے کے مجھ کو بھی ذرّہ اپنے غیب کا عطا فرماوے ۔

ذکر جہر کی اب کچھ حاجت نہیں ذکر اصل میں تذکر قلب ہے سو جب ذکر قلبی حاصل ہُوا اب زبان کی کچھ ضرورت نہیں خصوصاً جب ذکر جہر سے دل گھبراوے اُس وقت ذکر زبانی کا ترک کرنا ضرور ہے۔ جس ذکر میں دل کو سرور ہو اس کو کرنا چاہیئے۔ مثلاً تسبیح تہلیل تحمید میں یا تفکر میں یا شکر میں یا جس پیرایہ میں حضور حاصل ہُوئے اُس پر ہی قناعت کرو۔ اصل سب کا حضور ہے اور بس۔ اور یہ نعمت دفعتاً حاصل ہو جانا محض احسان حق تعالیٰ کا ہے۔ اس ناکارہ کو ساری عمر گزری کچھ بھی نصیب نہ ہُوا۔ چاہ سے پانی چلتا ہے اور بذریعہ نالی و نل کے زراعت میں جاتا ہے۔ نل نالی کو کچھ حظ نہیں محض واسطہ ہے علیٰ ہذا۔ یہ ناکس واسطہ واقع ہُوا گو خود خشک لب محروم ہے۔ اب خود آپ سے التجاء دُعا کرتا ہوں کہ ہمت و دُعا سے مجھ کو بھی یاد رکھیں۔ شیخ عبدالقدوس قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ" اصل یہ ہے کہ شیخ مرید کو لے جاتا ہے اور فضل یہ ہے کہ مرید شیخ کو لے جاوے"۔ پدر مفلس کو اگرچہ زکوٰۃ درست نہیں مگر صدقۂ نافلہ جائز ہے علی ہذا۔ اصل ایمان و فرائض تو مرید سے شیخ کو ملنا محال ہے مگر ترقی حالات ملنا عجب نہیں۔ سو اس ناکس کو اس عمر میں سوائے اصل نسبۃ مسلسلہ کے کچھ نہیں ملا۔ یہ انوار و تجلیات سے کچھ نہیں پایا۔ کیا تعجب کہ آپ کی دُعا و برکت سے کچھ مل جاوے۔ خیر الحاصل تم اپنے کام میں مصروف رہو اور امورِ جدیدہ سے اطلاع کرتے رہو۔ اس وقت تک کوئی امر خدشہ کا پیش نہیں آیا۔ آئندہ کو بھی فضل حق تعالےٰ درکار ہے جس کی نسبت ہیں انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے تو وہاں لاریب اندیشۂ دخلِ ابلیس بہت ہوتا ہے۔ لہٰذا ہر حال ہر امر میں اتباع شریعت کا خیال رکھنا۔ کوئی حال خلاف شرع کے معتبر نہیں ہوتا۔ یہ سب تمہارے واقعات عمدہ ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک۔ پھر آخر میں بعض ایسے وقائع پیش آتے ہیں کہ سالک حیران ہوتا ہے۔ البتہ ایسے وقت واقف رہبر کی ضرورت پڑتی ہے۔ سو اگرچہ قطع طریق نصیب اس مدبر کے نہیں ہُوا مگر ہاں صحبت مشائخ سے حصّہ لیا ہے۔ طبیب نادان اگرچہ خود بیمار ہو مگر دوسرے کو نسخہ کچھ نہ کچھ بتلا دیتا ہے۔ فقط والسّلام

یہ پرچہ جُدا کر کے حافظ مسعود احمد کو دے دیں۔ ۱۰ صفر ۱۳۰۱ھ

مکتوب نمبر ۱۷

مکرمی عزیزی مولوی صدیق احمد صاحب مد فیضہم السلام علیکم! آپ کے خطوط متواتر پہنچے۔ حالاتِ عالیہ دیکھے، تعمیلِ بعیت کر دی گئی اور جو جو معاملات میری فہم نارسا کے ہیں ان کی تصدیق بھی کرتا ہوں اور جو امور اپنی رسائی سے خارج ہیں ان میں معذور ہیں، سالک کو بجز لحاظ ذات بحث کے اور افنا اپنے کی بحر ذات میں اور تجرید ذات کی عن جمیع الشیونات اجتناب لازم ہے اور شغل فرائض و سنن رواتب کے بعد اذکارِ مسنونہ کرتا رہے باقی تجرید مذکورہ بالا میں رہے۔ ذات پاک حق تعالےٰ کی احاطہ ادراک سے خارج ہے۔ بجز ہستی محض و وجود مطلق کے جو کچھ مُدرک ہے وہ سب خیال سالک ہے نہ ذات حق تعالیٰ ؎

دور بیناں بارگاہِ الست غیر ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست

پس سوائے اس قدر کہ کہ" ہو موجود موصوف بالصفات المعہودۃ" سب مدرکات کو نفی کرنا چاہیئے۔

لا تدرکہ الابصار الآیۃ ۔ پس یہ امر کلی ملحوظ رہے ۔ بعد اس کے سُننا چاہیئے کہ حق تعالےٰ محیط بکل شئی ہے و معکم ہے اللہ نور السمٰوت والارض ہے " یہ سب حق ہے مگر احاطہ و معیت و نوریت جو مفہوم ہم مخلوقات کی ہے اس سے وراء الورا، ہے جس وقت سالک پر نور احاطہ ظاہر ہوتا ہے تو لاریب تصرف محیط کا اور ظل ہونا بلکہ محویت محاط کی نظر سالک میں ہوتی ہے اور چونکہ قلب کو اس علم نے احاطہ کیا اور مخیلہ کو اس علم نے مالامال کر دیا تو غیر کا دخل نہیں رہتا باوجود وجود ظلی اغیار کے اغیار مرتفع معلوم ہوتے ہیں اور جملہ کمالات اپنے اندر معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ ذات ذی کمالات کا محط نور ہو رہا ہے۔ ایسے وقت میں شطحیات کا غلبہ ہو جاتا ہے سرور و حزن کا ورود ہوتا ہے۔ یوں جانتا ہے کہ خود قیم اشیاء ہوں سب سے اعلم اعلیٰ ہوں اگرچہ فی الواقع یہ سب امور خلاف واقع ہیں۔ یہ سالک عبد ہے عدم اصلی ہے محض بیکار ہے۔ فقط

بے اختیار لا یعلم ہے عکس کی ہوا پر مغرور مسرور ہے کل شئی ہالک الا وجہہ ۔ پس جو کچھ واردات ہیں سب اسی احاطہ کا اثر ہے ورنہ اصل الامر یہ ہے کہ ہو ہو لا ہو الا ہو لا وجود لرشید و لا الصدیق ۔ آخر ما جیب تمنی بھتی ۔ ع

ایں است کمال و لکل یزول و یزال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۔

اب حق الامر ظاہر کرتا ہوں من آنم کہ دانم شیخ امداد اللہ نے بامداد اللہ تعالےٰ اس ذرہ خوار ذلیل ناہموار سرشار بد اخلاقی و ظلمات کو اجازت ارادہ خلق فرمائی ۔ گویا اضلال خلق اللہ کا ذریعہ بنایا ۔ خود خراب در خراب تمام عمر کو خوار کیا ۔ گاہ بھی نور کا ظہور نہ ہوا واللہ باللہ ثم باللہ کہ ایسے واردات کا خواب تک بھی نہیں دیکھا۔ جانتا تھا کہ ایک روز رسوا ہونا ہوئے گا۔ لہٰذا ہر روز سب کے روبرو اپنے حرمان کو ظاہر کرتا رہا ۔ اب فضل الٰہی دامن گیر ہوا کہ تم کو مجھ سے نامزد کر کے آپ کو اس قدر نوازش بیکراں سے شاد فرمایا ۔ تمہاری اصلاح کے کیا شایاں ہوں ۔ بہر حال بجز تصدیق اور کیا کر سکتا ہوں اور سوائے اس ایک فقرہ کے کیا بتلا سکتا ہوں کہ سابق لکھا کہ ذات بحت مجرد و ہستی محض کے حضور کے سوا سب واقعات پر لا نفی کشیدہ کرو اور اپنے آپ کو ذلیل محض و منفی خالص تصور کر کے فنا کر دو یہ شغل رہے جس کا مظہر کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ ہے اور قرآن شریف درود حزب اعظم اور وظائف حدیث کو سادہ معانی کے ساتھ جو لغوی ترجمہ ہے ورد رکھو اور دقائق کو التفات مت کرو اور شغل علم دین رکھو اب ایسی حالت میں طب کو وبال جان سمجھو اور مجدد و مہدی اوسط ہونا کوئی امر محال نہیں ۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء اتباع شریعۃ کو سابق بھی لکھا ہے فرض عین جانو، بعد اس سب کے اب اس روسیاہ شرمندہ کے واسطے بھی کوشش و سعی کر کے دستگیری کرنا لازم ہے۔ جب اس خوار کا مُرشد ہونا آپ پر روشن ہُوا تو ہل جزاء الا الاحسان ے

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی ۔ بیاد آر محبان بادہ پیما را

اگر کوئی شہزادہ گرسنہ کو لقمہ دیوے اور ارشاد راہ کر دیوے تو شہزادہ بعد اپنی جانشینی کے وزارت عظمیٰ اُس گدائے لقمہ دہندہ کو دیتا ہے گو اس نے بڑا احسان نہیں کیا مگر یہ جزاء اعظم دیتا ہے تو اس پر قیاس کر کے عمل کرنا مناسب ہے اور ہر گاہ کہ حق تعالیٰ نے تم کو واصل کیا اور شرط اجازت محقق ہو گئی تو اجازت میں کیا عذر ہے ؟

خرقہ و اجازت دونوں حاصل ہوویں گے مطمئن رہیں۔ فقط والسّلام

اس خط کو بہت غور سے مطالعہ کرنا اور اکثر دیکھنا کہ اس میں بہت کچھ لکھا ہے گو الفاظ قلیل ہیں۔ فقط

مکتوب ۱۸

مولوی صدیق احمد صاحب السلام علیکم۔ آپ کے خطوط سے حالات معلوم ہُوئے جو کچھ عنایات حق تعالیٰ کے بندۂ احقر پر مبذول ہیں اُس کا شکر یہ محال ہے۔ اصل مقصود تو احسان ہے سو وہ بفضلہٖ تعالےٰ آپ کو عطا ہُوا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قرن میں یہ احسان ہی تھا اور معارف جو خلعت کو جدید حاصل ہُوئے وہ بھی ثمرہ عنایات ہیں مگر انوار کا جو طریق وسلوک ہے وہ خطرناک ہے فقط احسان میں کوئی دخل شیطان کا نہیں ہو سکتا مگر انوار کے نزول میں بہت خدشہ ہے اور اس حالت میں اتباع سنت نہایت درکار ہے اور رعایت مشروع کی پر ضرور ہے علم و تفقہ بہت بہت واجب ہے۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ انسان میں سات لطیفہ موضوع ہیں اور ہر ہر لطیفہ میں دس دس ہزار پردہ نور موضوع ہیں جب تک یہ ستر ہزار حجب نور قطع نہ ہو جاویں اندیشہ بر اندیشہ ہے۔ جب انوار ظاہر ہوتے ہیں اور مخیلہ انسان کا نور سے پر ہو کر مضمحل ہو جاتا ہے تو جو امر مخیلہ میں پیدا ہوتا ہے تو سالک کو وہ خطرہ مخیلہ کا نور سے فائض ہوتا معلوم ہوتا ہے اور اُس نور کو حق تعالےٰ جان کر اس خطرہ کو خطرہ رحمان جان لیتا ہے یہ سخت خدشہ لاتا ہے علی ہذا۔ جو نور محیط اشیاء معلوم ہوتا ہے اس نور کو خدا تعالےٰ سمجھ لیتا ہے اور غیر خدا کو خدا جان کر بجا ئی پرستش کر کے کافر طریقہ ہو جاتا ہے تو ایسی سخت مصیبت میں پناہ شریعت بہت واجب ہے اور کسی خطرہ پر دل نہ رکھنا اور کسی نور محیط پر التفات نہ کرنا اور جملہ مشاہدات کو نفی کر دینا اور خدائے لایزال کو بے کیف جان کر جملہ مکیف کو غیر جاننا اور تحت لا الہ داخل کر دینا واجبات سے ہے ؎

دور بیناں بار گاہ الست   غیر ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست

پس ہستی مطلق کو ہر دم خیال میں پرورش کرنا اور بلا کیف حاضر موجود جان کر حیاء و شرم کے ساتھ بندہ مطیع رہنا مقصد اصلی ہے اور یہی احسان ہے باقی زوائد۔ لہٰذا مشائخ فرماتے ہیں کہ جس کے سلوک میں انوار پیش نہ آویں اس کا سلوک اسلم ہے اور وجود منبسط جو ساری تمام اجسام و اعراض میں محسوس سالک ہوتا ہے وہ ہے کہ اصطلاح میں اس کو نفس رحمانی کہتے ہیں وہ بھی نور اعظم ہے حق تعالےٰ کی ذات اُس سے بھی اعلیٰ و برتر و ہزار درجہ بری ہے اس کو بھی عین ذات تصور کرنا شرک طریقہ ہے۔ غرض ایسے دوائر مہلکہ سے حق تعالےٰ اپنے بندوں کو نجات بخشے۔

سنو کہ سلوک صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں تحصیل احسان اور اپنا بندہ ناچیز بے اختیار ہونا اور من کل الوجوہ محتاج ذات غنی کا اور حضور اُس کی درگاہ بے نیاز محسن عباد کا ہونا تھا۔ بندگی در بندگی، عجز در عجز،

توکل در توکل ہمت اطاعت و جان و مال بازی فی رضاء المولیٰ اس کا ثمرہ تھا نہ استغراق تھا نہ فنا تھی۔ متاخرین نے دوسرا راستہ نکالا کہ جس سے ربط حادث بالخالق کی کیفیت معلوم ہو جائے۔ سو بعد مجاہدات معلوم ہوا کہ سب مخلوقات اعلیٰ سے اخس تک اپنے خالق سے مربوط اور اس کے وجود سے موجود ہیں۔ بوحدۃ وجود یا بوحدۃ شہود علی خلاف بینہم پس اس ربط کے شہود کا نام جذب رکھا گیا اور انتہاء راہ جذب اس نسبت کے انکشاف پر ہے۔

پس جذب کے معنے رجوع السالک الی حقیقۃ الحقائق و اصل الاشیاء اور اس میں افناء اپنا اور اپنے علم انانیۃ کا کر دینا مقرر ہوئے۔ اس راہِ جذب کو جو کچھ حضرات مشائخ نے طے کیا اُس کے بیان سے زبان عاجز ہے۔ گویا وہ کمالات اب کالعنقاء ہو گئے جس قدر سالک مجاہدہ کر کے کوئی مقام طے کرے ہنوز اُس کے آثار کے سوائے اُن کمال سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی۔ اُن کا حوصلہ و ملکہ ملاء اعلیٰ سے ناشی تھا۔ اب ملاء اسافل سے بھی پوری مناسبت نہیں معہذا راہ جذب ہے نہ درگاہ بعد طے راہ جذب کے پھر وہی طریقہ صحابہ کہ عبدیت کا مقام ہے اختیار کرنا و عبادت و عاجزی کا معاملہ کرنا واجب ہوتا ہے۔

پس یہ بات کہ کسی مقام اور کسی حال میں مناسبت و مساوات قدماء یا متاخرین کی توقع ہو یہ تو محض خیال خام ہے۔ مگر ہاں بطفیل اُن اکابر کے وہی راہ ہے اور اس ہی قسم کے حالات ہیں۔ وجود بنسط کی فراخی اور قیومیتہ اشیاء لطیفہ قلب سے ناشی ہے ہنوز لطائف اعلیٰ بہت دور مگر جو کچھ حظ بندہ کا ہو جاوے عین عنایت ہے کہ اگر اس کے شکریہ میں کروڑوں سال ہمہ تن زبان ہو کر شکر کرے تو کوئی ادنیٰ درجہ شکر کا بھی ادا نہیں ہو سکتا۔ نفس کو رویتہ انوار سے لذت ہوتی ہے اور تماشا مخلوقات غیبیہ میں مشغوف ہے اس واسطے اُن انوار کا مشتاق تھا ورنہ اصل کار سالک فناء ہستی خود ہے انوار سے کیا مقصود ہے۔ سو الحمد للہ اس نکتہ کو تم سمجھ گئے ہو اور اب مرتبہ یادداشت کا قائم ہو گیا۔ اب تم کو مشغولی درس تدریس مضر نہیں۔ چونکہ اکثر کتب طب پڑھ لی ہیں اس قدر قلیل باقی کو بھی تمام کر لو اور دو گھنٹہ یہ بھی فی رضاء اللہ تعالیٰ جان کر خرچ کرو کہ کسی بندہ حق تعالےٰ کا کام کر دیا اور اس کی ارضاء میں اپنے مولیٰ تعالیٰ شانہٗ کی رضا کو مطلوب رکھنا کیا مضائقہ ہے۔ باقی یاد قرآن سو وہ تمہارے شوق سے شروع ہوا ہے انشاء اللہ تعالےٰ تمام ہو جائے گا ورنہ جس قدر ہو جاوے مفت ہے۔ فقط

تیسرے آخر خط میں وجود بنسط کا ساری عالم ہونا جو لکھا ہے سو اس کا جواب تو اوپر ہو چکا کہ یہ وجود بیشک سارا ہے اور قیّم جملہ حوادث ہے اور یہ صُورت حال مقدمہ توحید افعالی کا ہے اور ربط واقعی تمام مخلوق کے ساتھ ہے اس کا انکشاف عمدہ امر ہے گو مقصد نہیں اور وہ کیفیت کہ جس کا حال بطور تمثیل لکھا ہے وہ نمونہ اطلاق ہے ذات مطلق جہت سے اور کیفیت سے مبرا ہے فقط سب اذکار و مراقبات تحصیل نسبت کے واسطے ہوتے ہیں جب نسبت یادداشت حاصل ہو چکی اب مراقبات کی درخواست عجب بات ہے۔ اب تمہارا سب ذکر لسانی قرآن و صلوٰۃ و ذکر مسنون مراقبہ ہے سب میں یادداشت ہے کہ ثمرہ مراقبات یہی ہے۔ اب کسی مراقبہ کی حاجت نہیں۔ اذکار مسنونہ حدیث پڑھو قرآن و نوافل صلوٰۃ مسنونہ ادا کرو اور بس۔ ضیافت کے باب میں یہ ہے کہ ضیافت میں جانا مسنون ہے نہ کھانا اُن

اُن کی خوشی کے واسطے پانچ چار لقمے کھا لئے اُن کے اصرار پر نظر نہ کی اور جو اُس میں بھی نقصان ہو تو ترک کر دو کوئی تردد کی بات نہیں ۔ فقط

مولوی خلیل احمد صاحب پندرہ روز کی رُخصت لائے تھے گنگوہ بھی دو شب کو آئے پھر سہارنپور چلے گئے کہ اُن کے والد اور سب گھر سہارنپور ہی ہے ۔ وہاں ایامِ رُخصت تمام کر کے بہاولپور جائیں گے ۔ فقط

باقی سب خیریت ہے پیرجیو عبدالرزاق سے بعد سلام کہنا کہ بیضاوی کے واسطے جو لوگوں نے آپ سے کہا تھا اُس کا کیا بندوبست ہُوا ؟ اگر خرید ہُوئی تو اطلاع دو قیمت مرسل ہو اور جو قیمت دے دی ہے تو قدر ایک سیپارہ کے پارسل بلندہ میں روانہ کر دو کہ قریب شروع ہو گی ۔ مجھ کو تحقیق نہیں اس وقت کوئی طالب علم نہیں کہ پوچھتا ۔ فقط

اور تفسیر جمل کے واسطے شیخ محمد حسین کو بھی کچھ لکھا ۔ جواب ملا یا نہیں ؟ چار پانچ روز گزرے کہ بی سلطانی مرحومہ کا انتقال ہُوا کسی نے خبر بھی نہیں دی کہ کچھ برائے کفن دیتا ۔ تیسرے روز خبر ہوئی ۔ فقط ۔ اطلاعاً لکھا گیا ۔

۹ ربیع الاوّل ۱۳۰۱ھ ہجری

مکتوب نمبر ۱۹

برادر اعز مولوی صدیق صاحب مدفیوضہم السلام علیکم ۔ پرسوں تمہارا خط آیا تھا اس کے جواب کی فرصت نہ ہوئی ۔ جمعہ کو جواب تحریر کیا تھا ۔ اب آج دُوسرا خط آیا ۔ آپ کے حالات موجب فرحت وشکر کے ہیں ۔ کوٹلہ جانے کے باب میں رائے بندہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے معاش کا ایک سامان قائم کر دیا ہے اُس کو از خود ترک کرنا ناشکری ہے ۔ کوئی ایسا کام وہاں بھی تمہارے تعلق نہیں کہ حارج کار ہو سو اگر اس تمہارے خط کے بعد استخارہ پر وہاں سے اجازت آجاوے تو خیر ورنہ چلے جانا کوٹلہ کا کوئی اندیشہ نہیں ، یہ بات ضرور ہے کہ معاش ورزق مقدر ہر جگہ ملے گا ۔ من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ " اس میں کوئی تردد نہیں ۔ رزق بندہ کو تلاش کرنا پڑتا ہے مگر اولاً امتحان ہوتا ہے سو یہ وجہ نہیں کہ بدوں اس علاقہ کے رزق کی سبیل نہ ہووے گی معاذ اللہ یہ خیال جہال کا ہے مگر ذریعہ خداوندی سے اعراض کیوں کرے ۔ اگر خود بخود بند ہو جاوے تو اس پر بھی صبر وشکر کرنا لازم ہے ۔

الحاصل بندہ مشغول بالمولی کو دہلی کوٹلہ یکساں ہے دھو معکم اینما کنتم قلب مشغول کو کوئی صارف شاغل نہیں جہاں ہووے ہاں البتہ جہاں دل کو چسپیدگی ہوتی ہے وہاں کشائش طبع ہوتی ہے ۔ سو کوٹلہ کا حال نہ معلوم کہ وہاں آپ کا دل متعلق ہے یا نہیں ؟ اگر مکان صاف مخلّی وہاں ہو تو کیا حرج ہے ؟ بالفرض اگر اہلکاران ونواب نے نہ مانا اور تم وہاں گئے اور دل نہ لگا ، نقصان ہُوا تو جب بھی تو ترک کے مختار ہو ۔ فقط اتنے امر پر کہ وہاں کیا پیش آوے کیوں ترک کرتے ہو ؟ یقین کرتا ہوں کہ کوٹلہ میں بھی مضرت نہ ہووے گی جو شغل جلالین وحدیث دہلی میں ہے وہی وہاں بھی رہے گا فقط اب اس صورت میں جواب خطِ سابق جس میں سایہ وغیرہ کے سوالات تھے ترک کرتا ہوں مگر اتنا جانتا ہوں کہ جامع مسجد سمت شمال پر مبنی نہیں بلکہ حسب قاعدہ ریاضی درجات پر اس کی بنا ہوئی ہے اور دیگر مساجد بھی شاید اسی طرح بنی ہوویں ۔ لہٰذا سایہ دھوپ گھڑی مطابق نہ ہُوئے معہذا دھوپ

گھڑی کا چنداں اعتبار نہیں۔ سایہ کا اعتبار دائرہ ہندیہ کا ہے۔ جامع مسجد میں دائرہ ہندیہ لگا ہوا ہے اس سے گھڑی ملا کر درست کر لو اور پھر اس پر بنا رکھو۔ نہ معلوم ایسے مشتبہ وقت نماز سے کیا حاصل ہے؟ اگر آپ کے نزدیک وقت مشتبہ ہے تو مت پڑھو اور ایسے عنادی کی جماعت کو ترک کر دو اور جب جماعت بوقت نہیں ہوئی تو دوسری جماعت کا کیا حرج ہے؟ ہاں وقت مثل بندہ کے نزدیک زیادہ قوی ہے روایات حدیث سے ثبوت مثل کا ہوتا ہے دو مثل کا ثبوت حدیث سے نہیں، بناء علیہ ایک مثل پر عصر ہو جاتی ہے۔ گو احتیاط دوسری روایت میں ہے۔ فقط والسلام

باقی اس وقت جلدی میں نہیں لکھ سکتا۔ ایک یہ کہ ۲۲ شب ربیع الاول کو وقت عشاء کے تمہارے عم پیر جیو مجید علی صاحب مرحوم کا انتقال ہو گیا مولوی نذیر احمد خبر مرض شدید سنکر بہاولپور سے آئے تھے مگر اُن کے آنے سے پہلے انتقال ہو گیا۔ مولوی خلیل احمد چونکہ ابھی گئے تھے رخصت نہ ہوئی باقی سب حالات بدستور فقط مولوی عبد الحق مولوی محمد شاہ کو سلام پہنچے۔ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ

مکتوب نمبر ۲۰

مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضکم۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ تعالے و برکاتہٗ آپ کا پہلا خط آیا جواب کی نوبت نہ آئی کہ دیوبند چلا گیا وہاں ہو کر فرصت جواب نہ ملی واپس وطن آیا مولوی صدیق نے دوسرا خط دیا اور دوسرے روز چلے گئے، بیمار ہو گیا اب صحت ہوئی اس عرصہ میں دو خط اور آپ کے پہنچے چار خط جمع ہو گئے۔ اب جواب لکھتا ہوں کہ جو جو احوال تم نے لکھے وہ خود ترقی کی خبر دیتے ہیں حاجت جواب نہیں خواب میں رویۃ حضرت سلمہ کی اور چڑس میں پانی بھرنا اور چاہ میں جانا نکلنا یہ سب تمہارے فیضان کی علامات ہیں کہ آپ سے کسی کو فائدہ ہووے گا۔ حضرات چشت و قادریہ کے نسبات بھی اعلیٰ درجے کو پہنچے ہیں ایسا خیال ہر گز مت کرنا کہ وہ تشبیہ میں ہی رہے باقی کلام میں درد اور اثر اُس کا ریزاں ہونا سو جناب فخر عالم علیہ السلام کے حال کو دیکھو کہ ایام فترۃ وحی میں کیا بار بار پہاڑ سے گرانا اپنا تجویز کرتے تھے قبض و بسط ہر دو حالۃ رفیع ہیں فیصلہ نسبات اولیاء میں میرا تمہارا کام نہیں ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است، سب اکابر اعلیٰ درجہ تنزیہ کو پہنچے ہیں۔ ایک سے ایک اعلیٰ ہے چند اشخاص کو جو آپ نے مستعد بیعت کیا ہے آپ ہی اُن سے بیعت لیویں آپ کو اجازت اخذ بیعت دیتا ہوں اور تلقین مناسب فرماویں بفضلہ لائق اس منصب کے ہو اور یہاں آنا کچھ ضرورت نہیں بندہ کو زاویہ خمول میں ہی راحت ہے۔ غرباء کو وظیفہ حدیث کا بتا دینا سہل ہے اور بس آپ بوجہ حسن ظن کیا کچھ میرے ساتھ اعتقاد جمائے بیٹھے ہیں۔ الحق مجھ کو نہایت شرم ہے میرا حال قابل اس کے نہیں کہ کوئی مجھ سے اعتقاد کرے مگر تمہارا حسن ظن اپنا وسیلہ آخرت جانتا ہوں۔ انا عند ظن عبدی بی موجب طمانینۃ ہو رہی ہے۔ پس میرا پردہ فاش کر کے مجھ کو ضائع مت کرو جو طالب حق ہے اُس کو تم لو حسب حوصلہ کچھ بتلا دو۔ فقط

کریم بخش کو جس کے لطائف بند ہو گئے اُسے از سر نو تلقین لطائف کر دو اور گاہ گاہ اپنے سامنے بٹھلایا کرو

لطائف اس کے جاری ہو جاویں گے علیٰ ہذا عبد الجلیل خان کو کچھ بتلا دینا یہاں آنا کچھ ضروری نہیں بفضلہ تعالیٰ مجھ سے بہتر تم ہو یہاں تو فقط درس تدریس کا شغل ہے اور بس باقی جو جو کچھ درباب راہ نبوت و تنزیہ لکھا ہے سب کی تصدیق کرتا ہوں۔ فقط

دوسرے خط میں جو افضلیت مقاماتِ انبیاء و صحابہ ہے وہ سب درست ہے۔ عبد المجید خاں سے بسبب ہجوم کے کوئی کلام نہیں ہوئی۔ بشاقان کوٹلہ کو آپ کے حوالہ کر چکا ہوں جہاں تم ہو میری کوئی حاجت و شمار نہیں اللہ تعالیٰ آپ کو میرا وسیلہ نجات کرے اور جب کوئی کمال قلب پر متمکن ہو جاتا ہے اس قدر عظمت اُس کی نہیں رہتی جو ابتدا میں ہوتی ہے۔

تیسرے خط میں اجرائے تنخواہ و رفع وساوس بشریہ و ترقی دریافت ہو کر زیادہ سرور ہوا۔ خواب میں کشمش کا کھانا بھی اچھا ہے اور درخت سبز اور میوہ یہ سب عمدہ بات ہے۔ سالک کو جب عبور عنصر ماء پر ہوتا ہے تو یہ اُس کے آثار ہیں۔ راحت جسمی بھی ضرور ہے چھوٹی شب میں تھوڑا شغل کیا غرض حصول نسبت سے ہے عبادت قدر طاقت کرنا چاہیئے "خیر العمل مادیم علیہ" قیام حال نسبت اصل مقصود ہے۔ نقشہ دو مثل وغیرہ کا مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ میں منقول ہے وہ عمدہ نقشہ ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں۔ فقط

چوتھے خط میں ازدیاد یقین و وضوح احسان لکھا ہے اور خفائے توحید افعالی سو یہ امر موجب ترقی ہے۔ خلوت جلوت یکساں ہو جانا آثار اس کے ہیں الحمد للہ علیٰ ذٰلک باقی اقتصاد جملہ امور میں وہ بھی بتدریج حاصل ہو جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کثرت کلام میں اگر رضا قلب مومن ہو تو وہ بھی عبادت ہے۔ حسن اخلاق میں داخل ہے کوئی امر خواہش نفس سے نہ ہو بلکہ بامر مالک و قاعدہ شرع ہو وہ خود عادت بھی عبادت ہو جاتی ہے۔ فی الواقع شریعت فرض اور مقصد اصلی ہے طریقہ بھی شریعت باطنی ہے اور حقیقت و معرفت متمم شریعت ہیں۔ اتباع شریعت بکمال بدوں معرفت نہیں ہو سکتا اور شغل تدریس بنظر رفاہ مسلمین اعلیٰ عبادت شان انبیاء علیہم السلام ہے اور شغل آپ کے واسطے بجز تلاوت قرآن شریف و اذکار ماثورہ و نوافل کوئی ضرورت نہیں یہی موجب ترقی اور باعث ازدیاد یقین ہوں گے فقط۔

تعلیم فرزندان کو قوال و محمد لیسین خان جو مشورہ ہے تو بندہ کے نزدیک جب تم نے یہ کام اختیار کر رکھا ہے وہ بھی آجاویں کیا حرج ہے؟ اس باب میں کیا ضرورت مشورہ ہے؟ محمد عمر کی جدہ سے حال اُس کا کہا، وہ بہت بہت دست بستہ سلام و شکریہ ادا کرتے ہیں باوصف پیرانہ سری نہایت عجز سے اظہار کرتے ہیں کیونکہ اُس کی بدوضعی سے رنجیدہ ہیں۔ اگر آپ کے اثر صحبت سے کچھ ہو جاوے تو بہت عمدہ امر ہے رضبط اوقات بھی عمدہ طرح پر ہیں۔ سویرے آنکھ کھلنے کے باب میں پہلے لکھ چکا ہوں وہ خواب تین ٹونٹیوں جاری ہونے کا، وہ آپ کے فیضان ہیں کہ جاری ہوویں گے دوام آگاہی کے حبس میں غفلت نہ ہو فنائے قلبی سے تعلق رکھتا ہے۔ دوام آگاہی مبارک ہو۔ تجلی ذاتی سے ہوا مرتبہ دون ہے۔ جو کچھ خطوط میں آپ نے لکھا تھا وہ سب زبان غیر تھی

تمہارا درمیان نہ تھا وہ سب خطوط بطور حرزِ جان رکھتا ہوں۔ کیا محل گستاخی اور ندامت کا ہے ؎

درگور برم از سرِ گیسوئے تو تارے   تا سایہ کند بر سرِ من روزِ قیامت !

زیارت فخر عالم علیہ السلام اختیاری بات نہیں، درود شریف کی کثرت و محبت موجب اس کا ہے، فی الواقع چشتیہ زمان دور از مقصد ہیں۔ فقط والسلام

مولوی محمد صدیق صاحب کو سلام مسنون پہنچے جواب مسئلہ لکھ کر عزیز الرحمٰن کو دے دیا تھا شاید پہنچا ہو؛ فقط آپ کو محمود اور دیگر طلباء کا سلام پہنچے۔ ہر چند آپ کے حسن ظن بندہ کے باب میں ہیں مگر دعا بھی کرنا کہ مجھ کو بھی کچھ اس راہ سے مل جائے من آنم کہ دانم۔ فقط   مورخہ ۱۴ جمادی الثانیہ ۱۳۰۱ھ ہجری روز جمعہ

مکتوب نمبر ۲۱

مولوی صدیق احمد صاحب السلام علیکم! بعد تمہارے جانے کے یہ خیال آیا کہ سربند عطیہ حضرت سلمہٗ کہ اس احقر کو عطا ہوا تھا اور پانچ سال میرے استعمال میں رہا آپ کو ابھی دیا جاوے کیونکہ اس کے طالب چند شخص تھے۔ چونکہ آپ احق ہیں اور تاخیر میں خیال تھا کہ شاید مجبوری سے اُن کو دیا جاوے لہٰذا اب ہی ارسال مناسب ہوا۔ بدعا خیر یاد رکھیں۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۱۳۰۱ھ۔

مکتوب نمبر ۲۲

مولوی صدیق احمد صاحب مد فیوضہم السلام علیکم! بخیریت ہوں۔ جواب آپ کے چار خط کا سابق روانہ کر چکا ہوں۔ اب اور خط آیا جس میں پیر جیو فخر الحسن صاحب کا خط ہے اس کا جواب تو وہی جواب ہے جو پہلے لکھ چکا ہوں اب اگر خواہ مخواہ وہ مجھ سے تعلق بلاواسطہ چاہتے ہیں تو اب کی ملاقات تک ملتوی رکھیں اور چند بار استخارہ کر لیں بعد استخارہ و قرار رائے بروقت دیکھا جائے گا کچھ جلدی کی بات نہیں۔ فقط

ندامت اعمال کے باب میں جو لکھا ہے تو کچھ حال اہل وجد چشتیہ کا منکشف ہونا ممکن ہے۔ جب نسبت وجدیہ غلبہ کرتی ہے اپنے آپ کو بدتر از کفار سالک تصور کرتا ہے۔ بخاری کی "کتاب الایمان" میں ملاحظہ کریں کہ اکثر اصحاب اپنے نفاق پر اندیشہ رکھتے تھے اور کوئی مطمئن اپنی نجات و ایمان پر نہ تھا ؎

سودہ شد از سجدۂ پیش بتاں پیشانیم !   چند بر خود تہمت دین مسلمانی نہم

یہ شعر شیخ عبدالقدوس اکثر لکھتے ہیں اور غلبہ وجد میں سب اشیاء کو اپنے آپ سے بہتر جانتے ہیں۔ پس آپ پر اب بعد رفع سکر یہ نسبت اثر کرتی ہے۔ اپنے اعمال و افعال پر ندامت اس کا اثر ہے۔ مبارکباد فقط والسلام۔

پیر جیو فخر الحسن اگر آپ سے بیعت کر لیں تو بہتر ہے ورنہ جواب اوّل لکھ چکا ہوں اُس پر عمل کریں۔ پیر جیو صاحب

کو بعد سلام مسنون مضمون واحد ہے مستطیل خط کی حاجت نہیں۔ مولوی محمد صدیق صاحب کو سلام مسنون پہنچے۔ گھر اُن کے خیریت ہے؟ سُنا ہے کہ اُن کی زوجہ کو پلک بندی سے فائدہ نہ ہُوا۔ دُعا کرتا ہوں کہ حق تعالےٰ صحت عطا فرمائے۔ بندہ ہوں بندگی سے کیا چارہ جز عرض کام نہیں اور کچھ اختیار نہیں فقط والسّلام ۱۴ رجب ۱۳۰۱ھ۔

مکتوب نمبر ۲۳

مولوی صدیق احمد صاحب مدفیضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دو خط آپ کے پہنچے، حال معلوم ہُوا۔ جملہ حالات آپ کے عمدہ ہیں خواہ حیرت ہو خواہ عبودیت موجب شکر ہیں اور خواب جو دیکھے اور نقل کئے وہ بھی سب رویاء صالحہ ہیں، محتاجِ تعبیر نہیں۔ ہاں البتہ اُس کے بیان کی ضرورت ہے کہ آپ اس عاجز پا برہنہ کے پیچھے جو اپنے آپ کو دیکھتے ہو تو اس کی دو وجہ ہیں ایک تو آپ کے عقیدہ میں یہ امر قرار پایا کہ یہ گمنام کچھ ہے۔ دوسرے فی الواقع اس ناکام کو آپ کا وسیلہ ظاہر بنایا ہے۔ سو اگرچہ چاہ سے پانی نکلتے وقت رہٹ کے ظروف میں اول پانی آتا ہے مگر کھیت میں جاکر جمع ہوتا ہے۔ سو اوّلاً تو ظروف جز طریق زراعت اور کچھ نہیں اور جو کچھ پانی اُن میں رہتا ہے یا آتا ہے وہ بہت قلیل نسبت بزراعت ہے۔ اگرچہ ظروف مقدم زراعت پر ہیں مگر نفس تقدم کو کیا شرف ہے؟ لہٰذا تقدم موجب فخر نہیں ہاں آپ کے اتباع سے فخر ہے کہ " باشد کہ پیر را بذریعہ مرید نوازند "

اب یہ لکھتا ہوں کہ مولوی خلیل احمد کی نسبت بسیط ہے کہ حضور میں اعلیٰ درجہ کو پہنچے اور نوادر وقائع وانکشافات جو آپ کو ہوتے ہیں وہ اُن کو پیش ہی نہیں آئے اور آپ اس نسبت مفصلہ کے حامل ہیں۔ اس امر میں بمراتب ان سے سابق واعلیٰ ہُوا در حضور و یادداشت میں قریب ان کے ہوا اپنا یہ فہم ہے۔ والغیب عند اللہ تعالےٰ ان کی نسبت خواجہ محمد باقی علیہ الرحمۃ کے طرز پر مناسب ہے اور آپ کی حضرت مجدّد علیہ الرحمۃ کی وضع پر چسپاں ہے کہ اگرچہ نسبت وہی نسبت ہے مگر بسط وبساطت کا فرق ہے اور بظاہر اب اثر نسبت تمام لطائف وعناصر پر واقع ہو گیا۔ قالب اُس وقت عبادت میں مسرور ہوتا ہے کہ اس میں اثر ذکر آجاتا ہے والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

مولوی فخر الحسن کے واسطے جیسا آپ نے مناسب جانا بہتر ہے۔ اب سردست ان کو ذکر جہر بارہ تسبیح معمولی چشتیہ تلقین فرمادیویں وہ کرتے رہیں پھر وقت ملاقات دیکھا جائے گا۔ فقط زیادہ والسّلام

بندہ جو کچھ حال خود لکھتا ہے بخدا مقصود اس تحریر سے انکسار و تواضع نہیں بلکہ یہ خیال آتا ہے کہ دُنیا میں تو سب احوال و مراتب بندگان مخفی ہیں نہیں معلوم کہ کون ادنیٰ ہے اور کون اعلیٰ مگر انصاف سے مرتبہ بذریعہ احوال عادات واخلاق معلوم ہو جاتا ہے۔ سو اپنے حالات معلوم ہیں اگر اب بھی وہ دم پیری آپ کے روبرو مارے جاؤں تو روز قیامت وقت ظہور سرائر عبث ایک خفت و سبکی حاصل کرنا اور کشف عجب وریاء ہو کر ندامت حاصل ہووے گی۔ لہٰذا بہتر ہے کہ دُنیا میں اظہارِ حقیقت کر کے سبکدوش ہوں۔ اور الزام معتقدین سے اس روز نجات پاؤں اور باقی خیر کس کو اپنی بڑائی بُری معلوم ہوتی ہے۔ فقط ۱۱ر شعبان ۱۳۰۱ھ۔

مکتوب نمبر ۲۴

برادرم مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! دو خط آپ کے پہنچے۔ آپ کے خیالات کی تصدیق کرتا ہوں اور خواب جو آپ نے لکھے سو سب خواب رویاء صالحہ ہیں تعبیر کی حاجت نہیں۔ مگر دیوبند کے مدرسہ کے خواب کی البتہ ضرورتِ تعبیر ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس حقیر کا خیال ہر روز یہ ہے کہ فلسفہ محض بیکار امر ہے اس سے کوئی نفع معتد بہ حاصل نہیں، سوائے اس کے کہ دو چار سال ضائع ہوں اور آدمی خردماغ غبی دینیات سے ہو جائے فہم کج و کور فہم شرعیات سے ہو جاوے اور کلماتِ کفریہ زبان سے نکل کر ظلماتِ فلاسفہ ہیں قلب کو کدورت ہو جائے اور کوئی فائدہ نہیں لہٰذا اس فن خبیث کو مدرسہ سے اخراج کر دیا تھا۔ چنانچہ ایک سال سے اُس کی پڑھائی مدرسہ دیوبند سے موقوف کر دی گئی ہے مگر بعض بعض مدرسین اور طلباء کو خیال اس کا چلا جاتا ہے اور شاید خفیہ خفیہ درس بھی اس کا ہوتا ہو تو بظاہر یہ مراد اُس رویاء سے ہووے۔ والغیب عنداللہ تعالیٰ۔

دوسرے یہ کہ جیسا آدمی کے اندر کوئی امر پختہ ہو جاتا ہے وہ سب کو ویسا ہی خیال کرتا ہے بلکہ مشاہدہ کرتا ہے۔ لہٰذا جو حال سالک پر وارد ہو گا سب میں وہی معائنہ کرے گا۔ تو کلیہ ہے اہل یادداشت جانتا ہے کہ یہ امر سب کو حاصل ہے بلکہ بداہتہً دیکھتا ہے کہ بسبب ظہور اس امر کے سب میں موجود ہے اور اگر اس کے خلاف احوال دوسرے لوگوں سے مشاہدہ کرتا ہے تو تعجب کرتا ہے کہ یہ امر کس طرح سرزد ہوا علیٰ ہذا۔ دیگر نسب کا حال ہے مگر جب بتمکین تامل کر کے دیکھتا ہے تو جانتا ہے کہ یہ امر اپنا عندیہ ہے ورنہ سب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں خصوصاً وہ حال کہ نہایت کو رجوع کر آیا ہو وہ تو تمام خلق میں واضح معلوم ہوتا ہے۔

غرض یہ سب امور درست ہیں۔ ہاں اس بسط کے ساتھ اور تفصیل کے اپنے کسی دوست کو یہ واردات نہیں ہوئے۔ یہاں ہر روز اجمالی یادداشت کی تحصیل رہی اور درمیان کے وقائع محذوف یہ فضیلت آپ کو نصیب ہوئی اور یہ تفصیل آپ کو سپرد ہوئی۔ حق تعالیٰ برکت و ترقی فرمائے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ آپ کے سب خطوط بندہ نے جمع کر لئے ہیں شاید کسی کے کام آ جاویں فقط باقی سب طرح خیریت ہے۔ ۷ رشعبان کو مسعود احمد بھی دہلی سے بتقریب رمضان آ لئے ہیں۔ ۱۳۰۱ھ

مکتوب نمبر ۲۵

مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم السلام علیکم۔ بندہ ایک ہفتہ سے دیوبند ہے آپ کا خط گنگوہ سے دیوبند آ کر مجھ کو ملا۔ حال معلوم ہوا۔ عزیزا وہ کون ہے کہ حدیث النفس سے محفوظ ہے۔ خود سرورِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی حدیث النفس کا ورود تھا مگر خیر اُس کا خیر ہے اور شر اس کا شر، تدبیر خلق اور اصلاح امور معاش معاد کی حدیثاً النفس صالحات میں ہے اور خلاف اس کے ضد اس کی ہے۔ الحاصل حدیث النفس و خواطر لازم بشر ہیں۔ ہاں اگر غلبہ ہو کر ذکر

سے مانع وصاد ہو جاویں تو بُرا ہے تفرقہ زبوں امر ہے ورنہ کیا اندیشہ ہے ؟ ابوالحال کو کوئی خطرہ مضر نہیں۔ ہاں ابن الحال کو ضرر ہے۔ سو آپ بفضلہ تعالےٰ اس سے مامون ہیں معہذا چونکہ سعی آپ کی ازالہ احادیث نفس میں ہے تو تدبیر اس کی یہ ہے کہ صمدیتہ حق تعالےٰ کی مدنظر رہے۔ اپنا عاجز محتاج ہونا اور حق تعالےٰ کا غنی عاجز نواز ہونا ہر حال اپنی ضرورت وحاجت اور اس کی توجہ واعانت اس مراقبہ سے رفع احادیث ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ زیادہ کچھ ضرورت نہ ہووے گی۔

محمود کے باب میں آپ لکھتے ہیں مجھ کو اس کے قول قرار کا اعتبار نہیں۔ معہذا اگر وہ خود حاضر خدمت ہونا چاہتا ہے تو اجازت دیتا ہوں۔ انما اَشْكُوْ بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ اور کیا لکھوں ؟ سو آپ اس کو اگر بلاویں تو اجازت ہے اور وہ مجھ سے اگر پوچھے گا تو اجازت لکھ دوں گا۔ بلکہ کل پرسوں کو اگر وطن کو خط لکھوں گا تو از خود اجازت لکھ دوں گا۔ فقط والسلام۔ بعد سعی وتدبیر کے اب تعلیم طفلاں میں اسقاط تدبیر کرتا ہوں اور یہ اپنی خامی ہے ورنہ پہلے سے ہی اگر ایسا کرتا تو رنج نہ ہوتا۔ ماشاء اللہ کان فقط والسلام۔

مولوی رفیع الدین صاحب کو ربع کا دَورہ آتا ہے بہت ضعیف ہیں دو روز تک بے ہوش رہتے ہیں۔ چلنے پھرنے کی طاقت نہیں۔ حاجی محمد عابد صاحب بھی ایسے ہی ہو گئے تھے مگر تین دورے ٹل گئے ہیں، افاقہ ہے۔ سب کا سلام پہنچے۔ ۱۳۰۳ھ۔

مکتوب نمبر ۲۶

برادرم مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالےٰ وبرکاتہ آپ کا خط آیا صحت مزاج آپ کی اور حافظ محمود سے طمانیت ہوئی۔ آپ کی ہمت سے توقع ہے کہ عزیز ممدوح کو علم نصیب ہو جاوے اور خود تو دُعا کرتا ہی ہوں کہ اہلِ غرض ہوں۔ آپ کی صفائی یادداشت موجبِ نعمت ہے اور شکر کا مقام ہے ع

تا یار کرا خواہد ومیلش بکدام است

کسی کے اختیاری نہیں سب واہب العطیات کی طرف سے ہے۔ مراقبہ صمدیت وقت خطور خطرات کے بہت مناسب ہے یا عابدیتہ یا اور کوئی جس میں طبع مشغول ہو جائے ضرورت تعین شغل کی بلندی کے واسطے ہوتی ہے منتہی اپنے اختیار میں ہوتا ہے جس امر سے مطلب برآمد ہو وہی کرے نہ اس کو قید ذکر زبانی کی ہے کوئی ذکر ہو نہ کسی تصور خیال کی غرض کام سے ہے اور بس فقط والسّلام۔

مجھ کو بھی دُعا میں یاد کر لیا کرو۔ آپ کا حسن ظن اپنا رفیق بنا رکھا ہے۔ فقط ۱۳۰۲ھ

مکتوب نمبر ۲۷

مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالےٰ وبرکاتہ آپ کا خط آیا موجب فرحت وسرور ہوا۔

الحمدللہ علی احسانہ کہ آپ کو اُس ذات پاک نے اپنا بنایا اور اپنی نسبت عطا فرمائی۔ ظاہر باخلق باطن باحق کیا۔

ع۔ کجا خود شکر ایں نعمت گزارم

یہ سب عنایت پاک پروردگار تعالٰے شانہٗ کی ہے۔ آپ کا حال حضرت سلمہٗ کی خدمت میں عرض کیا تھا وہاں سے حکم آیا کہ اجازت اخذ بیعت وتلقین دینا چاہیئے۔ حسن ظن سے اس ناکام کو بھی باکام فرما دیوے آمین! فقط

زیادہ کیا لکھوں محمود کے حال سے بھی طمانیت ہوئی۔ آپ کی توجہ سے اس کا بھی کام ہو جاوے۔ حق تعالٰے آپ کو ہر طرح ترقی فرماوے۔ یہاں ہر طرح عافیت ہے مولوی فخر الحسن جاتے تھے ان کو خط نہ دے سکا طبع نے تحریر سے کاہلی کی۔ آج جمعہ کو لکھتا ہوں۔ ۱۳۰۲ھ۔

مکتوب ۲۸

مولوی صدیق احمد صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ در باب قاسم جو لکھا تھا تو اطلاع کرنا منظور تھا کہ اس کا خیال رہے۔ جب آپ خود اس کا خیال رکھتے ہیں تو کچھ ضرورت نہیں۔ محمود کے واسطے نسخہ مقوی دماغ لکھتا ہوں اس کو بنوا دینا۔ ابو محمد کے باب میں جو لکھا ہے تو اگر آپ اُس کی تعلیم میں تکلیف نہ اٹھاویں تو بلالو اور جو تم کو تکلیف ہو تو مت بلاؤ۔ مجھ کو یہ خیال ہے کہ مجمع طفلاں سے آپ کو تکلیف نہ ہووے ورنہ اور کوئی مانع نہیں۔ اور تحریر دوستاں سے اگر محمود تائب ہوا تو بندہ بھی راضی ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ اس کو توفیق صلاح دیوے۔ آمین

یہاں مرض بخار بہت ہے مجھ کو چند دورہ آکر صحت ہوگئی۔ والدۂ محمود کو شروع ہے اور اس کی بہن کو بھی صحت ہوگئی۔ یعقوب کو آتا ہے، حافظ ابراہیم بھی بیمار ہیں۔ فقط

مولوی محمد صدیق کے گھر تندرست ہیں ان کو سلام مسنون فرماویں۔ پوست ہلیلہ زرد ۳ تولہ۔ پوست بہیڑہ ۳ تولہ آملہ ۳ تولہ۔ اسطوخودوس ۳ تولہ۔ ناگرموتھا ایک تولہ۔ لونگ ایک تولہ۔ دارچینی ایک تولہ مصطلگی ایک تولہ۔ کوفتہ در شہد۔ ثالہ پختہ آمیختہ دارند چھ چھ ماشہ صبح شام کھلاویں۔

والدہ مسعود محمود کو دُعا کہتی ہیں۔ پھر لکھتا ہوں کہ ابو محمد کو بلانا تمہاری رائے پر ہے۔ اگر آپ کو تکلیف نہ ہو تو بلالو میری طرف سے کچھ انکار نہیں۔ فقط ۱۳۰۲ھ

مکتوب ۲۹

مولوی صدیق احمد صاحب مدفیضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا نامہ دیوبند میں ملا۔ استقامت باطنی جو عطیہ واہب العطایا ہے آپ کو ملی ہے مستوجب شکر بے نہایت کا ہے۔ بس زیادہ کیا لکھوں رزق و نفقہ انسان کا دُنیا میں رفع ضرورت حوائج بشریہ کے واسطے ہے ورنہ انسان کو حامل اموال و مخزن مزبلہ نہیں بنایا۔ پس صاحب حال و مقام کو یہی بس ہے کہ قدر کفاف ملے زائد تو بس زائد ہی ہے۔ اللھم اجعل قوت آل محمد کفافا خود دُعاء

فخر عالم علیہ الصلوٰۃ کی ہے۔ پھر یہ وظیفہ جو ہے ہنوز اس میں کوئی تغیر تنکر پیدا نہیں ہُوا جو یہاں سے قطع کر کے دوسری جا مشقت کو گوارا کیا جائے۔ بعد ازانکہ حسب مقدر تغیر ہُوا تو اس وقت دوسرا در رزق کھلا ہُوا ہے۔ کوئی معین جگہ نہیں کہ اس پر حصر ہو جہاں حکم و مقدر ہووے گا وہاں ہو جاوے گا۔ بندہ بدست مولا تعالےٰ شانہٗ مثل مُردہ بدست غسال ہے" افوض امری الی اللہ" پس ہم کو کیا فکر اس شئے کا جس کا ضمان خود مولی العالمین فرماتا ہے وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ پس میرے عزیز ملک مسلمانان میں کہ تم سے وہاں کے لوگ مربوط ہیں مطمئن رہو۔ جب تک حکم ہے جس وقت دل تنگی ہو اس وقت جیسا حکم و وقت ہو گا اور جہاں کا اشارہ استفت قلبك سے ہووے گا جانا یا رہنا بس اس پر ہی مستقیم رہو۔ باقی عنایت علی خان کا طلب کرنا سو بغناء قلب مضائقہ نہیں۔ اگر اصرار کرے اور وہاں جانے میں کچھ کلفت وانقباض طبع نہ ہووے رہ باس و اد رۂ محمود کی حالت سے مسرور ہوتا ہوں اور تمہارے فیض باطن کا ثمرہ جانتا ہوں اس کو بہت بہت دعا سلام فرماویں اور حافظ ابراہیم کو بھی مولوی محمد صدیق صاحب، مولوی فخر الحسن صاحب اور فتح خان اور جو صاحب عنایت فرما ہیں ان کو میرا سلام مسنون فرماویں۔ جو اشخاص کہ آپ کی تلقین سے بہرہ ور ہوئے اُن کو مشرف بیعت سے فرماؤ۔ بندہ کی اس میں سربلندی و فرحت کا موجب ہے۔ فقط

جمعہ تک قیام دیوبند کا ہے۔ شنبہ کو سہارنپور کا قصد ہے۔ وہاں چند روز قیام ہو کر براہ رامپور گنگوہ جاؤں گا۔ اگر مقدر ہے۔ فقط ۱۳۰۲ھ۔

مکتوب نمبر ۳۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا۔ مدرسہ کی صورت سے مسرور ہُوا مولوی محمد صدیق کا وہاں جانا مناسب ہے۔ مگر مدرسہ انبیٹھہ کی خرابی کا خیال ہے۔ اگر یہاں دوسرا تجویز ہو جائے تو پھر کوئی خدشہ نہیں۔ اس وقت تک مجھ سے کچھ ذکر نہیں آیا۔ اگر مشورہ ہُوا تو یہی جواب دیا جائے گا۔ سلطان الاذکار حقیقی کے بعد خطرات سوء کی گنجائش نہیں رہتی۔

ع ہر جا کہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند عام را

مگر ہاں خیالی سلطان الاذکار ہو گا۔ اب اس کی تدبیر کثرتِ ذکر ہے کہ بسبب کثرت ذکر کے بیخ ذکر قائم ہو کر بیخ خطرات کو قطع کر دیوے خواہ بجہر خواہ خفی مثل میت کے ہو جانا فنا نہیں بلکہ ایک حالت ہے کہ نفس مقیم وھاکن ہر دو بند ہو جاتے ہیں اور قلب اس حالت میں گرم و ذاکر رہتا ہے اور یہ حالت پہلے بزرگان چشتیہ پر کہتے ہیں کہ وارد ہوئی ہے اور فی الحقیقت یہ سبب ہے کہ جب اس عالمِ شہادت سے چھوٹ کر عالمِ غیب سے آشنا ہوئے اور تجلی جبروت واقع رُوح وقلب سالک پر ہوتی ہے تو از خود رفتہ مثل مُردہ ہو جاتا ہے کہ تحمل اس وارد کا نہیں رکھتا اور وارد نہایت شدت سے ہوتا ہے۔ دفعتہً حالت مُردہ جیسی ہو جاتی ہے۔ اس قسم کی حالت اپنے زمانے میں کہیں نہیں دیکھی البتہ قدماء کے حالات

حالات میں لکھا ہے۔
جواب امر ثالث یہ ہے کہ نیستی تام نہیں ہوئی۔ اگر فناء تام ہو جاوے تو اگلا راہ مفتوح ہو۔ بندہ کے نزدیک ابتدا میں نقصان رہا ہے ذکر نے قیام نہیں پایا۔ والغیب عند اللہ رات کو ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ فقط اسحاق نور الحسن کا پیغام مولوی منظر حسین سے کہدیا ہے۔ فقط ۱۳۰۳ھ

مکتوب نمبر ۳۱

مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم السلام علیکم۔ خط آیا آپ کے حالات رفیعہ ورجوع الی البدایۃ موجب مزید سرور ہوئے۔ رجوع کے معنی صحیح لکھے ہیں اور یہی حالات تجلی ذاتی کے ہیں مگر ہنوز کمال اس کا نہیں ہوا انشاء اللہ تعالیٰ قریب کامل ہوتی ہے اور خوابیں جو ہیں وہ نشان آپ کے صراط مستقیم پر ہونے کے ہیں۔ حق تعالیٰ ہر روز استقامت عطا فرمائے اور اس احقر کو اور سب دوستوں کو اور سب مسلمانوں کو نصیب فرماوے آمین۔ زیادہ والسلام۔ دُعا کا امیدوار اپنے سب دوستوں سے ہوں اور خود دُعا سب کے لئے کرتا ہوں۔ رقیمہ بندہ رشید احمد عفی عنہ از گنگوہ رمضان المبارک ۱۳۰۳ھ۔

مکتوب نمبر ۳۲

مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! آپ کا خط موجب فرحت ہوا جو خطرہ کہ انتشار نہ دیوے وہ خطرہ ہی نہیں خطرہ سے کون خالی ہوتا ہے۔ اگر خطرہ نہ ہو تو تمام کاروبار بند ہو جاویں۔ بہر حال شکر کی جگہ ہے کہ پروردگار عالم اپنے کسی بندہ کو اپنے ذکر سے منور فرماوے اور مقبول بنالیوے۔ عزائم اب بھی بلند ہیں مگر معتاد ہونے کی وجہ سے اور ملکہ پختہ ہونے کے سبب سے کمی معلوم ہوتی ہے ورنہ فی الواقع سب قوت اور نسبت میں زیادہ ہے۔ یہ امر بعد ذکر کے معلوم ہوگا۔ مزار حضرت مجددؒ پر حاضری ہو تو کچھ اس ناکارہ کے واسطے بھی خیال رکھنا اور زبانی مزار مبارک پر بہ نشان نام سلام عرض کر دینا۔ زیادہ کیا کھوں منشی فتح محمد کو بعد سلام یا باسط کا التزام گیارہ سو بار بعد عشاء فرماویں۔ مولوی عبد الصمد کو بھی سلام مسنون فرماویں۔ حافظ خیر الدین صاحب اگر ہوں سلام پہنچے اور مولوی پیرجی فخر الحسن کو بھی فقط ۱۳۰۳ھ۔

مکتوب نمبر ۳۳

مولوی صدیق احمد مدفیوضہم السلام علیکم بندہ بخیریت ہے مطمئن رہیں۔ آپ کا خط آیا صحت بعد مرض سے فرحت وسرور ہوا۔ حق تعالےٰ تندرست اور اپنی رضا میں رکھے۔ اجنٹ کے انتقال کی خبر پہلے سُنی تھی حق تعالےٰ کسی مسلمان کو وہاں مقرر فرماوے انگریز کا آنا بظاہر اچھا نہیں ام الصبیان کے واسطے یہ عمل کرو کہ ایک دھاگہ خواہ کسی رنگ کا ہو

سفید ہو یا سیاہ اور کوئی مقدار تاروں کی بھی نہیں مگر سات یا نو یا گیارہ ہوں تو بہتر ہے۔ اس پر اکتالیس ۴۱ بار سورۂ فاتحہ معہ تسمیہ پڑھ کر ہر فاتحہ پر ایک گرہ لگاؤ۔ جب ۴۱ فاتحہ اور ۴۱ گرہ ہو جاویں پسر کے گلے میں ڈال دو۔ حق تعالےٰ فضل فرماوے گا۔

زکوٰۃ کے روپیہ سے کچھ خرید کر دینا درست معلوم ہوتا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک قیمت زکوٰۃ دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ پس روپیہ زکوٰۃ سے اگر پارچہ جوتہ طعام خرید کر دیا جاوے گا بہ نیت زکوٰۃ تو زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی۔ اور شوافع کے نزدیک عین شئے سے دینا لازم ہے لہٰذا خود روپیہ ہی دینا احوط و ابعد عن الخلاف ہے۔ نصاب میں آمدنی کے آمدنی کا حساب ہے اگر سال بھر کو قدر یا محتاج کافی ہو تو غنی ہے ورنہ فقیر، قیمت کا اعتبار نہیں اگرچہ شرح وقایہ نے قیمت کا اعتبار کیا ہے مگر فتویٰ آمدنی پر دیا گیا ہے اور جس قدر صُورتیں آپ نے لکھی ہیں ان سب صورتوں میں طلباء فقیر ہیں ان کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔ حاجت شرح کی نہیں جو مالک قدر نصاب کا ہے مگر قادر نہیں وہ فقیر ہے۔ فقط

جو کچھ بزرگان نے لکھا ہے اپنے اپنے تحقیق و مشاہدہ کو لکھا ہے اور ذات بحت خارج از بحث اور دُور از حکم اور وراء معلوم ہونے کے ہے۔ سوائے ہستی مطلق کے کہ اطلاق سے بھی محض پاک و بری ہے اور کچھ کسی کو علم نہیں۔ پس اس باب میں حضرت مجددؒ کو امام اپنا جاننا چاہیئے اور باقی سب کے کلام کو تاویل کرنا مناسب ہے اور حضرت مجددؒ جہاں اطلاق کو ثابت کرتے ہیں اس سے وہ اطلاق ہے کہ درجہ "لا بشرط شئے" ہے کہ اطلاق سے بھی مبرا ہے اور جہاں انکار کرتے ہیں انکار "بشرط شئے" اور "بشرط لا شئے" سے فرماتے ہیں۔ فقط

آج کل سنن ابی داؤد ہوتی ہے جماعت بہت کم ذہن و کم استعداد جمع ہوئی ہے جو چند طلبہ قابل ہیں اُن کا بھی راہ بند ہو رہا ہے۔ مولوی ظہور احمد بھی شریک ہیں کچھ شغل بھی کرتے ہیں، دو کام ہونے مشکل ہیں عمدہ طرح پر ایک ہی کام ہوتا ہے۔ فقط

مظہر حسین مثل سابق ہیں نہ کوئی کام ہے نہ بظاہر کوئی شغل ہے بندہ سے کچھ نہیں پوچھا نہ اب تک کوئی بیعت ہیں۔ فقط افسوس کسی امر کے نہ حاصل ہونے کا عمل کرنے سے بہتر ہے۔ کیونکہ افسوس مقامِ افلاس میں ہوتا ہے اور میں دعوی حصول ہے بندہ کے واسطے نیستی ہستی سے بہتر ہے کہ اصل عبد کی عدم و نیستی ہے۔ فقط والسلام

ہلاس آنکھ کی ٹڈی کے مریض کو ہر وقت دیویں ظہور دورہ کی ضرورت نہیں۔ براہین قاطعہ صاف ہو کر طبع کے واسطے مطبع ہاشمی میں بھیجی ہے۔

مکتوب ۳۴

احقر الناس بندہ رشید احمد بعد سلام مسنون می رساند بفضلہ تعالےٰ بعافیت ہوں آپ کے چار نامہ بتوالی پہنچے۔ آپ کے حالات رفیعہ پر مسرور ہوتا ہے اور دعا ترقی کرتا ہوں اور اپنے اوپر افسوس ہوتا ہے کہ آپ کس حالات و خیالات میں اور یہ ناکارہ کیسی غفلت و حرماں میں۔ مگر شاید حسن ظن مخلصاں موجب مخلصی کا ہو جاوے۔ مکرما اس احقر کو

نہ اتفاق مطالعہ کتب صوفیاء و اہل حقائق ہُوا اور نہ گاہے اُس کی طرف خواہش ہوئی۔ کیونکہ نہ اس مشرب سے واقف ہُوا نہ یہ مقامات پائے غیر کے مقامات کی تحقیق اپنے مقام سے عالی بحث و تحقیق کرنا جائز نہ جانا۔ مکتوباتِ مجددیہ کو کبھی دیکھا نہ کتب ابن عربیہ کو نہ اُن کے مسالک سے متنبہ ہُوا اور نہ اُن کے مشارب میں غور کیا۔ اپنی بے استعدادی کو دیکھ کر اور ناقابلیت کو یقین کر کے یہ تسلّی کرتا رہا ہوں کہ اصل الاصول اور اصل مقصود و مامور سلوک صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں اس میں بحث بندگی سے اور ایمان بالغیب کے کالمشاہدہ ہو جانے سے اور حسنِ اخلاق سے ہے جس کا مآل غیریت اور عبدیت اور معبودیت پر ہے۔ نہ وہاں کشف حقائق تھا نہ وہاں بحث حقیقت الحقائق کی ملاحظہ کی اور ربط خالق و مخلوق کی کیفیت ادراک کی ہے جو اضمحلال سے کلام ہو یا اس کی تحقیق ہو۔ پس یہ متاخرین کے کشف و انکشاف وہاں نہ تھے بلکہ اُن کو وہ مضر تھے بس اپنے دل کی تسلّی کی اور مطالعہ اور بحث فنِ حدیث میں رہی۔ اس کے بھی کچھ مسائل معلوم ہوئے تو اب اپنے امور وجدانیہ کو کیا لکھوں وجدان اگرچہ صحیح ہو کشف کو جو مشاہدہ ہے اور علم بدیہی قطعی کس طرح مقابل ہو کر رد کر سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کے سب مشاہدات کا جواب بندہ کے نزدیک اجمالی طور سے یہ ہے کہ حالات رفیعہ ہیں حق تعالےٰ برکت فرمائے اور ترقی عطا کرے اور آپ کے فیض سے عالم کو منور فرمائے اور اس عاجز کو بھی آپ کے ذیل میں درج فرماوے آمین۔ مگر چونکہ آپ کے حسن عقیدت نے مجھ کو اس قدر عزت دی اور آپ میری رائے ناقص کو پسند کرتے ہیں تو کچھ اپنا وجدان لکھتا ہوں اگرچہ لائق تحریر نہیں۔ سید فتح محمد کو ذکر اسم ذات بجہر مناسب ہے جو نہ ہو سکے تو وہی حبس کافی ہے مگر تھوڑا کریں اور توجہ فقط آپ کے پاس بیٹھنا کافی ہے اگرچہ بطور معمول لطائف کو بیدار کر کے لطائف طالب پر توجہ نہ ہو برکت صحبت اصل توجہ ہے اور ہمتِ شیخ امر دیگر ہے پس اگر موقع ہو تو فقط پاس بٹھا کر ان کا خیال کر لیا کرو ورنہ کچھ ضرورت نہیں۔ فقط

توکل شاہ صاحب کے مُرید کا جو حال لکھا ہے اُن کے خیال میں انفعال ہے قلب میں ذکر راسخ نہیں ہُوا ان کو ذکر کرنا لازم ہے خطرات رفع نہیں ہوتے جب تک قلب میں ذکر نہ قائم ہووے مخیلہ کا قصّہ بے ثبات ہوتا ہے۔ فقط

اُوپر لکھا ہے کہ بندہ کو اصطلاحاتِ صوفیہ پر نظر نہیں جو کچھ اپنا مزعوم ہے وہ یہ ہے کہ نفس رحمانی اور وجود بنسط اور حقیقت الحقائق اور صادر اول سب ایک شئے ہے اور یہ حادث ہے اور وحدت وجود اسی موطن میں ہے۔ یہ نفس رحمانی منزہ عن الالواث والاحداث ہے اور ذات پاک وراء الوراء اس سے بھی عالی اور منزہ ہے۔ بے کیف و کم اور عقل و فہم سے اعلیٰ و مبّرا ہے پس "غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست"۔ اس سے زیادہ کچھ علم اُس کا کسی کو کسی فرد بشر کو نہیں جو کچھ کسی ولی یا نبی کے ذہن میں عبور کرتا ہے وہ ذات پاک اس کی غیر ہے اور اعلےٰ لا الہ الا اللہ خلاصہ سب کا ہے ذات پاک قید اطلاق سے بھی مطلق ہے "لابشرط شئے" اور اس شرط سے بھی مبّرا ہے اور تنزلات سے بھی پاک ہے۔ جیسا عوام جاہل ذات سے بجز اس کے نہیں جانتے کہ "ہے" ایسا ہی خواص اخص الخواص کا علم ہے کہ اس علم کو بجز جہل کچھ حاصل نہیں اور جو کچھ مکشوف اُن کا ہے وہ سب خیال اور معلوم اُن کا

ہے۔ ذات پاک اس سے بھی برتر ہے ؎

اے برتر از خیال وقیاس وگمان و وہم　　وز ہرچہ گفتہ اند وشنیدیم و خواندہ ایم

شرح اس معمہ کی ہے اور یہ مسئلہ ربط حادث بالقدیم الخالق کا کہ کیسا ربط ہے غیریتہ ہے یا عینیت جیسا اہل وجود وشہود کا نزاع مشہور ہے سو بندہ کے نزدیک اہل وجود کے کلام نفس رحمانی کی نسبت ہے اور اہل شہود کے اعلی صفات وذات کی نسبت ہے اور نزاع لفظی معلوم ہوتی ہے یا شاید کشف کے اختلاف کی وجہ ہو والغیب عند اللہ تعالےٰ اور معیت وقرب واحاطہ بھی کیفاً خارج از فہم بشر ہے حق ہے اور ایمان اس پر فرض، مگر کیف اُس کا مجہول ہے اور جو کچھ مخیل ومعلوم بشر ہے وہ سب تحت لا الہ داخل ہے اس باب میں نسبت یادداشت نقشبندیہ اقرب الی التحقیق ہے واللہ تعالیٰ اعلم

یا اللہ جل جلالک اگر اس تحریر میں خطا ہوئی معاف فرمانا بندہ معذور ہے اور یہ جانتا ہے کہ ایمان باللہ اگرچہ بمشاہدہ حقائق ہو ایمان بالغیب ہی ہے اور بس اور جو توحید کہ انبیاء نے اس پر دعوت کی ہے وہ بالغیب ہی ہے اور نہایت عین بدایت ہے اندراج النہایہ فی البدایہ کے یہی معنی ہیں۔ عامی ابتداء انتہاء غائب ہے اور خواص بعد مشاہدات وتفصیلات غائب ہو جاتے ہیں۔ علم غیریت عوام کو تقلیداً ہے اور خواص کو غیریت محقق ہو جاتی ہے۔ فقط والسلام

دوسرا خط رجسٹری آیا فی الواقع وہ حالات غریبہ سے مملو ہے۔ اس طرح حالات تفصیلیہ کسی پر بندہ کے احباب و دوستاں میں وارد نہیں ہوئے اور خود اپنی کیفیت پہلے لکھ چکا ہوں کہ ان وقائع سے واقف نہیں البتہ وجدانی امور ہیں نہ کشفی۔ اور آپ کو حسب درخواست آپ کے اجازت اسم ذات اور جملہ اشغال کی اور قران وحزب الاعظم وغیرہ کی از سرِ نو دیتا ہوں۔ فقط

اور بعض دیگر امور جو استفسار فرمائے ہیں اُوپر کی تقریر سے معلوم ہو سکتے ہیں اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ بندہ کے نزدیک فناء علمی ہے فناء حقیقی ذاتی نہیں کیونکہ فناء ذاتی تبدل حقیقت کو چاہتی ہے اور عارف بعد وصول مبتدل الذات نہیں ہو جاتا بلکہ علم فناء ہو جاتا ہے ذات بحال خود رہتی ہے جو ربط موجود بمعدوم قبل وصول ہے اور جو اتصال خالق بمخلوق قبل کشف ہے وہ اپنی حالت سے متغیر نہیں ہوا البتہ علمی انکشاف وثبوت اور علمی اضمحلال وفناء حاصل ہو گیا ہے علی ہذا۔ نسبت کے حصول کے معنی یہ ہیں کہ جو نسبت بندہ کو حاصل واقعی ہے اس سے متنبہ اور عارف ہو گیا۔ نہ یہ کہ کوئی نسبت پیدا ہو گئی۔ حضور علم حضور کا نام ہے نہ ابتداع حضور کا کما لا یخفی۔ لہٰذا حضرت مجددؒ کے قول پر معتمد ہوں۔ والغیب عند اللہ تعالیٰ فقط والسّلام۔

بندہ کے واسطے دُعا فرماویں اور حق تعالےٰ آپ کو بمدارج کمال پہنچاوے فقط والسلام۔

حکیم صاحب گنگوہ میں ہیں سلام فرماتے ہیں۔ مولوی ظہور احمد بھی سلام کہتے ہیں۔ فقط

رجب ۱۳۰۸ھ

مکتوب ۳۵

گرامی قدر مولوی صدیق احمد صاحب مد فیوضہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ پہلے دو خط کا جواب روانہ کر دیا۔ ایک کوٹلہ دوسرا سرہند۔ اب تیسرا خط بدست مولوی خدا بخش صاحب پہنچا۔ آپ کے رفعتِ حال سے سرور ہوتا ہے کہ شاید اس محروم کو بھی وسیلہ بخش دیں اور پھر آپ کا حسنِ ظن جو ہے اس سے بھی توقع خیر ہوتی ہے کہ مقبولوں کا ظن خالی نہیں جاتا۔ اس عاجز کو صاحب استقامت جاننا اور اس کے قدم بقدم چلنا محض آپ کا حسنِ ظن ہے۔ تعبیر خواب جو آپ سمجھے درست ہے آپ کو غنا عن الدنیا و مافیہا ہوگا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ آپ کی اور مولوی ابراہیم صاحب کی تحریر سے رویت اچھی معلوم ہوتی ہے مگر تعجب یہ ہے کہ کہیں سے سراغ اُس کا نہیں لگا حالانکہ مطلع صاف کہتے ہیں۔ لہٰذا اس رویت میں شک ہوتا ہے۔ اس رویت پر کاربند ہونا دل قبول نہیں کرتا۔ آپ بھی احتیاط کی راہ چلیں۔

مولوی محمود حسن صاحب سے کہا گیا وہ اقرار کرتے ہیں کہ مسودہ کو درست بعد رمضان کریں گے۔ اشغال کی بابت میں آپ نے لکھا ہے سو آپ کو جملہ طرق کے اشغال کی اجازت ہے جس کو جس طرح چاہو تلقین کرو، چاہے کوئی شغل اپنی طرح وضع کر کے بتاؤ کسی شیخ متبع سنت سے اجازت لینا مضائقہ نہیں عمدہ ہے مگر جس سے اجازت لیتا ہے اُس کے ساتھ ایک اتحاد پیدا ہو جاتا ہے سو اگر کسی مبتدع سے اجازت ہووے گی تو اندیشہ تکدر ہے لہٰذا اس کا خیال رہے اور چند مشائخ سے ایک شغل کی اجازت ہووے گی تو برکت زیادہ ہوگی۔ بندہ کے خاص اشغال کوئی نہیں پہلے مشائخ کے ہی ہیں لہٰذا اُن کو جدا گانہ لکھنا ضروری نہیں۔ ضیاء القلوب وغیرہ میں سب درج ہیں۔ پس آپ جس طرح جس شغل کو چاہیں لائق کو تلقین کر دیا کریں۔

مولوی خدا بخش کو شغل جہر نفی اثبات کا بتا دیا ہے اُن کی طبع اور خواہش سے یہ ذکر زیادہ مناسب جانتا ہوں۔ چنانچہ ایک ہی روز کے کرنے میں اثر بتاتے تھے اور مولوی محمد ابراہیم کو لکھ دیا ہے کہ بندہ سے ملیں۔ مگر تعجب کرتا ہوں کہ بندہ کیا ہے اور کون ہے؟ اپنے آپ کو بالکل بے مناسبت اور خالی دیکھ کر تاسف کرتا ہوں۔ فقط مولوی خلیل احمد صاحب اور مولوی محمود حسن صاحب اور حافظ مسعود و حافظ محمود کا سلام مسنون پہنچے۔

بنام حضرت مولانا الحافظ الحاج القاری شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ،

مکتوب ۳۶

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند خط آپ کا موصول ہو کر کاشف مافیہ ہوا۔ اگر یہ خوف و حزن امورِ آخرت سے ہے تو محمود ہے۔ بزرگوں کو اسی خوف سے بڑی بڑی شدت سے قبض واقع ہوا حتی کہ بعض

نے جان بھی دی۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں ؎

جان صدیقاں ازیں حسرت بریخت کاسمان برفرق ایشاں خاک بیخت

پس ایسی حالت اور اس صورت میں تو جائے شکر ہے نہ جائے غم۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اسی غم میں بیت المقدس میں دس سال تک پریشان اور محزون رہے کہ اطباء اُن کے علاج سے عاجز ہو گئے۔ آخر ایک یہودی طبیب نے ان کو دیکھا اور تشخیص کی کہ ان کو کوئی حسّی مرض نہیں ہے بلکہ خوفِ آخرت ہے اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ پس مژدہ ہو کہ حق تعالےٰ نے یہ دولت آپ کو دی۔ ایسے حزن پر ہزار فرحت قربان اور اس حالت کی موت شہادتِ کبریٰ ہے اور اگر کوئی امر دیگر ہے تو اُس کا جواب بدوں دریافت حقیقتِ حال کے مَیں نہیں لکھ سکتا اور یہاں آنے کے باب میں جو آپ استفسار فرماتے ہیں تو بقولے ع

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

مگر معہذا اگر آپ تشریف لاویں گے تو خود ہی امید نفع کی رکھتا ہوں کہ صحبت صلحاء جس قدر میسّر آوے غنیمت ہے۔ فقط والسّلام۔

مکتوب ۳۷

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ بندہ بحمدہ تعالےٰ بخیریت ہے آپ کے خط سے کیفیت معلوم ہوئی مَیں آپ کے لئے دُعائے خیر کرتا ہوں اور ہر سہ امور مستفسرہ کا جواب لکھواتا ہوں۔ مسئلہ مذکورہ میں اندیشۂ سوء خاتمہ بھی منجملہ اوہام ہے اس کو حتی الوسع دفع کرتے رہیں اور اجر و تکفیر بھی یقینی ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ اوّل سفر حج جس طرح پہ اور جس راستہ کو اور جس قسم سے چاہیں اللہ تعالےٰ کے نام پر مصمم فرماویں اور اس میں حیلہ سے کچھ اندیشہ و باک نہ فرماویں اور جب قصد مصمم ہو تو بندہ کو بھی مطلع فرماویں کہ بندہ بھی ایک عریضہ لکھنے کا ارادہ کر رہا ہے اور دوسری صورت میں کانپور ہی قیام مناسب ہے۔ فقط

والسّلام ۱۵ ر شعبان ۱۳۱۶ھ

بنام حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹوی ادام اللہ ظلہ

اول ایک عرضداشت حضرت مولانا انبہٹوی کی ہدیۂ ناظرین ہے اس کے بعد وہ کرامت نامہ مخدوم العالم قدس سرّہٗ کا درج کرتا ہوں جو جواباً صادر ہُوا۔ بعد ازاں بقیہ والا نامجات مسلسل ہدیۂ ناظرین ہیں۔ وہ عرضداشت یہ ہے :-

(از مولانا خلیل احمد صاحب) حضرت سیدی و مولائی و سیلہ یومی و غدی ادام اللہ ظلال برکاتکم۔ کمترین غلامان کمترین عتبہ بوسان ننگ خدام خلیل ذلیل تبلیغ تحیات و تسلیمات کے بعد ملتمس عرضداشت ہے۔ عرصہ سے ارادہ

ہوتا تھا کہ اپنا ناکارہ حال پُر از حزن و ملال عرض کروں مگر جرأت گستاخی اور توسط وسایط کا خلجان وبالِ جان ہو کر مانع ہوتا رہا ہے پہلے تو اُس وجود منبسط کے ساتھ بطفیل توجہات وابستگی ہو کر ایک گونہ طفل تسلی ہوگئی تھی مگر ایام صیام مبارک سے اِس گرداب حیرت میں مبتلا ہوں کہ کیا عرض کروں۔ بجائے قرب و وصال بعد و مہجوری صرف مفقد حال ہی نہیں بلکہ مضیق ہو گیا کہ نہ کوئی صورتِ قرب ہے نہ وصال ہے نہ مشاہدہ "مالی ولرب الارباب جلی وعلی شانہ" ابتداسے اس وقت تک گو کبھی اس ناکارہ سے کچھ نہ ہو سکا پر لطف خداوندی جل شانہ بطفیل توجہات غریب نواز شامل حال رہا ہمیشہ امتثال اوامر میں مقصر رہا پر حضرت غریب نواز نے اپنی ذرہ نوازی کم نہ فرمائی۔ اسی وجہ سے کچھ ہمت بندھی رہی اب اس وقت کمرِ ہمت ٹوٹی جاتی ہے بلکہ ٹوٹ گئی سچ ہے ما عرفناك حق معرفتك جو چیز خیال کی جاتی ہے غیر نظر آتی ہے انوار غیر ہیں وجود غیر ہے حیرت غیر ہے۔ دل چاہتا ہے کہ بے کیف ادراک ہو پر محال نظر آتا ہے بے کیف ادراک نہیں ہوتا اور جو ادراک ہوتا ہے وہ مکیف ہے

ڈھونڈنے تجھ کو بتا جاؤں کہاں

غرض عجب اُدھیڑ بن میں طبیعت مُبتلا رہتی ہے اور نظر لطف کی اُمیدواری۔ ابتداء حال میں تو وجود کی چادر پارہ پارہ معلوم ہوتی تھی اب تلاش سے بھی کہیں پتا نہیں ملتا "کان لم یکن شیئًا مذکورًا"۔ مگر اس حیرت کے ساتھ ایک تاریکی محسوس ہوتی ہے جو حوالی میں ایک جانب معلوم ہوتی ہے با ایں ہمہ الحمدللہ ثم الحمدللہ حضور قائم ہے اور باطن قلب میں انشراح ہے۔ زیادہ جرأت سمع خراشی گستاخی ہے اگر اس کے متعلق خادم کے لئے کوئی کلمہ مبارک لکھنا مناسب ہو تو ارشاد فرمائیں کہ موجب طمانیت و تسلّی ہو ؎

کر رو دیدہ مجل کے یہ طبقے یہ روشن کہ ہو ایک رشکِ مہ چار دہ تم

سُنا ہے کہ تم نور سے اپنے کرتے منور بیک جلوہ چودہ طبق ہو!

خلیل احمد عفی عنہ از سہارنپور یوم جمعہ ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ ہجری نبوی

مکتوب نمبر ۳۸

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ خط پہنچا حال معلوم ہوا جو کچھ آپ نے حیرت لکھی ہے وہ عین تقرب ہے "مقرباں را بیش بود حیرانی" بزرگانِ دین فرما گئے ہیں اور ذاتِ حق تعالےٰ ادراک سے مبرا ہے" لا تدرکہ الابصار" قلب و عقل بشر ادراک سے عاجز ہے ؎

دور بیناں بارگاہِ الست   غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

وہ ذاتِ ہستی مطلق ہے کہ ہستی و اطلاق سے بھی بالاتر ہے۔ اطلاق کو بھی وہاں گنجائش نہیں اور جو کچھ کسی کے قلب میں یا عقل میں آیا ہے یا آتا ہے وہ سب غیر ہے ذات پاک اُس سے مبرا ہے۔ پس ایسی حالت میں کسی کیف کا ہونا کیا گنجائش رکھتا ہے محض حضور حظ بندہ کا ہے اور بس۔ سو الحمدللہ کہ آپ کو اُس سے حصہ حاصل ہے۔ ان تعبد

دہائے کائنات تراہ الحدیث مقصود سب کا رہا ہے اور یہی مدعا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے جس قدر اس سے کسی کو میسر ہُوا وہی صاحب نصیب ہے، سوائے اس کے جو کچھ حالات ہیں وہ کوئی مقصود نہیں پس بحکم "لئن شکرتم لازیدنکم" نسبت حضور میں کوشش کرتے رہو اور کسی شئے کے طالب مت ہو لُطف حق کے امیدوار ہو کہ ع

ہر چہ ساقی ما ریخت عین الطافست

فقط والسلام

بندہ کے واسطے بھی دُعائے خیر کریں اور بندہ آپ کے لئے دُعا کرتا ہے۔ ۱۴ ذیقعدہ ۱۳۱۵ھ ہجری

مکتوب نمبر ۳۹

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بخیریت ہے آپ کے لئے دُعائے خیر کرتا ہے۔ آج آپ کا خط خلوت میں پڑھا گیا۔ آج تک اُس کے سُننے کی نوبت نہیں آئی تھی لہٰذا مختصراً جواب لکھتا ہوں کہ طالب کا حال جو کچھ کہ خلوت میں ہوتا ہے جلوت میں نہیں ہو سکتا خصوصاً جبکہ کوئی مشغلہ درس و تدریس کا ہو۔ سو کیفیت اعتکاف رمضان کی برابر اب کیسے ہو سکتی ہے اور ہر مبتدی و منتہی پر قبض و بسط کا ورود دائمی ہوتا ہے لہٰذا کسی وقت میں خواطر کا پاش پاش ہونا اور کسی وقت ہجوم خاطر ہونا ضروری ہے۔ پس جس وقت ہجوم خواطر ہو اُس وقت استغفار و اظہار عجز و نیاز کرنا چاہیئے اور بوقت رفع خواطر حمد و شکر لازم ہے اور حدیث انہ لیغان قلبی کل یوم سبعین مرۃ۔ شاہد اس کی ہے اور انوار لطیفہ حس باطنی سے بھی محسوس نہیں ہوتے اور وہ حجب نور یہ جن کا ذکر حدیث میں ہے وہ وجود منبسط کے غیر ہیں فقط

باقی زبانی کہا جائے گا۔ والسلام مورخہ ۲۹ رجب ۱۳۱۵ھ ہجری

مکتوب نمبر ۴۰

(از سفر حج) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ السلام علیکم آپ کا نامہ آیا یاد الفت کو دلایا تم کو ذخیرہ خیرات جانتا ہوں تم قابل فراموشی نہیں ہو۔ دُعا کا طالب ہوں۔ سہ شنبہ ۱۲ کو یہاں آیا تھا کرایہ تو تک ۵۰ تھا اب ساٹھ کو نوبت پہنچی آج ہماری چٹھی بھی ہو گئی مگر اس وقت تک یہ تحقیق نہیں ہُوا کہ کس قدر میں ہوئی۔ یہ مولوی عنایت اللہ صاحب کی عنایات سے چٹھی وصول ہو گئی۔ روپیہ پھر شام تک دیا جائے گا۔ معاملہ بہت نیک ہو رہا ہے۔ اس وقت سیٹھ اُسّی ۸۰ اور نٹو روپیہ تو تک کے مانگتا ہے۔ جمعہ ۶ اکتوبر کو روانگی جہاز ٹھہری ہے اگرچہ وقت تنگ ہے مگر خداق تیز روی جہاز کے سب مقر ہیں اگر مرضی مالک تعالیٰ شانہ ہے تو قبل حج فائز مکہ ہو جاویں گے ورنہ جو کچھ رضا ہے اُس پر رضا ہے منشی تجمل حسین عبد اللہ شاہ محمد یعقوب امیر شاہ وغیرہم سب سلام علیک کہتے ہیں۔ تاریخ کا حال اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تحقیق کیا جائے گا فقط۔ جو میرے واقف ہوں اُن کو سلام علیک پہنچے۔

مکتوب ۴۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کے دو خطوط پہنچے، ہر دو خطوط کے مضمون سے نہایت سرور ہوا۔ حق تعالےٰ ترقی فرمائے۔ تلاوتِ قرآن میں ایسی حالتیں بے شک بے مزگی ہوتی ہے مگر جب یہ کیفیت راسخ ہوجاوے گی تو اُس وقت میں دلچسپی قرآن کے ساتھ بھی حاصل ہوجاوے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ آپ کچھ تردد نہ فرماویں۔ فقط والسلام

اس سے زیادہ کچھ جواب کی حاجت نہیں۔ مگر یہ بات محقق ہے کہ جو امر خلوت میں حاصل ہوتا ہے وہ مجمع میں اور مشغولی دیگر شئے میں نہیں ہوتا۔ فتبتل الیہ تبتیلا ان لک فی النہار سبحًا طویلا شاہد اس کا ہے در بارہ محمد یوسف اُس کو اطلاع کرکے جیسی اُس کی مرضی ہوگی جواب لکھا جائے گا۔ فقط والسّلام

مکتوب ۴۲

مکرمی مولوی خلیل احمد صاحب مد بقاءکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بخیریت ہوں مادام حیوٰۃ آدمی مبتلائے بلیات ہے تشویشیات سے جب رہا ہو کہ بایمان اس عالم سے چلاجاوے "فمن لی بہ" شنبہ ۲۵ شعبان کو قاضی امانت علی لکھنوتوی سرکوب رفقہ لکھنوتی فوت ہوئے رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔ یک شنبہ کو خبر مرض عزیزم الحاج علاء الدین پہنچی اور یہاں کے قصبجات کسی کا مرنا کسی کا جینا آخر ہر روز یہی افسانہ ہے۔ تحریر تقدیر موجب تسکین تو ہے مگر طبعی امر و ہجوم کار و دلداری خلائق سے اپنا کام ہاتھ سے جاتا ہے۔

آپ کے دو خط پہنچے، فرصتِ جواب نہیں پائی۔ آج بوجہ بارش مریض نہیں آئے جواب لکھتا ہوں فرصت مغتنم ہوئی پہلے اس سے کرتہ حسب طلب روانہ کرچکا ہوں پہنچا ہوگا۔ یکضربی کے ساتھ احاطہ ذاتی غالبًا اس عاجز نے نہیں لکھا ہوگا بلکہ یوں لکھا ہے کہ ایک نور اسم ذات کے ساتھ منہ سے خارج ہوکر وہ نور محیط جسم ہوجاوے سو نور کے احاطہ میں یہ وساوس جہت و تناہی وغیرہ کیوں ہونے چاہئیں۔ نور بھی ایک شئے مخلوق ہے لہٰذا مفسرین "اللہ نور السموات" الخ میں منور السموات الخ تفسیر کرتے ہیں۔ مشائخ رضوان اللہ علیہم نے ترقیات متدرجہ رکھی ہیں۔ ہرگز ابتدا میں تلقین احاطہ ذاتی کی نہیں فرماتے۔ سو اگر آپ کو یہ شبہ ہوا کہ نور اور ذات ایک شئے ہے تو اس کو بتعوذ رفع کرو۔ اللہ تعالےٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء نور و ظلمت سے پاک ہے اور اگر سہوًا بجائے نور کے ذات کو یاد کرلیا تو اب متنبہ ہونا چاہیئے۔ اور اگر غفلت میری تحریر میں ہوئی تو اُس کو منسوخ جانو محض اسم کے ساتھ خروج نور ہوکر محیط جسد کرو۔ پہلی تحریر کو ترک کرو اور نور کو غیر ذات پہچانو۔ فقط

باقی کلمات جو میری نسبت تم لکھتے ہو سوائے اس کے کہ نادم ہوں اور کیا ہوتا ہے؟ آپ کا حسن ظن میرا رہبر ہوجاوے۔ آمین!

قوتِ دماغ کے واسطے کچھ دوا کھانی بہ نیت نیک عبادت ہے اور کام اس قدر کرنا کہ تحمل اس کا ہو سکے ضرور ہے حق تعالےٰ تمہارا معاون و ناصر ہو۔ فقط

مولوی محمد مظہر صاحب لکھنوی تشریف رکھتے ہیں اس قدر مُبتلائے بخار ہیں کہ مضامین یاس حیوٰۃ فرماتے ہیں مولوی پیر محمد اُن کی خدمت میں حاضر ہیں کسی وقت فارغ ہو بیٹھنا حاجت نہیں۔ یہی وقت ذکر معین از عصر تا مغرب و از مغرب تا عشاء کافی ہے اس شغل کو ہی توجہ تصور فرماؤ۔ جب علاقہ حب کا ہوتا ہے تو کچھ ہیئتہ کذائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آخر تمام طرق میں غیر نقشبندیہ یہ طریق کوئی نہیں کرتا تو غیر ضروری ہی جان کر ترک کیا ہے سو اس کی کوئی حاجت نہیں اور نہ شیخ ظاہر کچھ کر سکے محل ظن کی راہ سے حق تعالےٰ اپنے خزانۂ غیب سے حسب وسعت و مقدر عطا فرماتے ہیں وسایط کا نام ہوتا ہے لہٰذا خود وسایط کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ رنگ پوڑیا ویسا ہی مشکوک ہے۔ اخبار غالب نجاست کی ہیں۔ میاں عبدالرحمٰن صاحب کو بعد سلام فرمادویں کہ یا باسط گیارہ سو بار بعد عشاء ہر روز پڑھتے رہو کچھ مضائقہ نہیں اور سب امور کو مقصد جانو اپنے وقت پر ظہور ہوگا۔

داروغہ عبدالحق کو بعد سلام مسنون فرماویں کہ جو امر حاصل شدہ جاتا ہے یا عدم اہتمام سے جاتا ہے کہ اُس کی چنداں آدمی نگہداشت نہیں کرتا یا معصیت کی شامت سے فرو ہوتا ہے یا کھانے کے نشیب و فراز سے، سو تلاش کر کے اگر ثالث امر ہے تو احتیاط چاہیئے اور جو ثانی ہو تو استغفار و ترک ابتلاء اُس کا ہو اور جو اول ہے تو مناجات و اظہار عجز و انکسار بدرگاہ واہب العطیات ہو اور اپنی غفلت پر ملامت نفس کو مجملاً علاج یہ ہے بہر حال کثرت استغفار و ندامت ضروری ہے۔

مولوی الطاف الرحمٰن بعد چند روز ابنالہ سے واپس آئے اور آپ کا خط اُن کو ملا۔ اب بخار موسم میں مبتلا ہیں، چلتے پھرتے ہیں مگر کسی وقت تکلیف زیادہ بھی ہو جاتی ہے سلام علیک کہتے ہیں۔ عبداللہ شاہ اور سب طلباء اپنے اپنے وطن کو گئے ہوئے ہیں۔ تحریر رسالہ کے باب میں نذیر احمد کو اجازت دے چکا ہوں بتدریج نقل ہو جاویگی۔ دوسری عرضی شکایت آپ کی کا حال معلوم ہوا۔ ع

آں را کہ حساب پاک از محاسبہ چہ باک

اللہ معکم ہو مولا کہ مولوی فخر الحسن صاحب کے یہاں سب طرح خیریت ہے۔ فقط

مکتوب ۴۳

مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضہم السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ واردات رجوع الی اللہ تعالےٰ موجب فرحت ہیں۔ حق تعالےٰ کا نہایت شکر کرنا لازم کہ یہ بڑی نعمت کبریٰ ہے کہ بمقابلہ جہاں مثل پریشہ بھی نہیں اور اس احقر کو تو نہایت ہی باعث شکر و افتخار ہے کہ اگر خود ایسے عطیات سے محروم ہے بارے احباب کو عطاء متواتر ہے ۵

در گور برم از سر گیسوے تو تارے ۔۔۔ تا سایہ کند بر سر من روز قیامت ۔۔۔ آمین

مُردہ پر اگر وقت مرگ کوتاہی کفن دیکھی جاوے تو یہ بھی تاویل ہو سکتی ہے کہ تکفین میں اولیاء نے کوتاہی کی اور غیر مشروع امر پیش آیا۔ کوتاہی کفن میں مُردہ کا قصور کیا؟ اگرچہ باعتبار دیگر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لباس عبارت تقویٰ سے ہے مگر ہر حال میں دُعائے مغفرت ضرور ہے۔ تلوث دنیا تو آخر لوگوں کے ساتھ سخت لگا ہُوا ہے بندہ بھی دُعا کرتا ہے۔

زمین کے قرض میں کیا تردّد ہے؟ انشاء اللہ تعالےٰ جلد قرض ادا ہو جائے گا۔ وہ صورت جو آپ نے لکھی ہے جواب اُس کا یہ ہے کہ بنظر تقویٰ تو اجتناب نکاح سے مضائقہ نہیں مگر بوجہ فتویٰ حلال و درست ہے۔ چنانچہ وہ قصہ حدیث بھی ایسا ہی ہُوا کہ فتویٰ و قضاء فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام تو وہی تھا کہ "الولد للفراش" مگر بنظر احتیاط و تقویٰ حجاب سودہ کا ارشاد ہُوا تھا۔ بہر حال وہ ارشاد تقویٰ تھا اور فتویٰ وہی تھا جو آپ نے "الولد للفراش" فرمایا تو آپ بھی اس مسئلہ کو بنظر تقویٰ و احتیاط ہی فرماویں نہ بطور فتویٰ۔ فقط

باقی سب امور بدستور ہیں۔ ابوالطاہر پسر ابوالقاسم کہ بعمر پچیس ۲۵ سال کے تھا انتقال کر گیا اُس کے واسطے بھی دُعاء مغفرت فرماویں۔ مولوی صدیق احمد دہلی سے آ کر کوٹلہ کو گئے۔ ماشاء اللہ تعالےٰ عمدہ حال میں ہیں۔ فقط

والسلام جمعہ ۱۰ ربیع الثانی

مکتوب ۴۴

مولوی خلیل احمد صاحب۔ السلام علیکم! آپ کا خط آیا مافیہ دریافت ہُوا آپ کے حسن احوال سے دل کو سرور ہُوا۔ جس قدر ہو سکے اپنے شغل یادداشت میں مشغول رہیں۔ حجاب سیاہ سے ہراساں نہ ہوویں۔ جب وقت آئے گا یہ حجاب خود معین کار ہو جاوے گا نور نفی بن جاوے گا۔ نفی عبارت ہے اس سے کہ وسعت بے نہایت بھی ایک قید ہے اس کو رفع کر دیوے سو وہ اختیاری نہیں کیفما کان جس قدر ہو سکے مشغول رہو ؎

کار کن کار بگذر از گفتار ۔۔۔ کاندریں راہ کار دارد کار

تمہاری بہبودی سے توقع کرتا ہوں کہ خود بھی کچھ نفع پاؤں کہ تم نے بحسن ظن دلیل رہبر بنایا ہے ورنہ اپنی شومی کیا کہوں اول تو کچھ حاصل نہ ہُوا تھا اگر کچھ طفل تسلی اپنی کی تھی اب ضعف قوت اور ہمت نے اس سے بھی جواب دیا۔ سو خیر دوستوں کی وجہ سے شاید کچھ حصہ مل جاوے۔ اب التفات بندہ کا آپ کی طرف سائلانہ ہے نہ معطیانہ "مَنْ دَقَّ بابَ الکریمِ انفتح" حق تعالےٰ آپ کو فتح باب نصیب فرماوے۔ دس روز سے بخار تو نہیں ہُوا مگر شدت نزلہ و درد و حرکت دندان ہے کہ بخار سے زیادہ از کار رفتہ ہو گیا۔ ایک رباعی شاید دو چار روز میں ساقط ہی ہو جاوے۔ ہزال و ضعف کثیر ہے اور عود بخار سے بھی امن نہیں۔ ان سب پر بجز رضا اور کیا چارہ ہے۔ اب تمنا خیریت خاتمہ ہے اور بس۔ ماموں عبدالغنی صاحب مرحوم ۶ محرم کو فوت ہوئے۔ ڈپٹی سراج الدین سہارنپور پنشن

لینے گئے تھے وہاں سخت بیمار ہیں۔ ایسا بیان آیند گان ہے کہ زیست کی توقع نہیں۔ تم صاحبوں کو یہاں سے لوگوں کا سلام پہنچے۔

مکتوب ۴۵

عزیزم مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضہم۔ السلام علیکم! آپ کا خط آیا اور حال معلوم ہوا۔ اوّلاً آپ بغور ملاحظہ فرماویں۔ اگرچہ واقف ہو مگر دوسرے کے قول کو آدمی خوب سمجھ لیتا ہے کہ نسبت لغت میں دو شئے کے ارتباط کا نام ہے۔ طرفین میں جو علاقہ ہے وہ نسبت ہے اور جو دُنیا میں مخلوق ہے اُس کو اپنے خالق تعالےٰ شانہٗ کے ساتھ ربط ہے وہ ربط کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ جس قدر اسماء صفات اور نزولِ رحمت ہے اُسی قدر نسبات ہیں۔ مثلاً خالق مخلوق میں نسبت خلق ہے رازق مرزوق میں نسبت رزق ہے۔ رحیم مرحوم میں نسبت رحمت ہے علیٰ ہذا پس نسبت سے واقع اور نفس الامر میں کوئی خالی نہیں۔ خالی کیونکر ہو سکے کہ خلو محال ہے اور اس کا علم سرسری جس کو نفس علم کہہ سکیں سب ذوی العقول کو حاصل ہے ورنہ ایمان ہی نہ رہے وہ کون مومن عامی ہووے گا کہ حق تعالیٰ کو خالق رازق موجود نہ جانے گا بلکہ کفار کو بھی علم ناتمام غیر معتبر اس امر کا حاصل ہے کہ اصل فطرت ہے بس اب دیکھو کہ مشائخ نے کس شئے کا نام نسبت رکھا۔ اُسی شئے کو وہ نسبت کہتے ہیں جو لغت میں نسبت ہے وہ وہی شئے ہے جو واقعی سب عباد سے حاصل ہے وہی امر ہے کہ سب عباد اس کو جانتے ہیں لیکن حصول نسبت یہ ہے کہ علم یقین حاصل ہو کر موثر ہو جاوے اور حضور کا درجہ ہو جاوے۔

پس اب ضرور ہے کہ صاحب اس مقام حضور کو یہ بھی یقین بڑھ جاوے گا کہ یہ امر جو سالہا سال میں مجھ کو حاصل ہُوا کوئی شئے حاصل نہیں کہ سب خلق میں یہ موجود ہے اور یہ امر صحیح ہے۔ کیونکہ بعد جدوجہد کے وہی امر صاف ہُوا کہ اول فطرت سے آج تک اس میں رکھا تھا خارج سے کوئی شئے کسی کو گاہے حاصل نہیں ہوئی نہ ہووے کس نے فولاد میں جوہر داخل کر دیئے بلکہ فطرتی ہیں کس نے خام آہن میں جوہر داخل کیا ہرگز نہیں اگر کہیں مشاہدہ ہو تو عارضی امر ہووے گا۔

غرض نسبت اندر سے سالک کے نکلی اور ہر روز اُس کو اپنے اندر جانتا تھا اور سب کے اندر اُس کے ہونے کا علم تھا۔ اب جو اُس کو تشخیص و تعین سے بعلم یقین پایا تو دوسروں کے اندر ہونے کا یقین بھی بڑھ گیا۔ گو اُس دوسرے کو یقین بلکہ علم بھی نہ ہو۔ اگر کسی کے گھر میں خزانہ مدفون ہو اور اجداد سے مسموع ہو کہ اس گھر میں خزانہ ہے اور تحصیل نہ ہو اور بعد مشقت بسیار اُس کو مل گیا تو پہلے علم سرسری تھا اب یقین ہو گیا اور دوسروں کے گھروں میں بھی خزانہ ہونے کا جو مسموع ہو کر علم تھا اب یقین بڑھ جاوے گا کہ بے شک ہے مگر علم یقین میں یہ شخص ان اشخاص کے برابر نہ ہووے گا اور نہ غنار میں مساوی بلکہ یہ غنیؔ اور واجدؔ اور صاحب یقین اور دیگر محتاج فاقد صاحب ظن بلکہ شک۔ ع۔ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تابکجا

پس بعد اس کے اب فرق مراتب عوام وخواص باعتبار اس قوت علم کے ہُوا کہ خاص کا ایک مُد عوام کے جبلِ اُحد کے برابر ہُوا۔ کما فی الحدیث۔ پس قلیل عبادت اس خاص کی حسبِ یقین کثیر عوام سے غالب ہووے گی۔ بشہادۃ حدیث اور وقت حضور خطرات کا صدور بھی کوئی امر جدید نہیں وہ کون ہے کہ خطرات سے خالی ہو، تدابیر دین و دنیا سب خطرات میں انبیاء علیہم السلام بھی اس سے خالی نہیں کیونکر ہووے اگر خطرہ نہ ہو قصد اطاعت و عبادت سب رفع ہو جاوے۔ وھو محال۔ ہاں خطراتِ خیر خیر ہیں اور شتر شتر۔ خطرہ شر کا دفع کرنا اہل اللہ تعالےٰ کا کام ہے صحابہؓ کو خالق میں خطرہ ہُوا اور ازالہ اُس کا ارشاد ہُوا۔ چنانچہ حدیث "من خلق اللّٰہ" خود شاہد ہے" و ما بنعمۃ ربّك فحدث"۔ "ولئن شکرتم لأزیدنکم" الحمد للّٰہ فالحمد للّٰہ معھذا جو کچھ شوق مزید ہے وہ عین مطلوب ہے اور جو کچھ پیچ و تاب نایاقت باوجود یافت ہے وہ عین سعت ہمتہ ہے۔ مزید باد ہل من مزید باد آبین ثم آمین! جس وقت وہ خطرہ آوے کہ ناگوار طبع ہوئے اُس کو دفع کرنا اور اگر جاہ کی قسم کا خیال گزرے اس کی ضد تواضع نفس کرنا علاج ہے۔ ذلت سے نفس کو سخت عار ہے۔ جب اپنے کبر پر پاداش صغر پاوے گا پھر خطرہ کو نہ لاویگا۔ فقط۔ اس قائل بلا عمل کو بھی دُعا میں یاد کرلیویں کہ اپنا شیوہ حسن ظن احباب پر رہ گیا اور بس! حافظ مسعود دہلی بشوقِ طب مقیم ہیں۔ آپ کو سب کا سلام پہنچے۔ زیادہ فرصت نہیں۔ یہ خط بھی کچھ قلیل حرج سے لکھا گیا خاطر عزیز نے تقاضا تحریر کیا۔ فقط والسلام

مکتوب ۴۶

مولوی خلیل احمد صاحب السلام علیکم! نامہ سامی نے مسرور فرمایا۔ بندہ سہارنپور گیا تھا۔ میری غیبوبت میں خط آیا تھا لہٰذا جواب میں تاخیر ہُوئی۔ جب حضور تام ہوتا ہے تو اس وقت جہت کا کیا محل و امکان ہے اور حضور کے ساتھ جب دوسری شئے کا علم ہے تو حضور میں کمی ہے اور یہ لازم بشری ہے ورنہ سب امور معطل ہو جاویں۔ سو اُس وقت میں جو فوق کا خیال باقی ہے امر طبعی ہے وسوسہ شیطانی سے کچھ علاقہ نہیں۔ این اللّٰہ فقالت فی السماء الحدیث، زوجنی اللّٰہ من فوق العرش الحدیث۔ سب اس کی تائید کرتی ہیں کچھ اندیشہ کی جائے نہیں۔ اب آپ قلب کی طرف توجہ زیادہ کریں اور عین حالت شغل حضور میں متوجہ بقلب ہوویں سو یہ شائبہ جہت بھی رفع ہو جاویگا ورنہ کچھ اندیشہ نہیں۔ طبعی امر مضرت رساں نہیں خصوصًا وہ خطرہ کہ اوائل میں بھی موجود تھا۔ فقط

امر دوم میں آپ کا جواب عین جواب ہے۔ اگر وہاں صورت ہو جاوے تو بہتر ہے ورنہ اور کوئی جا تلاش ہو اور بجائے معہود تو ناگوار ہے۔ فقط

اغنیاء خواہ طلبہ ہوں خواہ علماء محل زکوٰۃ نہیں نصوص قاطعہ اس کا اثبات کرتی ہیں۔ پس قیاس صاحب درمختار وغیرہ قابلِ اعتبار نہیں۔ فقط تعبیر خواب مستغنی البیان ہے تم کو اپنا فخر و باعث نجات جانتا ہوں۔ کچھ نہیں ہوں مگر اچھوں سے مربوط ہوں۔ فقط والسّلام۔ مولوی نذیر احمد، حافظ رشید احمد، مولوی جمعیت علی صاحب

کو سلام مسنون پہنچے۔

مکتوب ۷۴

مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضکم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند امسال رنج و محن ہی مقدر تھا۔ مرض ہیضہ میں گنگوہ وغیرہ میں دوست عزیز فوت ہوئے خود بھی ایک ماہ سے بخار میں مبتلا رہا۔ اب افاقہ ہوا ہے۔ ضعف و خفیف بخار اب بھی ہے۔ بسبب ترک جوابات مسائل مسدود ہیں مگر جو سہل ہیں۔ پھر غلغلہ عرب اور شکایات بے جا از ہر طرف مگر پھر حق، حق ہے اور عسیٰ ان تکرھوا شیئاً و ھو خیر لکم۔ فرمان واجب الاذعان باذنہ تعالےٰ کچھ پرواہ نہیں ہوئی نہ کچھ ہراس۔ البتہ طبعی ملال ہوا اب وہ بھی نہیں پس اس کا کیا تکرار کروں مگر آپ نے مولوی منفعت علی کی واپسی کی کیفیت پوچھی ہے کچھ لکھتا ہوں کہ مولوی عبداللہ صاحب نے حضرت کے کان اس بات سے بھرے کہ رشید اور سب دیوبند والے یہ کہتے ہیں کہ "جو حضرت سے مل کر آتا ہے گمراہ ہو جاتا ہے" اور "یہ سب اشغال بدعت ضلالہ ہیں" اور انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو غیر مقلد اور مفسد قرار دیا مگر یہ سب امور خلوت اور پردہ میں ہوئے جس سے حضرت کی طبع سب کی طرف سے برہم ہوئی۔ اس میں حافظ احمد حسین نے بہت کچھ مجادلہ کیا اور صفائی کی فکر میں رہے اور مولوی عبداللہ کو کلام ناگفتنی حضرت کے روبرو کہے کہ سب و شتم تک نوبت آئی اور انوار ساطعہ کی تصدیق و توثیق کرادی اور خلیل الرحمٰن رڑکوی نومسلم اور بعض دیگر مبتدعہ وہاں موجود تھے سب یک زبان تھے مگر دربہ آخر جب یہ زور شور حافظ احمد حسین کا ہوا اور انہوں نے مولوی منفعت کو بتاکید کلام کرنے پر آمادہ کرا کر کلام کرائی اور مولوی کوثر علی نے بھی بہت سختی سے کلام کی تو حضرت نرم ہوئے اور ایک خط جو بنام بندہ لکھا تھا جو باعث فتنہ ہوتا اور اس کی نقلیں کرانے کا بھی حکم ہوا تھا اُس میں سے کچھ فقرات کاٹے گئے۔

خلاصہ یہ کہ بندہ اور بندہ کے احباب بے راہ و معتوب اور مولوی عبداللہ و عبدالسمیع اور اُن کے احباب اہل حق بنائے گئے اور ہند میں اشتہارات طبع ہو گئے کہ حضرت حاجی صاحب بھی انوار ساطعہ کو مقبول فرماتے ہیں مگر بندہ کے نام جو خط حضرت کا آیا اُس میں کچھ بھی اشارہ کسی امر کا نہیں۔ شاید وہ خط ذی نقول از پس آوے یا حکم نسخ ہو گیا ہو آخر کے خط سے حال معلوم ہوگا۔ مولوی عبداللہ سال بھر رہنے کا قصد کرتے ہیں اور اس شہرت بے جا سے جو ہند میں ہو گئی اور رہووے گی، اس عاجز کی نہ دُنیا میں تفاوت ہوا اور دین تو جزماً بڑھا کہ غیبت سے کچھ مل ہی رہا۔ غرض محسود کو کوئی ضرر نہیں ہوا اور حاسد صاحب کے دوسو، چار سو مخالف ہو گئے اور حضرت صاحب کو ان کی بدولت یہ ثمرہ ملا کہ مخلص خادم معتقدین غیر معتقد ہو کر منحرف ہو گئے۔ یہ افسوس ہوتا ہے مگر رضا بالقضاء کے سوائے چارہ نہیں۔ براہین طبع ہو چکی فروخت شروع ہوگئی ۸ر قیمت قرار دی گئی۔ ۱۷ جزو ہوئے حاشیہ پر انوار ساطعہ ہے۔ برابر فروخت ہو رہی ہے ایک نسخہ عرب کو بھی مولوی محمود حسن نے روانہ کر دیا ہے۔ دیکھئے وہاں کیا رنگ لاوے۔ چندہ رسالہ رد شیعہ میں کچھ بندہ بھی دیوے گا انشاء اللہ تعالےٰ جس کی مقدار اب مقرر نہیں کر سکتا ہوں۔ افحام کا جواب

اس رسالہ میں مناسب نہیں وہ دوسری بات ہے۔ فقط

صیحہ اور قصدًا چیخنا منع ہے اور جو اضطراری صورت نکلے معاف ہے اور زبان سے بکثرت مدح کرنا نوحہ اور دو چار کلمہ معاف ہیں۔ نوحہ مدح کرنے کا نام ہے کہ گریہ کی تائید کرے مگر چونکہ امر طبعی ہے لہٰذا قلیل معاف ہے۔

فقط والسّلام

مولوی عبداللہ صاحب کے واسطے بد دُعا تو ہرگز نہ کی نہ کرنے کا قصد مگر خود بخود اُن کے مدعیٰ کا عدم حصول قلب میں وارد ہوتا ہے کہ وہ حصولِ دنیا و رجوع خلق ہے اور اختیار ان بدعات کا بہین غرض ہوا ہے اور یہاں آکر وہ قطعاً اپنی برائت کریں گے۔ مولوی منفعت علی اور وصیت علی اور فرزند علی نظیر احمد ہر چہار شاہد اُن کے مفسدہ کے ہیں فقط۔ سب کو نام بنام سلام مسنون پہنچے۔

مکتوب ۴۸

از بندہ رشید احمد عفی عنہ برادرم مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط آیا والدہ مولوی عزیز الرحمٰن کا انتقال ہو گیا صحیح ہے حافظ عبدالرشید کا رشتہ مناسب ہوا۔ حق تعالےٰ برکت فرماوے مجھ پر ایک ایسی پریشانی ہے کہ کسی کام میں دل نہیں لگتا۔ مولوی ابو الطیب بیمار ایک سال سے تھے اب چار پانچ ماہ سے شدت ہو گئی۔ بخار دائمی اور ضعف معدہ بشدت ہو گیا دو ماہ سے وطن آئے تو اب یہ حالت ہے کہ کروٹ بھی نہیں لے سکتا اُس کی صلاحیت اور جوانی پر بسبب رشتہ چند در چند کے ایک رنج و ملال ہے اور تقدیر میں کچھ دخل نہیں حکیم ضیاء الدین صاحب کو بھی چار پانچ روز سے بلا کر شریکِ علاج کیا ہے۔ حق تعالےٰ اُس کو شفاء عطا فرماوے۔ آپ بھی دُعا کریں۔ جوابِ[1] مسئلہ طواف لکھتا ہوں میری رائے میں تو مثل صریح کے بلکہ صریح ہے مگر الخصم قبول نہ کرے تو بجا ہے۔ دل چاہتا تھا کہ سارے رکوع کی تفسیر کروں کہ اس میں کئی مسئلہ معلوم ہوتے ہیں مگر طبع پریشان سے نہ ہو سکا قدر حاجت پر بس کی حکیم صاحب بھی سلام علیک کہتے ہیں اور سب کی طرف سے سلام پہنچے۔

مکتوب ۴۹

مولوی خلیل احمد صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا بندہ کو بعد سخت بیماری بخار موسم کے اب افاقہ ہوا ہے آپ کا جواب پسند آیا تھا اُس کی تحسین میں خط لکھنا ضرور بچانا تھا اب حادثۂ جدیدہ یہ ہوا کہ مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم ۲۴ شب ذی الحجہ یکشنبہ کو فوت ہوئے۔ عالم اندھیرا ہوا۔ اب سب رفیق رخصت ہوئے دیکھئے کب تک

---

[1] سوانح میں بحت عنوان شبہات فقیہہ نمبر ۹ پر درج کیا گیا ہے۔ اس پریشانی کے عالم میں رکوع واذ بوأنا الخ کی تفسیر اور مسئلہ کی عجیب وغریب تحقیق قابل دید ہے۔ ۱۲ عاشق الٰہی

میری قسمت میں اس دُنیا کے دھکے لکھے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مکتوب نمبر ۵۰

حامدًا و مصلیًا۔ مولوی خلیل احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ! آپ کا خط پُرشوق و ولولہ آیا بندہ بتقریب جلسہ دستاربندی دیوبند گیا تھا فرصتِ جواب نہ ملی۔ اب ۱۶ ار روز سہ شنبہ کو واپس دیوبند سے آیا ہے، جواب لکھتا ہوں:۔

عزیزم اولاً تو بغور سنو کہ مقصد جملہ اشغالات و مطلب منتہیٰ جملہ مراقبات کا وہ حضور قلب بے کیف ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو نصیب فرمایا نسبت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہی حضور تھا نہ وہاں نور تھا نہ وہاں اضمحلال اشیاء کسی نور میں تھا نہ وجود کی تحقیق نہ شہود کی تدقیق نہ فرق دونوں حال میں نہ کرامت نہ انکشاف، نہ اپنا ارتباط تجلی اعظم کے ساتھ کسی کو ظلی یا عینی واضح ہُوا نہ مراتب اکوان کو ادراک کیا محض عبادت تھی عبادت یا غیریتِ خود و فرق عابد و معبود تنزیہ تمام کی حالت میں کرتے تھے۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ کا غلبہ تھا کہ جان و مال کو اُس کی جنب میں کچھ اصل نہ جانتے تھے۔ ہزار جان و ساری دُنیا کے عوض رضاء نائب الٰہی کو مقدم پہچانتے تھے اور اُس حالت کے عطیہ کو کونین سے بہتر سمجھتے تھے۔ طمع جنت الٰہی و خوف نار غضب اُن کا شعار تھا۔

پس یہ نسبت یادداشت و احسان تھی کہ شمہ اُس کا میرے سعید ازلی قرۃ العینین خلیل احمد کو نصیب ہوئی جس پر ہزار فخر و ناز یہ بندۂ ناساز کر کے اپنا وسیلہ قرار دیئے مطمئن بیٹھا ہے اگرچہ خود اس دولت سے محروم رہا مگر نادان اپنے دوستوں کا بنا اگرچہ سواقی کو ما نہر سے حظ نہ ہو کہ مبدا حوض ہے اور ملتہی مزرعہ نہ کرتا ہم کوئی حصہ سواقی کو بھی ہے گو معتد بہا نہ ہو۔ پھر باوصف اس کیفیت مبارکہ کے اور حصول نسبت اصحاب کرام کے وہی طلب کا بقاء اور انوار و اضمحلال کی خواہش ہل من مزید میں داخل ہے۔ اعلیٰ حالات والے اسفل کے بھی متمنی رہتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام باوصف علم معاملہ کے کہ عمدہ علوم و اعلیٰ اصطفاء ہے علم مکاشفہ کے طالب ہو کر حضرت خضر علیہ السلام کی تلاش کو نکلے اور اہل اتحاد کے منابر مسکب پر انبیاء غبطہ فرماویں گے باآنکہ ہزار ہا درجات اعلیٰ اُن سے انبیاء ہوویں گے۔ پس حاصل آنکہ مولوی صدیق احمد کا اصل حال تو وہی یادداشت ہے مگر یزدانی انوار زائدہ و اضمحلال اشیاء کا انکشاف خواہ کشفاً خواہ وجداناً مزید ہے جس کا نہایت پھر وہی یادداشت ہے تو پھر اُس پر اس قدر غبطہ بجز اس کے کیا تصور ہو کہ جدید لذیذ اور ادنیٰ کا حصول بھی غیرت کا مقتضی ہے۔ بہرحال اپنی اُس نسبت کو آپ کم اُن کی نسبت سے کسی وجہ تصور نہ فرمائیں جس قدر وہ ترقی کریں گے وہ سب حالات کم ہوتے ہوتے آپ کے مقام میں نہایت و قرار پاویں گے۔

ثانیاً یہ کہ ہر طبع کو خلاق ازل نے دوسری طرح کا بنایا ہے۔ بعض طبائع میں تجلی انوار و اسرار رکھے ہیں بعض میں استتار پہلا دوسری کیفیت سے ناواقف ہے اور دوسرا پہلے حالات سے محجوب ہے اور کمال کلی وہی حضور

ہے جس کا ثمرہ ایثار حب اللہ تعالیٰ علی جملہ اغیار ہے اور بس! پس اُن کی راہ دیگر ہے اور آپ کی سبیل دیگر اور مآرب واحد ہے۔ پھر آپ کی پوری تسلی کرتا ہوں کہ مولوی صدیق احمد کو جو کچھ یہ انکشافات ہیں اُن کے ہی قلبی ہیں نہ اس مدبر کی طرف سے، سوائے راہ بتانے کے اس کا کام کچھ نہیں۔ ان انوار و واردات سے خود بھی عاطل رہا ہے مدت العمر میں اس قسم کو مشاہدہ نہیں کیا۔ ہاں نسبت حضور کا قدر نصیب مقدر حصہ ملا ہے جس کا ہم پلہ اُن ہزار ہا انوار کو کچھ نہیں جانتا ہوں تو جب خود اُن سے غافل ہوں تم کو کہاں سے آگاہ کروں ہاں اس قدر ہے کہ آپ کی نسبت کو جس قدر اس عاجز سے مناسبت ہے مولوی صدیق احمد سے اُس قدر مناسبت نہیں۔ وہ حالات اپنے اختیار سے خارج ہیں نہ افسوس سے ہاتھ آویں نہ مجاہدہ سے حاصل ہوویں۔ ہاں زیادہ تر مشغولی کرنا ضرور ہے تاوہی حضور ترقی پر آجاوے اور میرے واسطے بھی دُعا و توجہ فرماویں کہ بسبب مناسبت ساتھ ہی رہوں اور دوستوں کی ترقی کا طالب ہوں۔ المرء مع من احب۔ جب اسفل سے اعلیٰ کی جانب مرعی ہے اعلیٰ سے اسفل میں بھی ملحوظ ہے زیادہ بجز دعاء ترقی کے کیا لکھوں۔ می سوزمی دوزمی پیچ و می خروش۔ واللہ یعد ینا وایاکم۔

والسلام ۱۷ رجادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ یک شنبہ

بنام مولانا الحاج المولوی سیّد کوثر علی صاحب مہاجر مکی دام فضلہ

مکتوب نمبر ۵۱

حامداً و مصلیاً۔ از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ عنایت فرمائے بندہ مولوی کوثر علی صاحب سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بعافیت ہے اور شکر حق تعالیٰ کا کرتا ہے۔ بعد انتقال والدہ حافظ مسعود احمد کے انداز طبیعت کا کچھ بدل گیا ہے۔ نہ بظاہر الم صدمہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ کچھ تندرستی کے آثار ہیں۔ ایک حیرانی سی ہے اور پھر تقدیر پر حوالہ کر کے صبر کرتا ہے۔ اپنے توحشات تو موجب پریشانی تھے اپنے دوستوں عزیزوں کے ترددات سے بھی رنج ہوتا ہے۔ یہ دُنیا سخت دار اکدار ہے کہ ہرگز رہائی اس سے نہیں ہوتی۔ بجز اس کے کہ سب امور کو ترک کر کے علیحدہ ہو جاوے۔ میرے دوستوں کو جس کو چاہو سلام مسنون کہہ دیویں اور سید حسن اور اُس کی والدہ کو بھی تحیات اسلامی پہنچادیویں۔ حافظ احمد صاحب بھی حیدر آباد گئے ہیں اُن سے ملنا اور اُن کے خط میں اپنا حال لکھنا۔ وہ وہاں پہنچ کر ضرور اپنا حال لکھیں گے۔ فقط

حافظ مسعود احمد کا بھی سلام مسنون پہنچے۔ فقط والسّلام

مقدمہ مسجد جامع گنگوہ کا جوالہ آباد میں دائر تھا فیصلہ ہو گیا۔ اہلِ اسلام کو فیصلہ ملا۔ اس کی خبر اگر کوئی پُوچھے تو کہہ دیں کہ موجب نصرت الاسلام و فرحت مسلمین کا ہے۔ فقط

والسّلام مورخہ ۲۷ رجب

مکتوب نمبر ۵۲

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ مولوی کوثر علی صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال دریافت ہُوا۔ بندہ کو اعمال وغیرہ میں کچھ دخل نہیں۔ مگر آپ کے کہنے سے لکھتا ہوں کہ ایک سادے پرچہ پر اسم لکھا ہُوا ملفوف ہے اُس کو چینی کی رکابی پر لکھو اور پانی یا کسی عرق گلاب یا کیوڑہ میں دھو کر ہر روز پلاؤ اور اس اسم کے ساتھ سورۂ فاتحہ معہ بسم اللہ کے بھی لکھا کرو اور ایک تعویذ ہے اس کو اُن کے بازو پر باندھ دینا حق تعالےٰ فضل فرماوے۔ یہ تو کرو گے ہی مگر ایک نسخہ بھی لکھتا ہوں اس کا بھی استعمال کریں۔ فقط

حافظ احمد حسین صاحب کا خط پھر کوئی نہیں آیا اور باقی سب حالات بدستور ہیں۔ کوئی لکھنے کے قابل نہیں ہے مگر مولوی خلیل و مولوی محمود حسن کو مولوی منور علی میرٹھ لے گئے اور مولوی عبدالسمیع کو ملا دیا۔ پرسوں مولوی عبدالسمیع گنگوہ آئے تھے مجھ سے ملے مگر کوئی عذر معذرت نہیں کیا مصافحہ سلام بات ہوئی جیسے پہلے ہوتی تھی۔ مجھ سے تو ملے مگر نہ معلوم کہ حکیم صاحب سے رامپور میں ملے یا نہیں؟ خود بندہ نے اس امر کو ذکر نہیں کیا نہ اُنہوں نے کچھ کہا۔ چونکہ وہ میرے پاس قدر ایک گھڑی کے بیٹھے پھر وہ جہاں پہلے اپنے رشتہ داروں میں آئے اور ٹھہرے تھے وہیں رہے زیادہ نوبت کلام کی نہیں آئی۔ مولوی عبداللہ قصد حج کا کرتے ہیں۔ آج ۲۲ سہ شنبہ مجھ سے آکر رخصت ہو گئے۔ یکم دوم شعبان تک قصد روانگی معہ اہلِ خانہ رکھتے ہیں۔ حکیم احمد سعید نے مجھ کو لکھا کہ مولوی مشتاق حسین نے یہ جواب دیا کہ تقرر منصب میرے اختیار میں نہیں معذور ہوں۔ بندہ دُعا کرتا ہے کہ حق تعالےٰ رحم فرماوے تم کو سب کا سلام پہنچے۔ میرے کسی واقف سے جو ہو خیریت اور سلام مسنون کہہ دیویں اگر ہو۔

مکتوب نمبر ۵۳

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ عنایت فرمائے بندہ مولوی کوثر علی صاحب سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال دریافت ہُوا حق تعالےٰ تم کو جلد حیدر آباد سے رہا کر کے مکہ معظمہ پہنچا دیوے آمین۔ دُعا سے دریغ نہیں مگر سب امور اپنے اوقات پر موقوف ہوتے ہیں۔ فقط

والدہ سید حسن کو بعد سلام مسنون فرما دیویں کہ بندہ تو تمہارا دُعا گو ہے مگر جب خود ہی کچھ نہ ہوں تو دعا میری کیا ہو؟ بہرحال جو کچھ ہے دُعا سے دریغ نہیں۔ ایک تعویذ ملفوف ہے عزیز سید حسن کے گلے میں ڈال دیں باقی دعوات کرتا ہوں۔ فقط

مولوی صاحب اگرچہ دریا کے طغیان کا اندیشہ ہے مگر جو سامان ہو جاوے تو مکہ معظمہ چلا جانا اس دار کفر سے نکل جانا بہت ضرور ہے۔ طمع دُنیا کی سزا تھی جو کچھ ہُوا یہ حق تعالےٰ کا نہایت احسان ہے کہ تم کو یہاں ہی پاک کر دیا محبت حق تعالےٰ کے واسطے کثرتِ ذکر بفراغ خاطر نہایت مؤثر ہے مگر بیٹھ کر ہو سکتا ہے حیدر آباد میں کچھ نہیں ہو سکتا فقط

والسلام یمولوی عبدالرحمٰن صاحب کا حال دریافت ہونے سے مجھ کو سخت ملال ہُوا حق تعالےٰ اُن کو سب تکالیف سے پاک فرما دیوے۔ اپنی کچّی بے سروپا دُعا سے جو کچھ ہے اُن کے واسطے دریغ نہیں۔ مگر مقدر کے سامنے کچھ کالہ گر نہیں ہوتا اُن کو میرا سلام مسنون فرما دیویں اور جس کو چاہو سلام فرما دینا۔ فقط حافظ مسعود احمد کا بھی سلام پہنچے۔

مکتوب ۵۴

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ عنایت فرمائے بندہ مولوی کوثر علی صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ مع الخیر آپ کا دُعا گو ہے۔ آپ یہاں سے کیا کیا وعدہ کر گئے تھے مگر کسی امور کا ظہور وفا نہ ہوا یہ تو دریافت ہوا کہ آپ جاتے کے ساتھ بیمار ہو گئے۔ مگر سال کا سال گزرا کچھ پتا نہ لگا نہ یہ معلوم ہُوا کہ خود تم پر کیا گذری اور نہ حال براہین کے ردّ و قبول کا دریافت ہُوا۔ افسوس یہ ہے کہ مولوی رحمت اللہ صاحب کی نظر جاتی رہی ورنہ ان سے توقع تھی کہ بغور ملاحظہ فرما کر جس امر پر مواخذہ فرماتے یا قبول فرماتے اطلاع ہو جاتی کیونکہ رسوم بدعات کے باب میں ومجلس مولود کی باب میں جو کچھ مولوی خلیل احمد سلمہٗ نے براہین میں لکھا ہے وہ عقیدہ بندہ کا ہے اور سب ہماری جماعت کا اور جو کچھ انوار ساطعہ میں عبدالسمیع نے لکھا ہے وہ افراط تفریط سے مملو ہے کہ حد سے بڑھ گیا ہے تو مولوی رحمت اللہ صاحب سے محاکمہ ہو جاتا کہ وہ عالم ہیں مگر یہ امر تقدیر سے پیش آیا۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ تم کو فرصت نہیں خصوصًا موسم حج میں۔ سو اگر بعد موسم حج کے تم سے ہو سکے اور مولوی صاحب قبول بھی فرمالیویں تو ساری انوار ساطعہ اور براہین قاطعہ اُن کو بتدریج سُنا کر جس جس موقع کو وہ ردّ و قبول سے مدلّل فرما دیویں تو کیا عمدہ ہو جاوے ورنہ خیر جو کچھ ہُوا سو ہُوا اور جو کچھ ہووے گا سو ہووے گا۔ بندہ کو تو اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ خلق بُرا کہے مگر اس امر مخالفت کا ہونا البتہ بُرا معلوم ہوتا ہے۔ اب عبدالسمیع کی مخالفت بہت درجہ بڑھ گئی اور یہ عہد یا ہم سب مبتدعین کے ہو گیا ہے کہ خواہ کوئی کچھ لکھے رشید احمد کے نام سے سب و شتم کرو۔ ایک شخص نے بمبئے سے یہ لکھا ہے سو واللہ کہ اس کا کچھ اندیشہ نہیں کرتا ہوں مگر اُس کی مخالفت کا بیان کرنا ہے کہ رات دن اسی فکر میں رہتا ہے اور پورب دکھن بنگالہ پنجاب جہاں جہاں مبتدعین ہیں اُن سے مکاتبہ و طرح طرح کے قصّے کھڑے کرتا ہے۔ فقط والسّلام

اپنے گھر میں سلام دُعا کہہ دیویں اور جو پرسانِ حال ہو اُس کو بھی فقط۔ یہاں کے سب لوگ سلام مسنون کہتے ہیں۔ مورخہ ۲۲ رمضان پنج شنبہ۔

یہ حامل رقیمہ ———— بندہ کے مخلص ہیں ان کو اپنے رباط میں جگہ دیویں یا دوسری جگہ اُن کے قیام کی صورت کر دیویں۔ شاید حضرت سلمہٗ کے مکان پر جگہ نہ رہی ہو اور چونکہ یہ گرم مزاج ہیں اور وہاں لوگ بندہ پر تعریضات کرتے رہتے ہیں۔ اگر یہ وہاں ہُوئے تو ضرور اندیشہ فساد کا ہے۔ لہٰذا وہاں قیام ان کا پسند نہیں کرتا ہوں آئندہ جیسا مناسب ہو۔

٭

مکتوب ۵۵

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بخدمت عنایت فرمائے بندہ مولوی سید کوثر علی صاحب زاد عنایتہم۔ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند بندہ بمنہ سبحانہ بخیریت ہے۔ عافیت احباب کی دعا کرتا ہے۔ بندہ نے آپ کے بمبئی روانہ ہونے کے بعد حسب التحریر آپ کے مولوی امیر حسن صاحب کو خط لکھا تھا کہ نوٹ جو آپ کو مولوی کوثر علی صاحب کے پاس پہنچانے کی غرض سے دیئے گئے تھے۔ وہ بندہ کے پاس واپس روانہ کر دو اس کے جواب میں کسی قدر دیر کے بعد انہوں نے بندہ کے پاس خط بھیجا کہ وہ روپیہ بذریعہ تار مولوی کوثر علی صاحب کے پاس پہنچا دیا گیا ہے اور اس میں ایک خط آپ کا بھی تھا کہ جس میں لکھا تھا کسی قدر پریشانی و تاخیر کے بعد روپیہ بتمامہ وصول ہوگیا۔ مگر چونکہ آپ کے خط کو میں نے نہیں شناخت کیا بوجہ اس کے کہ مجھ کو نظر نہیں آتا اس لئے اس میں تامل ہے کہ آیا وہ آپ کا ہی لکھا ہے اور روپیہ آپ کو وصول ہوگیا یا اس میں کچھ دھوکہ ہوا ہے۔ آپ بندہ کو رسید روپیہ سے مطلع کریں کہ رفع تردد ہو۔ تبرّاد کی نسبت پہلے خط میں لکھ دیا گیا تھا چائے دان کی طرح ؏ روپیہ سے زائد کا نہ خریدیں بلکہ جہاں تک خوب صورت اور عمدہ دستیاب ہو اور نیا ہونا چاہیئے۔ کم از کم بارۂ تیرۂ روپیہ کا اور حد سے حد پندرہ روپے کا خرید کر حافظ قمر الدین صاحب امام مسجد جامع سہارنپور کے سپرد فرماویں اور ان سے قیمت بھی لے لیں۔ دوسرے شخص کو نہ دیں تاکہ وصول ہونے میں دیر اور حرج نہ ہو۔ یہاں سے قیمت ان کو بعد ان کے یہاں تشریف لانے کے دے دی جاوے گی اور اپنی خیریت مع عیال کے اور رسید مبلغان بدست کسی حاجی کے تحریر فرما کر ضرور بھیج دیں اور ڈاک میں ترسیل خط کا قصد نہ کریں بخدمت مرشدی سلمہ و حافظ احمد حسین سلام مسنون۔

بندہ کا عرض کر دیں میں ان حضرات کی خدمات میں خط پہلے بھیج چکا ہوں۔ اب کوئی امر تازہ اس کے سوا نہیں کہ میری آنکھ میں روز بروز نظر کی کمی اور مرض کی زیادتی ہوتی جاتی ہے۔

حافظ قمر الدین صاحب سے یہ کہہ دیں کہ یہ روپیہ جو بابت قیمت چائے دان و تبرّاد آپ سے لیا جاتا ہے اگر آپ کو اس روپیہ کی ضرورت بمبئی میں لینے کی ہو تو مجھ کو پہلے سے اطلاع کر دیں کہ میں اُس کے بمبئے میں آپ کو وصول ہو جانے کا انتظام کر دوں اور اگر چنداں حاجت نہ ہو تو یہاں پہنچنے پر دے دیا جائے گا۔ بندہ کی طرف سے اپنے گھر میں اور سید حسن کو دعا کہہ دیں۔

حافظ مسعود احمد بخیریت ہیں۔ آپ کو اور حضرت کو ان کی طرف سے اور حاجی احمد حسین کو سلام مسنون پہنچے۔ اور حافظ قمر الدین صاحب اور جملہ واقفین کو بندہ کی طرف سے سلام مسنون پہنچا دیویں۔

فقط والسلام

بنام حکیم عبدالعزیز خاں پنجلاسوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتوب نمبر ۵۶

برادرم حکیم عبدالعزیز خان صاحب دام حبکم! بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ مقتضائے خط حاجی محبوب بخش سوداگر کا یہ ہے کہ دسویں تاریخ کو یہاں سے روانہ ہو جاویں۔ مگر میں نے ایک خط بمبئے کو روانہ کیا ہے اس کے جواب کی انتظاری ہے۔ جب وہاں سے جواب آیا تو فوراً تاریخ مقرر کر کے آپ کو اطلاع دوں گا۔ اُس وقت آپ سہارنپور میں تشریف لے آویں اور سامان سب مجتمع کر لینا چاہیئے۔ والدہ محمد رمضان مرحوم کا نہ جانا تو آپ کی تحریر سے معلوم ہوا اور ہمشیرہ خورد کا نہ جانا پہلے خط سے معلوم ہو لیا تھا۔ میانجیو سرمست خاں رامپور کی راہ سے تشریف لے گئے مجھ سے ملاقی نہیں ہوئے مگر خط آپ کی ہمشیرہ صاحبہ کا میرے نام کا جو تھا وہ نانوتہ مولوی محمد قاسم صاحب کو دے گئے تھے وہ میرے پاس پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ اب کے سال چلنا معلوم نہیں ہوتا۔ اگر ہو سکا تو چلوں گی حاصل اُس کا نہ جانا معلوم ہوتا ہے۔ فقط

غلہ جو حاجت سے زائد ہے فروخت کرنا مضائقہ نہیں اور اڑھائی سو روپیہ کے زیور کے شاید اب دو سو روپیہ وصول ہوں۔ اگر کوئی اُس پر بطور رہن کے زیادہ دے دیوے تو بہتر ہے مگر سودی نہ ہو۔ بہر حال اگر دو سو روپیہ بھی ہو جاوے تو قدر خرچ کو کافی ہو جاوے گا۔ اس عاجز کا سامان خرچ سفر بفضلہٖ قدر کفایت ہو گیا۔ فقط

ظروف حاجت کے ہونے ضرور ہیں اور مجھ کو ضروریاتِ سفر کی خبر نہیں کہ کیا چاہیئے۔ پہلی دفعہ ایسا ہی دوسروں کے سہارے پر گیا تھا اب بھی ایسا ہی تکیہ کر رہا ہوں۔ غرض اشیاء ضروری لینی ضروری ہیں مگر بار گراں کو سفر میں بندہ پسند نہیں کرتا تخفیف سامان بہتر ہوتا ہے۔ فقط والسلام

حافظ صاحب سلام کہتے ہیں۔ عبدالمجید کو سلام اور سب احباب کو۔

مکتوب نمبر ۵۷

عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خان صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون عرض آنکہ آپ کا عنایت نامہ آیا۔ ایک خط تین چار روز ہوئے کہ روانہ کر چکا ہوں غالباً پہنچا ہووے اور اس سے کچھ حال بندہ کا معلوم ہو جاوے گا۔ اب اس دوسرے خط کے آنے سے آپ کا ضعف و نقاہت معلوم ہوا۔ سو بندہ کے نزدیک آپ کو تو کسی وجہ سفر مناسب نہیں کیونکہ اول تو تم نقیہ ہو کر صعوبت سفر اُٹھانے دشوار دوسرے ملک عرب کی آب و ہوا تمہارے مزاج کے مخالف پھر تیسرے ایسی حالت میں سفر دراز کرنے میں عود مرض کا اندیشہ ہے کہ آپ کو اور رہراہیوں کو

سخت پریشانی کا موجب ہے تو ایسی صورت میں سفر ہرگز مناسب نہیں۔ اگرچہ مرض سے سب کو پریشانی ہوتی ہے مگر فرق ہے آدمی تندرست جاوے اور تقدیر سے مرض پیش آوے کہ یہ تو مضائقہ نہیں کہ کسی کے اختیاری نہیں اور یہ کہ خود مرض کی حالت میں جاوے کہ اس میں خواہ مخواہ گویا مصیبت اپنے ہاتھوں اپنے اوپر لیتا ہے۔ لہٰذا آپ کے واسطے تو قطعاً فسخ عزیمت چاہیئے اور مع الخیر اگلے سال پر رہے۔ رہا یہ بندہ سو پہلے بھی عرض کیا تھا اور اب بھی کہ بسبب مرض سابق کے کمی ہمت ہے مگر اب جو کچھ تخفیف ہوتی جاتی ہے تو ہمت قوی ہوتی جاتی ہے اور حضرت کا ارشاد اشتغال سفر دیتا ہے اور ماموں محمد شفیع صاحب جب شوق طلب حضرت مرشد سلمہ بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تو کسی طرح چلا جا۔ اگر شدت مرض کا اندیشہ نہ ہوا اور درصورت ارادہ وہ مدد خرچ کی تسلی دیتے ہیں تو اب یوں عزم ہو رہا ہے کہ ذی قعدہ کے اول میں اگر عزم پختہ ہو ہی گیا تو ماموں صاحب سے ان کے وعدہ کا خرچ لے کر چلا جاؤں گا۔

پھر اگر تا بمبئی مجھ کو کچھ کلفت نہ ہوئی تو آگے سبقت کروں گا اور اگر اس سفر بمبئی میں موقع و مناسب نہ ہوا اور ہمت نہ بندھی اور آگے جانا مشکل معلوم ہوا تو واپس چلا آؤں گا۔ اسی واسطے کسی کو جانے کی اطلاع نہیں کرتا ہوں کہ اگر مریدوں نے کچھ خدمت تواضع کی اور پھر واپس چلا آیا تو عبث مطعون ہونا پڑے گا کہ روپیہ لینے کے واسطے یہ بات مشہور کی تھی۔ چپکے جاؤں گا اور اس عرصہ میں حال جہاز اور کرایہ بھی دریافت ہو جائے گا۔ کیونکہ ۱۱ر شوال کو قافلہ دیوبند روانہ ہوا ہے ان کو بتاکید کہہ دیا ہے کہ وہاں کا سب حال دریافت کر کے مطلع کریں اور جو اوائل ذیقعدہ میں ہمت نہ ہوئی ضعف کے سبب یا حالات جہازوں کے سبب تو بس مقیم وطن رہوں گا۔ اپنا تو یوں قصد ہو رہا ہے مگر تم کو ایسی حالت میں سفر ہرگز مناسب نہیں جانتا ہوں اور ماموں صاحب نے کہہ لیا ہے کہ اگر تو جاوے تو جس قدر روپیہ درکار ہوگا مجھ سے طلب کر لینا۔ اُن سے روپیہ لینے میں مجھ کو یوں بھی اندیشہ نہیں کہ اگر واپس چلا آیا تو طعن کریں گے کیونکہ وہ تو میرے پدر مشفق کی جگہ ہیں مگر اور کسی سے یہ کرتے شرم آتی ہے۔ اسی واسطے جو کوئی پوچھتا ہے یہ کہتا ہوں کہ میرا قصد نہیں۔ فقط

سمجھ لو بتمنائے مکہ مر جانا بھی مکہ والوں میں محشور کراوے گا تو حالت مرض میں جانا مناسب نہیں اور مجھ کو روز بروز کچھ قوت اور ہمت بڑھتی جاتی ہے گو بالکل صاف نہیں ہوں۔ فقط والسلام

سب کا سلام پہنچے۔ مسعود تندرست ہو گیا۔

مکتوب ۵۸

عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خاں دام اشفاقہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط مژدہ بخش صحت پہنچا بخدا کہ بہت بہت فرحت ہوئی اور شکر اللہ تعالےٰ کا بجا لایا۔ مجھ کو اپنے مرض کا اس قدر رنج نہ تھا جس قدر تردد آپ کی تکلیف کا تھا مگر شکر ہے کہ اس احقر کو بھی شفاء ہوئی اور آپ کو بھی حق تعالےٰ نے صحت عطا فرمائی۔ اگرچہ

افسوس ہوتا ہے کہ اس سال قدم بوس حضرت مرشد سے حرمان ہوا مگر اس میں بھی بہت سے اسرار و حکمت تھے کہ ہماری نظر اس سے قاصر ہے۔ مولوی خلیل احمد کا خط ۱۵ ذی الحجہ کا لکھا ہوا مکہ سے آیا جمعہ کا حج ہوا اور اس سال مجمع حجاج کا بہت ہوا۔ کرایہ ٹکٹ کا سو روپیہ تک ہو گیا تھا اس پر بھی حجاج بمبئی سے واپس آئے ٹکٹ جہاز کا نہ ملا مولوی خلیل احمد اور قافلہ انبیٹھ کا اور دیوبند کا سب لوگ مکان حضرت مرشدنا میں فروکش ہوئے۔ حضرت کے مزاج کی خیریت لکھی ہے خود حضرت کا نامہ عالی حجاج کے ہاتھ آوے گا۔ بعض لوگ جن کے پاس خرچ قلیل تھا وہ بمبئی سے تو چلے گئے مگر جدہ سے مکہ تک فی شتر پانچ ریال کرایہ ہوا اور عرفات کا کرایہ بھی پانچ ریال اور مشہور تھا کہ مدینہ کا کرایہ چالیس ریال بدوی مانگتے ہیں نہ معلوم کس قدر پر فیصلہ ہوا۔ کثرت حجاج سے سب شئے گراں ہو گئی۔ ۲۵ ذی الحجہ روانگی مدینہ طیبہ کی لکھی تھی۔ بہر حال اس خط سے اور دیگر خطوط سے جو مکہ سے آئے خیریت مزاج حضرت مرشدنا اور سب اہل قافلہ و احباب کی معلوم ہو کر فرحت ہوئی۔ ادھر آپ کا خیریت نامہ آگیا۔ اب میرا حال بھی اچھا ہے تو اب ہر طرف سے خبریں سرور کی آتی ہیں۔ دنیا عجب کارخانہ عجیب ہے کہ گاہ ملال و رنج کا زور ہر طرف سے ہوتا ہے گاہ سرور کا زور شور رہتا ہے۔ یہ حال انقلاب آثار کیا قابل اعتبار رکھا جاوے۔ معتبر وہ امر ہے جو کو بقا ہووے اور دائماً سرور و راحت کا موجب ہووے تو وہ بجز رضامندی اپنے مالک تعالےٰ شانہ کے اور کوئی شئے نہیں۔ جس کے نصیب ہو جاوے۔ تا یار کرا خواہد و میلش بکدام است۔ رزقنا اللہ تعالےٰ و ایاکم۔ آپ کے خط کا جواب اُسی روز لکھنے کا قصد تھا مگر چونکہ آپ نے اپنا فتح گڑھ جانا اور بعد ہفتہ واپس آنا لکھا چند روز وقفہ کر کے آج روز پنجشنبہ ۲۳ ستمبر کو خط لکھتا ہوں۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۵۹

حکیم عبدالعزیز خاں صاحب السلام علیکم۔ پچھلے خط میں آپ نے درباب پسر عبدالنبی خان لکھا تھا۔ دعاء سے تو دریغ نہیں مگر امر یہ ہے بخدا میرا دل گھبراتا ہے بس وہیں اُن کی طمانیت کر دیویں کہ دعا کرتا ہے یہاں نہ لاویں دور دور سے ہی ان کی تسلی رکھیں۔ فقط والسلام۔

مکتوب نمبر ۶۰

حکیم عبدالعزیز خاں صاحب السلام علیکم! آپ کا پہلا خط مع مولوی اسمٰعیل کے آیا اب کیا لکھوں کہ مولوی اسمٰعیل کو فقط زبانی باتیں سن کر خیال بک گیا اور وہ فقط اس کی ظاہری باتیں تھیں چنانچہ مفصل لکھ چکا ہوں اب دوسرا خط آپ کا آیا الحق یہ بیس ۲۰ روپیہ مجھ کو لینا سخت معلوم ہوتا ہے کہ اس وجہ سے لیا جاوے۔ میرے دل کی خواہش یہ ہے کہ اس کو واپس کر دوں مگر تم ایسا کچھ لکھتے ہو اب پھر بار بار لکھنا تو فضول ہے مگر اس قدر محقق ہے کہ لاریب آپ کو بوجہ حضرت کے بندہ سے خیال ہے اور خود یہ ناکارہ خود غرض ہے نہ کسی کی بھلائی مجھ سے ہو سکے نہ

کسی کے کام کا ہوں۔ اگر زبانی دُعا کر دی تو کیا ہُوا تم کو جو کچھ مجھ سے خیال ہے وہ محض حسن ظن اور مَیں اپنے اندر کو جانتا ہوں کہ اپنی محبت اور غرض سے پُر ہے تم تو دوسرے درجہ میں الحق کہ خود حضرت مُرشد ناسے بھی مجھ کو جیسی چاہیئے اعتقاد و محبت نہیں۔ ایک بار خدمت میں حضرت کے بھی عرض کر دیا تھا کہ آپ کے سب خادموں سے اس بات میں کم ہوں۔ ہر شخص کو کسی درجہ کی آپ کی محبت ہے اور اعتقاد مگر مجھ نالائق کو کچھ بھی نہیں۔ اور یہ اس واسطے ذکر کیا تھا کہ نفاق اپنا ظاہر کر دوں اور حقیقت الحال کو عرض کر دوں۔ سو اب دیکھو کہ جب خود اس شخص مبارک سے کہ جس کے پاپوش کی بدولت دُنیا میں عزت ہو رہی ہے اور یہ توجہ آپ کو ہے اس کے ساتھ اپنا یہ حال ہو تو پھر اور کوئی تو دوسرے درجہ میں ہے۔ پس جب یہ حال خواہ اپنا اپنے دوستوں کے ساتھ ہُوا تو کس طرح مَیں ہدایا اپنے حوصلہ سے زیادہ قبول کروں وہ کسی خیال میں اور اپنا کچھ اور حال تو اب کیا کہوں؟ نہ کہہ سکتا ہوں نہ چُپ رہ سکتا ہوں۔ اس قدر پھر لکھتا ہوں کہ یہ روپیہ تمہاری غرض میں خرچ نہ ہُوا تو اب ایسی حالت میں اگر قبول کر لو تو بہتر ہے آخر ہر روز لئے جاتا ہوں اور فی الواقع یہ امر مقرر ہے کہ مجھ کو کسی محسن دوست عزیز سے آشنائی نہیں۔ اپنے دل میں اپنی راحت و غرض اس قدر جاگزین ہے کہ نہ کسی کے رنج سے رنج ہے نہ کسی کی فرحت سے فرحت ہر دم اپنی ہی غرض در پیش ہے اگرچہ اس اپنے حالِ زار سے نادم ہوتا ہوں مگر طبعی بات کو ندامت سے سود نہیں ہوتا۔ شرمندہ ہوتا ہوں اور پھر وہی طبیعت سرزد ہوتی ہے تو اب اگر آپ چشم پوشی کریں تو بہتر ہے ورنہ کیا کروں؟ حق تعالےٰ آپ کے حسن ظن سے میرے ان اخلاق نازیبا کو زائل کر دیوے اور تھوڑی سی عقیدت اپنے مُرشد کی اگر دے دیوے تو پھر برادران دینی سے البتہ کچھ اُلفت ہو جاوے ورنہ قیامت کو میری حقیقت منکشف ہو کر اندیشہ ندامت ہے۔

اسی واسطے اب ظاہر کرتا ہوں کہ میرا نفاق ظاہر ہو جاوے کہ دوست یوں جانتے ہیں کہ یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور مَیں بالکل اُن کی طرف سے غافل اپنی غرض میں مُبتلا ہوں۔ سو اے برادرِ دینی! تم سے بھی توقع ہے کہ میرے واسطے اس امر کی دُعا کرو کہ حق تعالےٰ مجھ کو اپنی حب دیوے تو اس کے حب سے حب اُس کے اولیاء کی ہووے اور پھر اُس حب سے حب برادران دینی کی ہووے ورنہ جس قدر میری کوئی شکایت کرے بجا ہے' مَیں خود مقر ہوں اور اپنا حال جانتا ہوں۔

اور یہ بھی ضرور ہے کہ جب آدمی کو رنج ہوتا ہے تو خلافِ توقع سے ہوتا ہے کہ جہاں آدمی توقع کسی امر کی رکھتا ہے اور وہ توقع بر آمد نہیں ہوتی تو رنج ہوتا ہے اسی واسطے غیروں سے رنج کم ہوتا ہے اور عزیزوں اور دوستوں سے رنج ہو جاتا ہے کہ اُن سے توقع بھلائی رکھتا ہے۔ جب بھلائی وقوع میں نہ آئی رنج ہُوا خلاف توقع ہونے کے سبب دل پر صدمہ ہُوا۔ سو چونکہ اپنے آپ سے مجھ کو خود توقع نہیں کہ کسی سے سلوک کروں اور اپنے آپ کو قابل دوستی کے نہیں جانتا تو الحق اگر کوئی میری شکایت کرے تو مجھ کو بُری نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ اپنے آپ کو ایسا ہی جان رہا ہوں اور کسی کی شکایت کو بجا جانتا ہوں کیونکہ میرے افعال ظاہری پر وہ لوگ مغرور ہو کر وہ مجھ کو اپنا دوست جان گئے پھر جب معاملہ خلاف پیش آیا تو ضرور شکایت ہونی چاہیئے۔

سو اب آپ سنو کہ سہارنپور کا آنا یا پنجلاسہ پہنچنا ایسا کیا مشکل تھا مگر اپنی غرض سے جو دل پر تھا سو حیلہ حوالہ پیش کر دیئے تو یہ آپ کی کمی توجہ کا باعث نہیں تم تو حضرت کی محبت و عقیدہ کے ظل سے اس ناکارہ پر توجہ تام رکھتے ہو تم میں کوئی قصور نہیں سراسر کوتاہی بندہ کی ہے۔ اب میں صاف صاف لکھتا ہوں کہ اگر خود حضرت مرشدنا کو کوئی خدانخواستہ تکلیف پیش آوے تو بخدا مجھ کو توقع اپنے نفس سرکش سے یہ نہیں کہ اُن کی خدمت گذاری میں ذرا بھی تکلیف گوارا کرے۔ سو یہ میری شامتِ اعمال ہے کسی کا کیا قصور؟ حضرت کی عنایات سے تو میں دنیا میں سب کچھ مشہور ہو گیا اپنا کیا علاج کروں؟ اے خدا اگر آخرت میں اس کا دسواں حصہ بھی نصیب ہو جاوے تو میرے برابر کوئی صاحبِ نصیب نہیں۔ مگر چونکہ دُنیا ظاہر ہے اور آخرت میں باطن ظاہر ہو جاوے گا وہاں کچھ بھی تو توقع نہیں بندھتی۔ الٰہی توبہ توبہ بس ختم کرتا ہوں۔

اقلہ ایک یہ بھی کہتا ہوں کہ تم نے مولوی پیر محمد خاں سے شکر رنجی کا قصہ لکھا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ کیا وجہ ہوئی؟ باہم شکر رنجی اچھی نہیں۔ گاہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ قصورِ فہم ہو جاتا ہے۔ بات کچھ ہوتی ہے اور فہم میں دوسری طرح آجاتی ہے تو صفائی عمدہ بات ہے جب آپ ظاہر لکھ دیویں اُس وقت پیر محمد خاں سے پوچھوں اور زیادہ اب آپ کو بھی نہیں لکھ سکتا کہ بیمار ہو کیا تکلیف دوں! فقط

اہل پنجلاسہ کی دشمنی پر صبر کرنا لازم ہے وہ جو کچھ کرتے ہیں اپنے واسطے کرتے ہیں۔ عبدالمجید خان کا البتہ افسوس آتا ہے کہ وہ کیوں ایسا کام کرے جس سے آپ کو ناخوشی ہو۔ مگر ایک نصیحت آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ حتی الامکان دوسرے کی فعل کی تاویل حسن کرنا اور جہاں تک ہو سکے دوسرے کی بات کو بھلائی پر حمل کرنا اچھا ہے اور تھوڑے سے قصور پر چشم پوشی کرنا عمدہ ہے اس میں آپ کو بہت راحت رہے گی اور دشمن کے فعل کے بدلے نیکوئی کرنا تو بہت عجیب بات ہے کہ ہر ایک کا کام نہیں فقط۔

ان فقرات کو اسی طرح نہ جاننا کہ آپ پر طعن ہے یا عبدالمجید کی طرفداری ہے بلکہ تمہاری راحت ہی کے خیال سے لکھتا ہوں۔ ان فقروں سے ناراض نہ ہونا اور ان فقرات کی تصدیق حضرت مرشدنا سے کرانا کہ یہ فقرات مجھ سے عمل میں نہیں آئے آپ کو لکھتا ہوں۔ بھلا آپ ہی عمل کریں۔ یہ قدیم نصائح ہیں۔ فقط والسلام

مکتوب ۱۶۱

عنایت فرمائے بندہ حکیم عبدالعزیز خاں صاحب دام عنایاتہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند مہربانی نامہ پہنچا۔ اور شدتِ بخار کی تخفیف جو لکھی تھی اُس سے طمانیت ہوئی۔

در باب شغل مذکور جس طرح ہو سکے خواہ شکل مطلوب بشکل مرشدنا ہو خواہ شکل مرشدنا بصورت مطلوب ہو کر و غرض اس تصور کے ساتھ خیال شریف حضرت سلمہ رہے اور اگرچہ قوت تخیل اور ضعف حافظہ ہے مگر جس قدر ہو سکے کرتے رہو کسی بات کا کچھ خیال نہ کرو اور بعد ایک ماہ کے جو کچھ کیفیت اس شغل کی ہو اُس سے اطلاع دو۔ دوسرا امر یہ ہے کہ گستاخی اور بے ادبی کا دھیان نہ کرنا۔

اس عاجز کا انبالہ باین خیال آنا بظاہر دشوار ہے اس وقت یہ خیال ہے کل کی خبر نہیں کہ کیا ہوگا اور آپ کے واسطے اگر وہ وہاں مقرر ہوں باین شرط کہ غرباء کا علاج کیا جاوے اور امراء سے بطور خود حسب عرف لیا کرو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر یہ شرط ہے کہ بعد اس تنخواہ کے کسی سے کچھ نہ لو اس کو میں پسند نہیں کرتا ہوں۔ آئندہ جیسی رائے ہو۔ غرض اس چندہ کی تنخواہ میں تو کچھ عیب نہیں۔ مگر مقدار قلیل پر قناعت آپ سے مشکل ہے اور گزارہ دشوار پس اس بات کا خیال کر کے اگر کر لو کچھ مضائقہ نہیں اور حالات آمدنی جب تک کہ قیام دو، چار ماہ کا نہ ہو معلوم نہیں ہوسکتا اور آپ کا قیام اب تک وہاں کچھ ہوا نہیں اگر بقدر گزران وہاں حاصل ہوسکے تو بے قیدی بہت عمدہ شئے ہے ورنہ روزگار کرنے کا کچھ عیب نہیں۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۶۲

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ گرامی خدمت حکیم عبدالعزیز خان صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط بدست میاں جی عبداللہ صاحب آیا تھا اور زبانی بھی حال معلوم ہوا بندہ کو وہ بخار جو ایک دیر تک رہا تھا، شدتِ سرما میں رفع ہو گیا تھا البتہ اب بیس روز کے قریب سے بعد ظہر ایک کیفیت بخار جیسی ہو کر عصر کے وقت عضاء شکنی اور درد سر گاہ زیادہ گاہ کم ہو جاتا ہے مگر اس کو تکان پر حمل کرتا ہوں کہ طلباء کے درس کا بہت تکان ہو جاتا ہے چنداں تکلیف نہیں البتہ سستی رہتی ہے کہ کام بتکلف کرتا ہوں۔ فقط

دو ماہ کے قدر ہوا کہ ایک خط حافظ احمد حسین کا آیا تھا کہ اس میں خیریت مزاج حضرت سلمہٗ کی بھی لکھی تھی۔ مکہ میں ایک مہمان سرائے کی تجویز ہوئی ہے جس میں غرباء آدمی فروکش ہوا کریں اور جب تک اُن کو مکان ملیں اُس میں ہی رہیں۔ اُس کے اشتہارات طبع ہو کر آئے ہیں اور تخمین اس مکان کی چار لاکھ روپیہ کے قریب ہوئی ہے۔ حافظ احمد حسین مہتمم اس کام کے تجویز شیخ الهنود اور جملہ اہل شوریٰ سے مقرر ہوئے ہیں۔ فقط

مکتوب نمبر ۶۳

عنایت فرمایم حاجی عبدالعزیز خان صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند، یہاں ۳۰ر کا شعبان ہوا بسبب ابر غلیظ کے چاند نظر نہیں آیا۔ اگر وہ دو آدمی چاند دیکھنے والے معتبر نمازی صالح ہیں تو تم بعد ۳۰ر روزہ کے افطار کر سکتے ہو مگر اس میں سخت بد انتظامی ہے۔ یہاں بھی اخبار آتے ہیں مگر کوئی قابلِ طمانیت نہیں تو اگر اُس تاریخ میں ابر رہا اور چاند نظر آیا تو روزہ رکھنا۔ اور جو وہ دیکھنے والے معتبر ہوشیار ہوں تو بھی افطار ظاہر نہ کرنا کہ فتنہ ہو جاوے۔ ناتفاقی سے بہت بچنا چاہیئے۔

والسّلام

مکتوب نمبر ۶۴

عنایت فرمائے بندہ حکیم عبدالعزیز خان صاحب شفاہم اللہ تعالےٰ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند عرصہ گزرا کہ آپ کا خط آیا حال معلوم ہُوا۔ آپ کی بیماری سے نہایت رنج و ملال ہوتا ہے اور دعاء بدرگاہ حق تعالےٰ کے کرتا ہوں اگر قبول ہو جاوے۔ حضرت سلمۂ کو جو عرب کو خط لکھا ہے آپ کی بیماری کا حال اور طلب دعا بھی اس میں لکھ دیا ہے۔ زیادہ بجز دُعا کیا لکھوں۔ منتظر ہوں کہ خبر تخفیف سنوں۔ سو دیکھئے کہ اس قدر ہے اور تکالیف داخلی وخارجی عزیزو اجنبی پر بجز صبر کے اور کیا چارہ ہے۔ سب امور اپنے سپرد حق تعالیٰ کے کرنا ہی چارہ ہے ۔

مکتوب نمبر ۶۵

برادرم حاجی حکیم عبدالعزیز خاں دام اشفاقہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کے دو خط پہنچے۔ برادرا! بندہ کا حال مثل طفل ناعاقبت دان اور ناواقف اپنی مصلحت کے ہے کہ طفل اپنے والدین سے جو اُس کی خواہش ہو مانگتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے اور روتا ہے اور نہایت ملول ہوتا ہے بلکہ اپنے والدین کو اپنے اوپر تعدی کرنے والا جانتا ہے مگر والدین اُس کے شفیق ہیں ہرگز جس میں اس کا نقصان ہو قبول نہیں کرتے وہی کرتے ہیں جو اُس کے واسطے فی الحال اور مآل کار بہتر ہو۔ ایسا ہی بندہ اپنی خواہش میں مشغوف ہے آخر کی بات اس کو معلوم نہیں ہے کہ اُس کا انجام کیا ہوگا؟ مگر حق تعالےٰ اُس کے لئے وہی کرتا ہے جو خیر ہو۔ اگرچہ بندہ کو ناگوار معلوم ہو اور اپنے واسطے بُرا جانے۔ اس واسطے حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ بہت سی چیز کہ اس کو تم خیر جانتے ہو اور وہ تمہارے واسطے شر ہے۔ لہٰذا بندہ کو واجب ہُوا کہ ہر امر پر ٹوٹ کر اس قدر فریفتہ نہ ہو بلکہ اوّل اپنی خواہش کے طلب میں مشورہ و استخارہ کرے۔ ازاں بعد یُوں دُعا کرے کہ الٰہی اگر یہ امر میرے واسطے تیرے علم میں بہتر ہے تو مقدر کرے اور جو بُرا ہے تو میرے دل کو اس طرف سے پھیر دے اور یہ کام نہ ہووے ۔

اب بعد اس تقریر کے مَیں لکھتا ہوں کہ تم کو اس قدر اس کام پر شیفتہ ہونا اور ایسی طرح سے لکھنا مناسب نہیں۔ دُعا اس طرح کرو کہ اُوپر لکھا ہے اور عمل وہ پڑھو جو پہلے بتایا ہے اور اپنے سب کام حق تعالےٰ کے سپُرد کرو۔ فقط

مکتوب نمبر ۶۶

گرامی خدمت حکیم عبدالعزیز خان صاحب۔ اذیت مخلوق پر بجز صبر کیا ہو سکتا ہے؟ فی الواقع مخلوق محض روپوش ہے سب کچھ قضاء و قدر کی طرف سے ہے۔ پس جیسا مرض پر آدمی صبر کرتا ہے اور کسی سے ملول نہیں ہوتا اگر نظر سلیم ہو تو اس اذیت پر بھی کسی سے ملال نہ کرے مگر چونکہ آدمی عالم اسباب کا کاربند ہے۔ ظاہر پر نظر ہو کر موجب الم و

ملال ہوجاتا ہے۔ بہرحال حق تعالےٰ رحم فرماوے۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ٦٧

عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خان صاحب سلمہٗ السلام علیکم! آپ کا خط آیا آپ کے اس حال سے مرض میں ایسی مخالفت اہلِ دیہہ سے بھی رنج ہوا۔ اگر اندیشہ آبرو کا ہو تو اپنے گھر میں فرض ظہر کے ادا کر لیجئے۔ جمعہ ایسی صورت میں ساقط ہوجاتا ہے اور دوسرے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنے کو جانا ضروری نہیں، ناچاری حکم حق تعالےٰ کا ہے کہ سب یک لخت ایسے ہوگئے۔ اور پھر یہ نقصان باغات کا بھی تقدیر سے ہے۔ حق تعالےٰ جو کچھ اپنے بندہ کے واسطے کرتا ہے خیر ہی ہے، گو بندہ اس کی وجہ نہیں سمجھتا۔

اب ایک فرحت کی بات لکھتا ہوں کہ ایک شخص بریلی کے رہنے والے مولوی محمود حسین نام ہیں اب کے سال حج کو گئے تھے، بعد حج کے مکہ میں مقیم ہوگئے۔ اب تیسری شعبان کو مکہ سے چل کر تیسویں شعبان کو بریلی میں پہنچے اُن کا جو خط آیا ہے انہوں نے لکھا ہے کہ جناب مُرشدنا ہر طرح سے تندرست بعافیت تمام ہیں۔ اس مژدہ سے ایک فرحت دل کو ہوئی کہ خیریت حضرت کی بے موسم حاصل ہوگئی۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ٦٨

از بندہ رشید احمد عفی عنہٗ برادرم حکیم عبدالعزیز خان صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ تم جو لکھتے ہو کہ شاید شکایات ہر طرف سے یہ بندہ تم سے ناراض ہوجاوے۔ سو سُنو کہ اول تو تمہاری شکایت بجز تمہاری ہمشیرہ کے کوئی مجھ سے نہیں کرتا۔ مجھ کو اُن کی شکایات سے تمہارے ساتھ رنجش کی کیا وجہ اور قطع نظر اس کے میں ایسا دیوانہ تو نہیں کہ بلاوجہ کے شکوہ سے تم سے ناراض ہوں۔ مجھ کو تم سے ایک تعلق ہے کہ وہ قطع نہیں ہوسکتا۔ ہاں تمہارے سبب سے یہ رنج ہوتا ہے کہ جب تمہاری کوئی تکلیف کی بات معلوم ہوتی ہے تو دل دُکھتا ہے بجز دُعا کوئی چارہ نہیں صبر کرتا ہوں اور دُعا کرکر متوقع رفع اُس بلاء کا ہوتا ہوں۔ ہر چند توقع ہے کہ سب آفات مرتفع ہوجائیں مگر تا رفع البتہ ایک خیال رہتا ہے سو ایسا رنج بھی تم سے ناراضا کا باعث نہیں ہوسکتا۔ مجھ کو یہ بات کہ جناب مُرشدنا کو تمہارے ساتھ اُلفت ہے سب چیزوں سے زیادہ وجہ محبت تمہارے ساتھ ہونے کی ہے۔ اگر تمہاری ہمشیرگان ناراض ہوں تو ہوں مجھ کو اُن سے چنداں غرض نہیں، اگر ہے تو بوجہ خدمت گزاری و بیعت حضرت مرشد سلمہٗ کے ہے۔ سو جب تمہارا علاقہ بجہت حضرت سے ہے پھر مجھ کو کسی کے رنج و شکوہ سے بحث نہیں۔ ہاں میں کچھ نہیں اور کچھ کر نہیں سکتا اور کسی تمہارے امر میں معاونت مجھ سے نہیں ہوسکتی اور کسی لائق نہیں ہوں مگر بوجہ حضرت مخدوم کے دل سے تمہارے ساتھ ہوں اس بات کو خوب یاد رکھنا اور ایسے واہمہ جو اس خط میں لکھتے ہو کبھی مت لکھنا اور یہ قصہ طویل جو معاملہ ہمشیرہ کا لکھا ہے مجھ کو اس سے کچھ حاجت نہیں اُن کے شکوہ کو ہوائی گولہ جانتا ہوں۔ بلکہ اگر تمہاری خوشی ہو تو اب کی دفعہ اُن کا خط بھی نہ لوں۔ بہرحال

تم مطمئن رہو۔

اپنا حال یہ ہے کہ طبع برداشتہ ہو رہی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ پھر خدمتِ حضرت میں حاضر ہوں مگر ہمت و موقع نہیں۔ اب تک سبق شروع نہیں کرائے اگر کوئی آیا تو جواب دیا معہذا ضعف ایسا ہو گیا ہے کہ کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۶۹

عنایت فرمائے بندہ حاجی عبدالعزیز خان صاحب دام اشفاقہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ اب مجھ کو یوں یقین ہوتا ہے کہ جب خود جناب حضرت سلمہٗ اس طرف متوجہ ہوئے تو آپ کا مقصد برآمد ہووے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ کچھ گھبرانے کی بات نہیں۔ اب تک کوئی ہدایت نامہ حضرت کا یہاں نہیں آیا باقی ہر طرح خیریت۔ مولوی محمد قاسم صاحب بھی رامپور میں چار روز رونق افروز رہے۔ اب بریلی تشریف لے گئے ہیں۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۷۰

عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خان صاحب دام اشفاقہم بعد سلام مسنون آنکہ روزگار کے باب میں اپنی رائے اور فہم کو قاصر جانتا ہوں اپنا سا سب کو خیال کرتا ہوں۔ لہٰذا استخارہ کر کے جو کچھ کیا جاوے اُس کو جانتا ہوں قطعاً یوں لکھتے کہ ترک کر ہی دو ہمت نہیں ہوتی اور یہ کہتے کہ کفار کی مجلس خراب کے شریک رہو یہ بھی موقع نہیں اگر خود حضرت سے اس باب میں مشورہ کر لیا جاوے تو عمدہ بات ہے۔ اگر ترک کا قصد پختہ ہو تو مناسب جانتا ہوں کہ بشرط صحت ایسے موسم میں تم خدمتِ حضرت میں پہنچو۔ حضرت نے زبانی بندہ کو کہلا بھیجا کہ اوّل تو تم مت آ اور جو آتا ہے تو اعتدال کے موسم میں آنا کہ تکلیف گرمی کی اور جہاز کی اب بہت ہونے لگی ہے۔ مگر یہ کاہل مصیبت زدہ اس لائق کب ہے کہ چندے مکہ معظمہ میں قیام کر سکے۔ چند در چند مانع پیش آتے ہیں۔ مجبوراً اگر آپ سے ہو سکے تو بہتر ہے۔ الغرض ترک کر کے عرب جانا مناسب ہے۔ مگر یہ سب امور جب ہیں کہ تم کو اس مرض حال سے صحت ہو جاوے۔ اب تو اس مرض کا بظاہر تردد ہو گیا ہے حق تعالیٰ صحت کامل عطا فرماوے۔ فقط

مکتوب نمبر ۷۱

عنایت فرمائے بندہ حکیم عبدالعزیز خان صاحب دام اشفاقہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند، مہربانی نامہ پہنچا، احوال معلوم ہوئے۔ مخالفت اہل نیچلاسہ پر کیا خیال کرتے ہو؟ ہر روز اہلِ حق کے ساتھ خرخشہ رہتا ہے جو کچھ تم سے ہو سکے کر دو باقی وہ جانیں اُن کا کام۔ دوسرے امر میں اب ایک بات آپ کو بتلاتا ہوں اس کو ضرور کرنا۔ جناب مُرشدنا کی صُورت کا تصور باندھو کہ وہ جناب خود حکیمًا ہیں۔ اعنی حضرت بصورت حکیمًا بنے ہوئے ہیں

اس تصور کو وقت فرصت ہمت و محنت کر کے کرو اور جتنے وظائف تم اس مقصود کے واسطے پڑھتے ہو سب ترک کر دو اور دُور جانا ابھی تا رمضان ملتوی رکھو۔ ہاں اگر کہیں صورت روزگار یا اور نفع کی ظاہر دیکھو مضائقہ نہیں میرا جواب واقعی مختصر ہوتا ہے خصوصاً آپ کے خط کے نزدیک آدمی کو غلبۂ حال میں کلام طویل ہوتی ہے اور رات دن مقصد کے کلام سے دل نہیں بھرتا بلکہ جس قدر کہے یا لکھے وہ تھوڑی معلوم ہوتی ہے اور مضامین پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ مگر جواب اُس کا اگر دیکھا جاوے تو ایک ہی بات ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کے جواب میں بندہ کا خط بہت مختصر معلوم ہوتا ہے اور اب بھی جو ایک علاج لکھا ہے مختصر ہے۔ سو تم اس مشق کو خوب مزادلت کرو اور جب علاج معالجہ سے فرصت ہو جایا کرے اس شغل کو کرو آپ کو اس میں یقینی نفع ہوگا۔ ایسا نہ کرنا کہ کچھ اور تخیل باندھ کر نہ کرو اور سب وظائف کا ترک کرنا بھی ضرور جانو زبانی فقط لا ملجا ولا منجا من اللہ الا الیہ ٗ بہ نیت رفع شر حاسدان وحصول مقاصد پسندیدہ حق تعالےٰ پڑھو۔ اس میں کوئی مقدار اور وقت معین نہیں جس قدر ہو سکے جس وقت ہو پڑھو اور علاج جان کر دونوں کام کی خوب مزادلت رکھو۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۷۲

حکیم عبدالعزیز خان صاحب السلام علیکم! آپ کا خط مع نُورنامہ جناب مُرشدنا آیا حضرت کے ہدایت نامہ کو دیکھ کر وہ شبہ عشق مزاجی میں جو تھا رفع ہوگیا اور آپ کو بھی واضح ہوگیا کہ جناب مُرشدنا کی تحریر کی جو بندہ نے شرح کی تھی درست تھی اور کتابوں میں اور حضرت کے خط سے جو مطلق جواز معلوم ہوتا تھا وہ بات نہیں تھی مبتدی کو مضر ہے اور منتہی کو مفید۔

بندہ دُعا کرتا ہے کہ حق تعالےٰ آپ کو کامیاب فرماوے۔ اگر مقدر ہے تو نصیب ہووے گا۔ یہ دنیا ساری عمر عقب گزاری نہیں ہونے دیتی جو کچھ ذکر ہو جاوے وہی کام آوے گا۔ فی الواقع کوئی شئے شوق سے زیادہ نہیں۔ صاحبِ شوق کو کوئی چیز مانع نہیں ہوتی جس کو شوق ہوتا ہے وہ حسبِ لیاقت و استعداد ضرور کچھ لے جاتا ہے اور بدوں شوق ساری عمر کی محنت بھی تھوڑا حظ دیتی ہے۔ آپ کو شوق لگا ہُوا ہے سو خالی نہ جاوے گا نالاں و گریاں ہونا ہی کافی ہے۔

ولایت نظری کے یہ معنی ہیں کہ بعض وقت بدوں اختیار عارف کے ایسا آجاتا ہے کہ عارف کی نظر میں اور توجہ میں اثر ہوتا ہے کہ جس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس پر ایک اثر پڑتا ہے جس سے وہ ملون ہو جاتا ہے مثل آفتاب کے کہ جب وہ نمایاں ہوتا ہے تو ہر شئے پر اُس کی شعاع ہوتی ہے مگر جو طبع مصفا قابل ہوتی ہے تو انوار کا عکس آتا ہے اور نہیں تو حرارت کا اثر ہوتا ہے اس میں بھی تفاوت استعداد ہے۔ آئینہ پر نور زیادہ اور عاج پر کم، پتھر پر گرمی زیادہ اور گارے پر کم علیٰ ہذا۔ پھر جو وہ عکس بزرگ کا قائم ہوگیا فبہا اور جو زائل ہوگیا تو پھر ویسا ہی رہ گیا۔ یہ بھی تفاوت رکھتا ہے تو یہ امر اتفاقی ہے، بے اختیاری اس پر کوئی انتظار کر کے نہیں بیٹھا،

اپنا سرمارنا اور مجاہدہ مشروط ہے اور اپنا ہی کیا حال قائم دائم لاتا ہے۔

الغرض اب آپ ملازمت پاس انفاس بہت رکھیں اور اس پر زیادہ توجہ رہے اور وظائف و اوراد زبانی جو ارشاد حضرت ہیں اُن کو بھی کرتے رہیں جو مقدر ہے ملے گا اور تمہارے حال پر جس قدر توجہ حضرت کی ہے وہ مخفی نہیں اور یہ کمینہ محض بُت بنا ہے۔ بخدا مجھ کو ایک سخت ندامت اپنے پاک پروردگار سے یہ بھی ہے سوائے بہت سی شرمندگیوں کے کہ مجھ کو اپنے مرشد رہبر سے ہرگز اُلفت نہ ہوئی جیسا تم صاحبوں کو محبت و عشق پیر کا ہے مجھ کو نہ ہُوا اور محبت کچھ تکلیف سے نہیں ہوتی۔ سو فقط اعتقاد و محبّت جو تم کرتے ہو وہی بس ہے۔ اور میرا تو سارا قصّہ اپنی تقریر کذاب اور حسن ظن جناب مرشد نا کا ہے۔ جب یہ ناکارہ ننگ خاندان مکّہ منا کو اپنے ہادی کے ساتھ شتر سوار ہو کر چلا تو راہ میں خلوت پا کر عرض کیا کہ اے ہادیٔ مَن میرا تو آپ کی خدمت میں عقیدہ بھی جیسا چاہیئے ویسا نہیں اور نہ محبّت مثل دیگر مریدین کے اور نہ کوئی ایسا حال جس پر طمانیت ہو بلکہ خود ایمان پر بھروسہ نہیں تو پھر باوجود ان نقصانات کے حضور کی عنایت اگر محض میری بے ہُودہ باتوں پر ہے تو وائے برمن اور اگر آپ کو باشارہ باطن یا حکم الٰہی یا بزرگان خاندان ہے تو ارشاد ہو کہ میری بھی طمانیت ہو جائے۔ حضرت نے سکوت فرمایا۔ (غالباً آگے کچھ تحریر کا حصّہ ہے جو ملا نہیں۔ ۱۲ عاشق الٰہی)

مکتوب نمبر ۴۳

عنایت فرمائے بندہ حکیم عبدالعزیز خاں صاحب سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال معلوم ہُوا تعویذ فرزند کے واسطے مرسل کرتا ہوں مگر مجھ کو تعویذات میں دخل نہیں۔ حق تعالےٰ شفاء بخشے۔ میرے یہاں یہ حادثہ ہُوا کہ زوجہ حافظ مسعود احمد ۲۴ رجمادی الاولیٰ روز جمعہ کو فوت ہوگئی۔ اُس کی جوانی پہ ایک حسرت ہے۔ ایک دُختر یتیم سالہ چھوڑی جس کی تربیت اب دشوار ہو رہی ہے۔ پھر سہ شنبہ ۲۸ رجمادی الاولیٰ عزیز ابوالنصر کا ہمشیر زادہ جوان صالح تیسؔ برس کی عمر میں تھا حافظ قرآن اور نیک بندہ انتقال کر گیا۔ بجز صبر اور رضا کے بندہ کا کیا چارہ ہے جو کچھ وہ پسند فرماوے وہی عین حکمت و مصلحت ہے۔ اس دُنیا میں کوئی مال کو روتا ہے کوئی اولاد و اقارب کو دوسروں کے نام سے اپنا رونا روتا ہے۔ مگر فی الواقع اپنا رونا کہ اصلاح اپنی آخرت کی ہے کسی کو خبر و پرواہ نہیں عجب روزگار ہے زیادہ کیا لکھوں۔

مکتوب نمبر ۴۴

عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خان صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا۔ عزیز الطاف الرحمٰن خان کے تقرر نکاح سے فرحت ہوئی۔ شرکت نکاح میں قطع نظر اس کے کہ حرج ہے بڑی قباحت یہ ہے کہ ہر شخص بندہ کو شرکت نکاح کی تکلیف دیوے گا۔ اب تک سب کو یہ معلوم ہے کہ کہیں نہیں جاتا تو کوئی لب کشا نہیں ہوتا تو پھر بہت حرج

اور دشواری پیش آجاوے گی لہٰذا اپنی شرکت سے معذور ہوں ۔ فقط

ایک سفر دیوبند کا کہ حسب حکم حضرت مرشدنا اختیار کیا ہے بہت بندہ کو کلفت ہے اور حرج ہے مگر اس سے گویا مجبور ہوں ۔ ایک دفعہ ایک سال میں جانا پڑتا ہے چاہتا ہوں کہ اس سے بھی نجات ملے ۔ جواب خط کا مع ہدایت نامہ حضرت سلمہٗ کے پہلے روانہ کر چکا ہوں ۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۷۵

از بندہ رشید احمد عفی عنہ ۔ برادرم حکیم عبدالعزیز خان دام اشفاقہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط ابنالہ سے آیا ۔ واقعہ جدیدہ معلوم ہو کر رنج ہوا مگر بندہ بجز التجا اپنے مالک کے کیا کر سکتا ہے ؟ مجھ کو تو بخدا آپ کے ان مقاصد کا نہایت خیال ہے مگر قضاء و قدر سے سب مجبور ہیں جو کچھ مرضی مالک تعالیٰ شانہٗ کی ہے اُس پر ہی راضی اور شاکر ہونا چاہیئے ۔ آدمی کو ہرگز توقع نہ توڑنا چاہیئے کہ ہوتا وہی ہے جو مقدر ہے ۔ انبیاء علیہم السلام نے بعض امور میں سالہا سال التجا کی اور کچھ نہ ہوا ۔ غرض بندگی کا اظہار ہوتا ہے ۔ اعداء کی مخالفت کو بھی حوالہ خالق تعالیٰ شانہٗ کے کرو اور مجھ کو غافل ہرگز ہرگز مت سمجھا نو ۔ مولوی عبدالعزیز جیسا کریں گے اُس کا پھل دُنیا و آخرت میں پاویں گے ۔ اولیاء کو بُرا کہنا خالی نہیں جاتا مگر ہاں یہ زمانہ ایسا ہے کہ بد کی سزا بدیر ملتی ہے اور فروغ دروغ کو بہت ہے ۔ سو تم سب امور سے اعراض کرو کہ ہر کس اپنی پاداش پاوے گا اور اُن کے افسوں کب تک چلیں گے ؟ یہ سب مقدر تقدیر ہے نہ کوئی افسوں کر سکے اور نہ کوئی کسی کو تکلیف دے سکے ۔ سب ایک مالک مختار کے ہاتھ بات ہے اُس کی ہی طرف سے ہے ۔ کنیزک درمیانی نے جو بیان کیا ہے وہ پہلے ہی مشہور تھا تم اتنا کیوں پریشان ہوتے ہو ؟ ہاں اگر راز مخفی ہوتا تو شہرت میں رنج ہوتا ۔ جب پہلے ہی سب کچھ مشہور ہو لیا تو " ایلیہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر " وہ بھی سہی یہ بھی سہی ۔ فقط

مکتوب نمبر ۷۶

خان صاحب مکرم حاجی عبدالعزیز خان صاحب بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند تم اپنی تدبیر ظاہری کرو کہ عالم اسباب میں سامان و تدبیر پر ظاہر مدار رکھا ہے ۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کو پانچ سو بار اوقات مختلفہ میں پڑھتے رہو اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تین تین بار اور آیۃ الکرسی ایک بار سوتے وقت ہاتھوں پر دَم کر کے تمام بدن پر پھیر لیا کرو اور اُن کو ہی صبح شام بعد نماز پڑھ لیا کسی کا سحر و مکر اثر نہ کرے گا ۔ انشاء اللہ تعالیٰ اور استغفار کثرت سے کرو ، استغفار کی کثرت پر ادائے قرض و رفع غم و حصول مطلب کا وعدہ ہے ۔ ایک بات یاد رکھنا کہ اپنے راز کی کسی کو دوست جان کر اطلاع مت کرنا ۔ یہ بھی ایک ضروری بات ہے کسی کا اعتبار نہیں ۔

فقط والسلام

مکتوب نمبر ۷۷

از بندہ رشید احمد عفی عنہ حکیم عبد العزیز خاں صاحب السلام علیکم آپ کا خط آیا۔ در باب سفر آپ کے دُعا کرتا ہوں۔ حق تعالےٰ قبول فرماوے۔ اپنی کم ہمتی و بے بضاعتی تو ظاہر مگر تقدیر کی نہ خبر ہے اور کچھ شکوہ۔ فقط یہاں سب طرح خیریت ہے۔ فقط

مکتوب نمبر ۷۸

عنایت فرمایم حکیم عبد العزیز خان صاحب السّلام علیکم آپ کا خط آیا حال معلوم ہُوا فساد عبد العزیز خاں کا موجب رنج ہُوا حق تعالےٰ اس کو ہدایت فرماوے۔ آپ کو صبر ہی لازم ہے۔ اگر زیر باری مال کی ہوئی اس کو بھی تحمّل کرنا اور زبان سے احسان کی طرح پر بیان نہ کرنا چاہیئے بلکہ صدقہ جان کر صبر کرو اور خرقہ شیخ کے آنے پر نہایت فرحت ہوئی اللہ تعالےٰ مبارک فرماوے۔ اس خرقہ کا بھی حق یہی ہے کہ اپنے کئے کو نہ جانے دوسرے کے کئے کو بہت کچھ جانے اور جو کسی سے تکلیف پہنچے اس کو حق تعالےٰ کی طرف سے جان کر صبر کرے۔ اب اس مقدمہ میں تو فقط اتنا ہی لکھتا ہوں کہ اگرچہ اُس نے بے مروتی اور سخت بُرائی کی مگر تم اُس کے ساتھ سلوک و پرداخت ویسے ہی رکھو جیسے پہلے کرتے تھے اور اُس کی نادانی پر خیال نہ فرماؤ۔ اگرچہ یہ نہ لکھتا مگر جب خرقہ شیخ مرحمت ہُوا۔ اب اس کا کرنا ضرور ہُوا اور مجھ کو اطلاع کرنی واجب آئی۔ حضرت سلمہٗ نے بھی اپنی تحریر میں اس کا اشارہ کیا ہے اور علی ہذا دیگر لوگوں کی برائی کو خیال نہ کر کے صبر کرو اور اپنے کام میں مشغول رہو۔

در باب عزیمت حج اگر آپ کے پاس سامان آپ کا ہو جاوے تو قصد کرو ورنہ کسی چیز کا بیع رہن کرنا ہرگز مت کرنا اور بندہ کے واسطے جو آپ تحریر کرتے ہیں تو اگر بلاتکلف غیب سے میرا بندوبست ہو گیا خواہ آپ کے ذریعہ سے یا کسی اور وجہ سے تو اُس وقت مجھ کو اپنی طبع کا تلاش کرنا واجب ہو گا۔ اگر ہمت ہُوئی تو قصد کروں گا ورنہ نہیں۔ ضعف ایسا ہے کہ کوئی کام کرنا سہل نہیں مع ہذا ایک عنایت نامہ حضرت مُرشدنا کا مورخہ ۲۲ رجب آیا۔ بجواب عریضہ بندہ جس میں مولانا مرحوم کے انتقال کی خبر لکھی تھی اس میں ایک فقرہ مخدومنا سلمہٗ نے ایسا لکھا کہ جس سے ہمت کوتاہ سی ہو گئی اور طبع کاہل کو تائید ہوئی لکھتے ہیں :۔

"معلوم می شود کہ قصد ایں صورت است عزیز من! ایں سفر بہتر ست مگر فقیر غم خوردہ می ترسد کدام تکلیف سفر کہ عظیم است تن ناتواں آں عزیز را رسد و صدمہ آں بر جان ناتواں احقر افتد فقط"۔

اس عبارت نے وہ چُستی جو تھی رفع کر دی اور طبع کو جو آرام طلب ہے قوت ہو گئی۔ پہلے تو بہانہ عدم سامان کا تھا اب اگر سامان کی صورت بھی ہُوئی تو قطعاً ارادہ نہیں کر سکتا کہ ضعف اور یہ اشارہ حضرت سلمہٗ کا مانع نہ ہو جاوے تو وقت پر جو پیش آوے وہی قابلِ اعتبار ہے۔ فقط والسلام ۔

مکتوب نمبر ۸۰

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ گرامی خدمت جناب حکیم عبدالعزیز خاں صاحب سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند چونکہ بہت ایام سے آپ کے حالات کی خبر نہیں تعلق خاطر ہے امید کہ کیفیت مزاج سے اطلاع فرماویں اور بندہ پر سال گذشتہ میں صدمہ فوت ہونے حافظ محمد اسحاق نواسہ کلاں کا ہنوز اُس کو فراموش نہ ہُوا تھا کہ اب دوسرا صدمہ تقدیر سے پہنچا مگر بجز رضا کیا ہوسکتا ہے؟ حق تعالےٰ صبر عطا فرماوے۔ وہ یہ ہے کہ ۱۹ر جمادی الاولیٰ کو میرے فرزند خورد حافظ محمود احمد کا اسہال دموی میں انتقال ہوگیا۔ یہ اس قدر واقعہ جانکاہ ہُوا کہ کیا کہوں حق تعالےٰ اس کو بخشے ایک فرزند دو ماہ کا اُس نے چھوڑا حق تعالےٰ اُس کی عمر کرے کہ اس سے ہی دل بہلاؤں۔ فقط والسّلام حافظ مسعود احمد کا سلام مسنون پہنچے۔ ۲۷ر جمادی الاولیٰ سنہ ھ

مکتوب نمبر ۸۱

عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خان صاحب سلمہم السلام علیکم! یہاں کے حادثات کیا لکھوں۔ مولوی علاؤ الدین پسر مولوی محمد یعقوب صاحب جن کو سال گذشتہ میں دستار اجازت بندھوائی تھی ذی الحجہ کی دسویں کو فوت ہوئے تھے اور سوائے ان کے تین پسر اور چار پوتے اور دو پوتیاں ایک زوجہ، ایک بہو اور ایک نواسہ مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم کا فوت ہُوا تھا، اب ۳ ربیع الاول کو خود مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم نے نانوتہ آکر وفات پائی اور ایک سخت حادثہ مدرسہ پر اور لوگوں پر ڈالا۔ سہارنپور میں حافظ فضل حق جو رفیق مہتمم مدرسہ کے تھے فوت ہوئے حق تعالےٰ سب کو بخشے اور ہم کو عبرت دیوے۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۸۲

عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا خیریت رسی پر شکر حق تعالےٰ کا کیا اور عبدالکریم کی حرکت بے ہُودہ پر سخت رنج ہُوا۔ کیا وہ ہر روز دُنیا میں رہے گا۔ خیر کیا مضائقہ ہے اب تم صبح شام اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق کو تین تین بار بہ نیت ردِ سحر پڑھتے رہو اور قل یا اور قل ہو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس، سورہ فاتحہ، آیت الکرسی کو صبح شام ایک ایک بار پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھ پر دَم کر کے تمام بدن پر پھیرا لیا کرو اور جو ہو سکے تو ایک بار کسی وقت مقرر کر کے حزب البحر پڑھ لیا کرو ورنہ کچھ ضرورت نہیں۔ یہی دونوں عمل کافی ہوجاویں گے اور بندہ ہرگز تمہاری طرف سے غافل نہیں۔ حق تعالےٰ تمہارے ہر طرح کے کاروبار کی اعانت فرماوے اور مخالفوں کو شرماوے۔ اگر تعویذ ۳۳ آیت کا جو چھپا ہُوا فروخت ہوتا ہے کہیں سے مل جاوے تو اُس کو مڑھ کر بازو پہ باندھ لینا۔ یہاں تلاش کیا نہ ملا بعد میں

اگر ملا تو واپس روانہ کروں گا۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۸۳

حکیم عبدالعزیز صاحب السلام علیکم! آپ کا خط آیا سب حال معلوم ہوا۔ اگرچہ آپ کی طرف سے اور آپ کے ان احوال سے بہت کچھ قلق ہوتا ہے اور بخدا اپنے علم میں بحلف کہتا ہوں کہ تمہارے واسطے ہر روز تو دعا یقیناً کرتا ہوں مگر پانچ وقت میں شاید کسی وقت ترک ہوتی ہو لیکن آپ کے اس حسن ظن سے سخت پریشان ہوتا ہوں کہ تم کو میرے ساتھ اس قدر عقیدت بے محل ہو گئی۔ مجھ جیسے صدہا عالم میں موجود اور بہتر بھی بہت ہیں۔ ہاں اپنے مرشد کی نسبت میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ایسا شخص کم ہے۔ سو بندہ کا حال تو اس سے ہی واضح ہو جائے گا کہ تا ایندم شب و روز آپ کے باب میں دعا کرتا ہوں اور کچھ اجابت کے آثار نہیں جس سے صاف روشن ہے کہ مثل دیگر عوام مومنین کے میں ایک ہوں۔ کوئی شخص اپنی تعریف کو برا نہیں جانتا۔ میں بار بار اپنا عیب و حقیقت جو ظاہر کرتا ہوں تو فقط اس سبب سے ہی کہ میرے سبب تم اپنے مقصود سے نہ رہ جاؤ۔ میری عقیدت تم کو مضر نہ ہو جاوے۔ ناقص کے ساتھ ہو کر اپنا نقصان ہوتا ہے۔ دوسرے قیامت کو جب اپنا حال ظاہر ہوگا مجھ کو ندامت نہ ہو کہ خلاف توقع ظاہر ہوگا۔ اب سنو کہ اس دم تک پختہ ارادہ حضور خدمت حضرت کا نہیں ہوا البتہ دل چاہتا ہے مگر صعوبت سفر اب تک نفس پر گوارا نہیں ہوئی اور مقدر کی خبر نہیں کہ کیا پیش آوے۔

مکتوب نمبر ۸۴

حاجی عبدالعزیز صاحب السلام علیکم! آج بروز جمعہ آپ کا خط آیا تمہارے مرض سے رنج ہوا حق تعالیٰ صحت دیوے۔ اگرچہ بندہ کا شوق تو مزید ہوتا ہے مگر تشخیص حال مانع سفر ہے۔ اب کے سال بہت دوست معتبر گئے مگر اپنا چلنا جو مظنون تھا کچھ نہ ہوا اب بھی ذی قعدہ کی دسویں پندرہویں تک جہاز روانہ ہوویں گے ارسال روپیہ ممکن ہے سو چالیس جو بخدمت حضرت مرشدنا بھیجنے ہیں وہ تو روانہ کر دوں گا۔ مگر سو روپیہ جو برادر حج خانم مرسل کرتے ہو اس میں مجھ کو یہ کہنا ہے کہ حضرت ممدوح تو سینہ صاف مثل اپنے سب کو جانتے ہیں اور خدام جناب مرشدنا پر بندہ کو اعتماد نہیں۔ بخدا ایک صاحب نے جو ہمارے زمانہ میں حج بدل کیا میرے نزدیک بالکل خیرات کیا ان کو فقط روپیہ لینا مقصود ہوتا ہے کچھ حج نہیں کرتے لہٰذا ایسا حج کرانا عمدہ بات نہیں۔

دوسرے یہ کہ اگر خانم مرحومہ پر حج فرض تھا تو اس حج سے فرض ادا نہ ہووے گا اگر کسی نے اچھی طرح بھی کیا حج فرض جب ادا ہو کہ یہاں سے کوئی اُس کے روپیہ میں جاوے اور حج کر کے واپس آوے۔ اس میں قدر ڈیڑھ سو روپیہ کے خرچ ہو کر پورا حج ہو جاوے گا۔ پھر اگر اگلے سال اس طرح کرایا جاوے تو اُس مرحومہ کو فائدہ بھی ہو۔ اور اس طرح حج کرانے میں اول تو کرنے والے محتاط نہیں پھر اگر ہوا بھی تو نفل ہووے گا فرض ذمہ پر رہے گا، تو

بہتر ہے کہ اُس کے وارثوں سے کہا جاوے کہ سال آئندہ میں پچاس روپے اور اس پر زیادہ کر کے پورا حج کرا دیویں۔ اور جو وہ لوگ نہ مانیں تو وہ جانیں۔ اب کے سال تو ایسا نہیں ہو سکتا جانے والے جا چکے پر کوئی تجویز ہو سکتا ہے۔ اب شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ رشید احمد اپنے واسطے چاہتا ہے؟ سو الحق یہ بات نہیں مجھ کو اگر جانا نصیب ہوا تو اپنی والدہ کی طرف سے حج کروں گا۔ مجھ کو چند صاحب چاہتے رہے کہ ہمارا حج کر دیوے یہ مجھ کو منظور نہیں۔ الغرض اگر اُن کی یہی خوشی ہے کہ اب کے ہی سال روپیہ مرسل ہو جاوے تو فوراً آپ دریافت کر کے اطلاع دیویں روانہ کر دوں گا۔ میرا کیا حرج بخدا اُس مرحومہ کی خیر خواہی سے یہ امر کہتا ہوں۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۸۴

حکیم عبدالعزیز خان صاحب السلام علیکم۔ آپ نے حال دشمنی کا فر لکھا ہے سو اگر اندیشہ ہے تو بنام خدا تعالیٰ بعد استخارہ ترک کر دو۔ حق تعالیٰ دُوسرا سامان کر دیوے گا۔ یہ ضرور ہے کہ آپ کی محبت و عقیدت بجناب حضرت اس درجہ کی ہے کہ خالی نہیں چھوڑتی اور بفضلہ تعالیٰ نسبت تم میں آئی ہوئی ہے۔ اگر چند روز خدمتِ حضرت میں رہے اس کو قوت ہو جاوے گی۔ جو کچھ آثار لکھے ہیں وہ سب حسنِ عقیدت کے ثمرات ہیں۔ خرقۂ مشائخ تبرک رہتا ہے اور گاہ گاہ اُس کو تھوڑی دیر کو بنظر حصول برکت زیب بدن کر لیا پھر باادب رکھ دیا گاہ پہننے کی برکت بدن و قلب پر اثر کرتی ہے۔ نوکری تو فی الواقع ایک پابندی اور خصوصاً کفار کی چاکری مگر ضرورت کے واسطے سب بلائیں سر پر رکھی جاتی ہیں۔ پاخانہ میں جانا کس کو خوش معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرح کی تکلیف اور دل تنگی ہے مگر ناچاری کو قدرِ ضرورت جانا ضرور ہے۔ ایسا ہی حال نوکری کفار کا ہے۔ سو اگر بدوں اس کے کار چل سکے کیا مصیبت ہے۔ سو درصورتیکہ آپ کو تردد اور اندیشہ اس روزگار کا ہے ترک کر دو۔ حق تعالیٰ دُوسرا سامان کر دے گا اور حسد قوم آپ کو مضر نہیں اُن کو ہی مضرت دیوے گا آپ نظر اپنے مالک تعالیٰ شانہٗ پر رکھیں۔

مجذوب ہو جانا جس میں عقل سلب ہو جاوے کچھ اختیاری نہیں مگر مجذوب بے عقل ہوتے ہیں اہل و عیال کی طرف سے بے خبری ہو جاوے گی۔ کچھ اُن کا کام تو چلنے کا ہی نہیں پھر اگر اسی فکر و خیال کے دفع کے واسطے جذب مطلوب ہے تو نظروں سے غائب ہونے میں بھی کچھ نسیان و غفلت ہو سکتی ہے۔ بہر حال جو حق تعالیٰ کو آپ کے واسطے خیر پسند ہے وہ پیش آوے گا آپ بھی اُس کو ہی یاد کریں اور اس طرف سے ہی اپنے امور میں مدد چاہیں سب کو محض بے کار جان کر التفات چھوڑ دیویں۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۸۵

عنایت فرمائے بندہ حکیم عبدالعزیز خاں صاحب دام اشفاقہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط پہنچا۔ حال معلوم ہوا چوری اس قدر زرِ کثیر کی جو آپ نے لکھی ہے موجب ملال و رنج عالم بشریت میں ہوتا ہے مگر تسلی دیدینا

دل کا بھی لازم ہے۔ حق تعالےٰ کسی کا مال رائیگاں نہیں کرتا۔ لینے والا سردست خوش ہوتا ہے کہ ہم کو مفت مال ملا اور جس کا جاتا ہے وہ ملول ہوتا ہے مگر معاملہ علی العکس ہے۔ جس کا جاتا ہے اُس کا ذخیرہ ہوتا ہے اور جو لیتا ہے وہ خسران میں پڑتا ہے۔ حق تعالیٰ نے تم کو دیا ہے اور اب بھی دیوے گا۔ چور ذلیل و خوار اب بھی ہے اور آخرت میں پشیمان ہوگا۔ حق تعالےٰ آپ کے مال میں برکت دے گا۔ فقط

مکتوب نمبر ۸۶

عنایت فرمائیم حکیم عبدالعزیز خان صاحب دام مجدہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند خط آپ کا آیا حال معلوم ہُوا۔ در باب روزگار پہلے خط میں صاف لکھ چکا ہوں کہ اگر آپ اس تکلیف کو گوارا کر سکتے ہو تو بخیال تنگی معاش قبول رکھو۔ اگرچہ یہ کلفت ہے مگر اور بہت خرخشوں سے محفوظ رہو گے۔ آخر فرائض تو ادا کر سکتے ہو۔ اگر نوافل میں قصور ہے تو کوئی گناہ نہیں اور جو اس تکلیف کو گوارا نہیں کر سکتے اور نوافل وظائف کا افسوس ہوتا ہے تو واقعی اس کا ترک ضرور ہے مگر اس صورت میں قلت خرچ و تنگی دُنیا کو گوارا کرو۔ اب بھی یہی لکھتا ہوں کہ اس میں ایک بات قطعی کیا کہوں؟ طالب آخرت کا حال دیگر ہے۔ اور مبتلائے عیال کا حال دیگر۔ جس کو ثوابِ آخرت کی رغبت ہے وہ تو ایک سبحان اللہ کہنے کے عوض کروڑ روپیہ کو ترک کرتا ہے اور تنگی معاش پر خیال نہیں کرتا اور جس کو معاش کی فکر ہووے اس سے فرائض کا ادا ہونا بھی غنیمت ہے۔ سو اگر آپ کو مبتلائے عیال و خرچ دیکھتا ہوں تو اس علاقہ کو ترک کرنا پسند نہیں آتا۔ جب تک کوئی دوسری شکل نہ ہووے اور جب آپ کے ترک وظائف کا دھیان ہوتا ہے تو ثواب عقبیٰ کے مقابل میں اس علاقہ قلیل کو ہیچ محض جان کر ترک کو ضرور جانتا ہوں۔ اب قطعی بات کیا کہوں تم خود اپنے نفع نقصان کا موازنہ کر کے جو کرو استخارہ کر کے کر لو۔ اگر ترک کرنا محقق ہو جاوے تو پھر اپنا عذر اول سب سے بیان کرو۔ اگر قبول کریں تو کام بنا دونوں بات حاصل رہی اور جو نہ مانیں تو ترک کے لئے عمدہ حیلہ حاصل ہُوا مگر پہلے استخارہ کر لینا ضرور ہے اور جو میری رائے ہی لیتے ہو تو میرے نزدیک تو ثواب آخرت عُمدہ شئے ہے لیکن پھر آپ کو مشکل ہووے گی کہ خرچ تمہارا فراخ ہے۔ اگر تنگی پر صبر کرو تو بے شک ترک کر دو۔ بشرطیکہ وہ لوگ نہ مانیں اور کچھ پرواہ نہ کرو مگر یہ واقعی درست و صحیح ہے۔ اپنی ہمت ایسی نہیں۔ چونکہ میرا عمل ایسا نہیں تو دوسرے کو کیا کہوں؟ اور رہے وہی بات کہ متاعِ دُنیا تمام ایک اسم ذات کی برابر نہیں۔ فقط والسّلام

مکتوب نمبر ۸۷

حکیم عبدالعزیز خاں صاحب السّلام علیکم! اپنا عزم[۱] نہ اس سبب سے سُست ہے کہ موت سے ڈر ہو بلکہ موت باایمان کو ہزار درجہ ایسی حیوٰۃ سے کہ کچھ نفع نہ ہووے محض صدمہ صلحاء کا دیکھنا ہووے بہتر جانتا ہوں اپنی زندگی سے

[۱] یعنی حج کا ۱۲

سوائے نقصان کے کوئی نفع نہیں جانتا اور نہ اس وجہ سے کہ روپیہ کی کوتاہی مانع ہے ڈیڑھ سو موجود ہیں اور جب چلوں گا پچاس ساٹھ کی صورت ضرور یقین رکھتا ہوں بلکہ یہ وجہ ہے کہ اگرچہ بظاہر تندرست اور سالم ہوں مگر اندر میں اس قدر خراب اور ضعف ہمت اور اعضاء ہے کہ سر کی حالت ذرا سی غذا کی بے اعتدالی میں سخت پریشان ہوتی ہے۔ ذرا تبدل تغیر خواب میں سخت پریشانی ہوتی ہے دیر تک بیٹھے رہنا دشوار ہے۔ اعضاء شکنی کسل اکثر رہتا ہے سو ایسی حالت میں سفر میں کیا کیا مشقت پیش نہ آویں گی کہ ان سب امور کا انتظام کسی نواب سے تو شاید ہو سکے گھر پر البتہ خدمت کرنے والے مفت کے ہیں اُن کے دل میں حق تعالیٰ نے ڈال دیا حسن ظن سے میرا دُنیا کا آرام ہوگیا۔ آخرت میں دیکھا چاہیئے کیا پیش آوے؟ پھر جب ضعف طبع سے یہ حال ہُوا تو دل میں پچھتانا آنے لگتا ہے کہ کاش نہ آتا پس محنت برباد گناہ لازم آیا۔ حج کا ثواب تو کہاں پہلی جمع کا اندیشہ ہے زیادہ کیا لکھوں ایک فقرہ اپنے استاد کا یاد ہے وہ لکھتا ہوں :۔

"در ہندوستان بہوائے مکہ زیستن ہزار درجہ بہتر است از انکہ در مکّہ بہوائے ہندوستان باشی۔"

سو وجہ تو یہ ہے ورنہ دل میں ہوس زیارت مرشد نا ہے۔ یہ تو منہ نہیں کہ محبت کہوں ہاں ہوس ہے سو یہ ہوس تین سال سے چلی جاتی ہے۔ اب بھی وہی حال ہے۔ دل چاہتا ہے اور ضروری اشیاء بھی موجود رکھی ہیں اگر وقت پر غلبہ ہوگیا تو چل دوں گا مگر یہ اپنا عزم کا حال نہیں۔ اس واسطے میرے سبب آپ یا کوئی رہ جاوے سخت ناگوار ہے۔ فقط والسّلام

مکتوب نمبر ۸۸

عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خان صاحب دام اشفاقہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہُوا عنایت فرمایا سچ یوں ہے کہ اصل مقصود آخرت ہے اور بندہ عبادت اور بندہ پن ظاہر کرنے کو مخلوق ہُوا ہے تو اس کا وظیفہ اور ذمہ واجب یہ ہے کہ رات دن ایسے حرکات و افعال و اقوال کرتا ہے جس سے بندگی و عجز اپنا اور حمد شکر و عظمت خالق تعالیٰ شانہٗ کی ظاہر ہوتی رہے۔ بس اس میں ہی مر جاوے مگر یہ مشکل ہوئی کہ یہ قالب جسمانی کھائے پیئے بغیر قائم نہیں رہ سکتا تو اُس کا اسباب مہیا کرنا ضرور ہُوا۔ پھر بعد کھانے کے پاخانہ پیشاب و شہوت لازم ہوئی اُس کا دفع کرنا پڑا۔ اُس کا سامان کرنا واجب ہُوا۔ ہم جنسوں میں ملے بغیر یہ سامان نہیں ہو سکتے۔ لباس وغیرہ امور کا داعیہ ہُوا۔ اُس کا بہم پہنچانا ضرور ہُوا۔ اب ایک عبادت کے واسطے یہ سب قصہ کرنا آیا جس کا اگر حساب کر کے دیکھیئے تو اکثر اوقات ان اسباب میں خرچ ہوتا ہے اور اصل مقصود جو تھا وہ کچھ بھی نہ رہا لہٰذا حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مجبور جان کر معذور رکھا۔ فقط پانچ وقت کی نماز مقرر کر دی اور اس تھوڑی عبادت کو قبول کر کے قائم مقام تمام رات دن کے ٹھہرا دیا اور سارا رات دن فقط اس کے حوائج میں صرف کرنے کو دے دیا۔ اب اگر بندہ فہیم ہُوا تو اُس نے جانا کہ یہ سب کمانا کسب کرنا سامانِ عبادت ہے۔ اسی

خیال سے سب کام کرتا ہے کہ عبادت کی فراغت حاصل ہو۔ اُس کا تو سب کسب و کام عبادت ہی ہو گیا اور جو بندہ غبی کوڑ مغز نکلا وہ سمجھا کہ یہ سب کام میری راحت کو ملے ہیں اس کا کمانا، کسب کرنا، سونا جاگنا، خانہ داری محض دُنیا و لذتِ دنیا ٹھہری فقط پانچ وقت نماز کو عبادت ٹھہرایا۔ سو ہمارا حال یہی ہے کہ سارا دن غفلت میں گزرتا ہے اور سب کام حظ نفسانی ہے فقط یہ نماز باقی عبادت میں ہے۔ اگر اس میں بھی کوتاہی اور تشویش رہی تو وہ کسب و اکتساب بالکل واہیات ہے اُس کو کیا کرے جب اصل مقصود ہی گُم ہُوا سو اگر آپ کو اس نوکری کا خدشہ ہے تو ترک کر دو اپنے رزاق مطلق پر توکل اختیار کرو۔ رہا یہ کہ آپ کا خرچ فراخ ہے تو اس کا جواب اوپر کی تقریر سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حوائج بشریہ ضروری ہیں اگر قدر ضرورت پر کفایت کرو تو ہو سکتا ہے مگر خلاف طبع ہے کہ قدیم سے عادت ترفہ پسند رہی مگر آخرت پسند کو قناعت ہونا ضروری ہے اور اگر حُبِ آخرت ہے تو تنگی دُنیا چنداں دشوار بھی نہیں۔ سو آپ کے حق میں بنظرِ خیر خواہی آخرت ایسا روزگار جس میں نماز کا بھی خشوع رفع ہو جاوے پسند نہیں کرتا ہوں مگر ہاں اس تحریر کا میرا منشا نہیں یہ دُوسری بات ہے۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۸۹

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند مخالفات احباب و برادران اگرچہ باعث ملال کا ہے مگر چونکہ تقدیر ہے اس پر ہی رضا واجب ہے۔ عنایت نامہ حضرت کا واپس ارسال کرتا ہوں رسید سے مطلع فرما دیویں۔ والسلام

بنام مولانا مولوی محمد روشن خانصاحب مرادآبادی ادام اللہ ظلہ

مکتوب نمبر ۹۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گرامی خدمت مولوی محمد روشن خان صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آج آپ کا خط آیا۔ بندہ آپ کے فرزند احمد شفیع کے باب میں دُعا کرتا ہے مگر حسب قول

"او خویشتن گم است کرا رہبری کند"

خود سال بھر سے بیمار ہے کسی کو میرے سے کیا نفع ہو گا؟ بہر حال بندہ، بندہ ہے، دُعا اپنا کام ہے اجابت بحکم مولیٰ تعالیٰ شانہٗ ہے۔ بندہ اگرچہ بیمار مدت سے تھا مگر شعبان کے اوائل سے اب تک شدت مرض رہی تنقیہ مسہل کے بعد اب اس قدر ہُوا ہوں کہ بدست خود جواب خط مرسلہ بعبارت قلیل لکھ سکوں ضعف ہے مگر امراض زائل ہو گئے "ہر چہ ساقی ما ریخت عین الطافست" وظیفہ وظائف متروک ہُوئے۔ خواب و خور کا شغل باقی ہے۔ فقط

مکتوب نمبر ۹۱

مولوی روشن خاں سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائید بیعت مولوی عبدالسبحان صاحب کو چندے ملتوی کرتا ہوں وہ استخارہ مسنونہ دس یا پانچ دن کر کے اپنی طبع کو آزمائیں اور وظیفہ محررہ کو چند روز پڑھیں۔ ازاں بعد جیسا ہوگا کیا جاوے گا۔ اوّل خود لائق اخذ بیعت نہیں ہوں۔ دوسرے وہ اہلِ علم تیسرے بندہ کے حال سے واقف نہیں لہٰذا استخارہ تک توقف ضروری ہے اور استخارہ حدیث کا ہی کافی ہے۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۹۲

مولوی محمد روشن خان صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا جواب مسائل اُس کے ہی حاشیہ پر لکھ کر روانہ کرتا ہوں حال صحتِ فرزندان سے کسی وقت مطلع کردیں کہ خیال اُس طرف کا ہے۔ خواب آپ کا عمدہ ہے مبارک ہو۔ مُرشدوں کا خواب میں دیکھنا کیفیت کا حاصل ہونا حاصلی کی بات ہے۔ وسواس جب ذکر کو مضر نہ ہوں تو چنداں حرج نہیں۔ اپنا کام کئے جاؤ جو کچھ مقدر ہے سب ملے گا طبع کو بہ تکلف توکل و دفع خطرات کی طرف لگایا کرو۔ اول تکلف ہوتا ہے پھر ملکہ ہو جاتا ہے۔ ومن یستعف یعفہ اللہ جو حدیث ہے سب ملکات کا حال ایسا ہی ہے۔ اوّل جبرًا تکلف سے لاتے ہیں پھر تکلف سے ملکہ ہو جاتا ہے۔ فقط والسّلام

سب کو میرا سلام مسنون کہہ دیں۔

مکتوب نمبر ۹۳

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گرامی خدمت مولوی محمد روشن خان صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون آنکہ بندہ معہ جملہ متعلقین بعافیت ہے مطمئن رہیں۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہُوا۔ تہجد کے واسطے یہ کیا کرو کہ اگر شب کو اُٹھنے کا اتفاق نہ ہو تو روزہ رکھا اور نفس پر جرمانہ کسی قسم کا لگا دیا تو البتہ نفس کی سرکشی کچھ کم ہو جاوے گی اور جو آپ نفس کو اپنے حال پر چھوڑو گے تو روز بروز زیادہ سرکش ہوتا جاوے گا۔ پس اب پھر تجدید عہد کرو اور تہجد اور شغل کو جاری کرو۔ حالت مہمان عزیز ہوتا ہے اگر اُس کی تواضع نہیں ہوتی تو ناراض ہو جاتا ہے۔ اب جب خوب محنت کروگے اور ملازمت رکھوگے تو پھر حالت عود کرے گی یا وہ یا مثل اُس کے لہٰذا کام کرنا بالتزام ضروری ہے اور جو کچھ قلیل کثیر ہو اس پر شکر بہت بہت کرنا۔

حالات احباب دریافت ہو کر بہت سرور ہُوا شکر ہے حق تعالےٰ اُن کے حسن ذریعہ و حسن ظن کی برکت اپنا بھی خاتمہ خیر فرماوے۔ آمین فقط

دو تعویذ ملفوف ہیں اور نفل بعد وتر کے کھڑے ہو کر افضل اور بیٹھ کر نصف ثواب ملتا ہے۔ فقط

مکتوب نمبر ۹۴

عنایت فرمائے بندہ مولوی روشن خان صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بعافیت ہے۔ آپ کا خط شوقیہ آیا حق تعالےٰ آپ کا شوق دوبالا فرماوے۔ حاجی سعداللہ خان اور محمد عالم بیگ کو سلام مسنون فرماویں۔ رمضان کے سبب سے زیادہ تحریر دشوار ہے اور کام بھی بہت رہتا ہے تم نے جس کام کے واسطے بڑی طویل عبارت میں کھینچ کھینچ کر لکھا ہے۔ سو جواب اس کا یہ ہے کہ تم اس کو بیعت کر لو خواہ اپنی طرف سے اور یہی مناسب ہے خواہ حضرت مرشدنا کی طرف سے اور حضرت سلمہٗ کے خلفاء جو اس زمانہ میں اجازت یافتہ ہیں۔ آپ سے بمراتب اسفل درجہ میں ہیں اگر حضرت سلمہٗ آپ کا حال دیکھیں تو بحلف کہتا ہوں کہ مجاز بنا دیویں۔

غرض حسب قاعدہ ہمارے حضرت کے آپ مجاز ہیں لہٰذا بطوع و رغبت اجازت بیعت کی عموماً دیتا ہوں کہ اپنے نام سے بیعت لیا کرو جو اہل ہووے توبہ کرا دی حسب لیاقت وظیفہ بتا دیا کریں فقط

مبارک ہو شکر کرو بہت شکر کرو اور اس اجازت کو حضرت سلمہٗ کی طرف سے سمجھو سچ کہتا ہوں کہ ترجمان زبان شیخ ہوں۔ اپنا حال جو ہے لکھ نہیں سکتا محض بیگانہ ہوں چند باتیں یاد ہیں اور بس فقط والسلام۔ ۳ رمضان ۱۳۰۶ھ

مکتوب نمبر ۹۵

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بندہ اب بعافیت ہے۔ آپ کا خط آیا حال تخفیف مرض عزیز احمد شفیع سے سرور ہوا۔ حق تعالےٰ بقیہ مرض کو دفع فرماوے اور بندہ دعا گو سب خلائق کا ہے۔ خصوصاً اپنے دوستوں کا، تم جس روز تہجد فوت ہو روزہ رکھا کرو یا بدوں صوم فاقہ کر دیا۔ غرض سزا جوع نفس پر بہت سخت ہے اور جو صاحب بیعت کرنا چاہیں اُن کو توبہ کرا دیا کرو۔ اپنے آپ کو کچھ مت جانو بلکہ وسیلہ نیز از حضرت مرشدنا سلمہٗ تصور کرو۔ چند لوگ جن کا حال آپ نے لکھا ہے دیکھ کر سرور ہوا۔ حق تعالےٰ بذریعہ آپ کے کسی سے ذکر جو کراتا ہے اُس کا اجر آپ کو ملتا ہے۔ تواضع بہت عمدہ خصلت ہے۔ جب تواضع رفع ہوئی اور عُجب آیا ہلاک ہوا۔

ابلیس کا مُغوی و مہلک یہی عُجب تھا اور حرص مال و جاہ دو دشمن سخت ہیں کہ دین و دُنیا دونوں کو تباہ کرتے ہیں۔ فقط والسلام۔ مورخہ ۲ محرم روز چہار شنبہ ۱۳۱۰ھ۔

مکتوب نمبر ۹۶

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی مولوی روشن خاں صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا۔ غالباً بندہ کے پاس کوئی آپ کا خط نہیں آیا۔ اگر آیا ہو اور فقط خیریت طلبی بھی اُس میں تھی تو عدم تحریر جواب بھی ممکن ہے کیونکہ بندہ اب کاہل بہت ہو گیا ہے اور کام بہت بڑھ گیا ہے۔ غیر ضروری خط کا جواب لکھنا شاق ہوتا

ہے۔ بندہ امراضِ متواتر کا مورد ہے گاہ نہ کام گاہ دیگر مرض خفیف اب عمر ضعیف اور قویٰ سُست جو دن حیوٰۃ کے مقدر ہیں پُورے کئے جاویں گے تم اگرچہ مُبتلائے افکار ہو اور حق تعالےٰ آپ کو اطمینان دیوے۔ بندہ دعا کرتا ہے تم حج بھی کر آئے ہو اور خواص حج سے ہے کہ میرے عنایت فرما بعد حج کے کچھ متغیر ہو جاتے ہیں بوجہ اس کے کہ اعلیٰحضرت سلمہٗ کو بعض افعال ظاہر یہ میں بندہ محجوب کے خلاف تصوّر کرتے ہیں اور ان کے فعل وعمل کے مقابلہ میں اس ناکارہ کے انداز کو ضعیف وغیر معتمد جانتے ہیں تو مائل بہ بدعات ہو جاتے ہیں گویا اس کا ہی نام تصوّف ہے۔ لہٰذا اگر باوجود کثرت مشاغل وتفکّرات کے یہ بھی ایک وجہ غیر مناسبی کی پیدا ہو کر مانع ملاقات و تحریرات ہووے تو کیا عجب ہے؟ مگر یہ احقر اپنے قدیم عنایت فرمایان سے منحرف نہیں دُعا کرتا رہتا ہوں اور اُن کی خیرخواہی سے کسی وجہ دریغ نہیں، زبان بدعاءِ خیر ہلانا کیا گراں ہے اور تم تو بظاہر معتقد بندہ احقر کے ہو تم سے تو کس طرح عُذر ہووے تمہارے پسر محمد شفیع طال عمرہ کے مرض سے اور دیگر وقائع مسطورہ خط سے سخت ملال ہے بجز دعا کیا چارہ ہو سکتا ہے۔ ارحم الراحمین رحم فرماوے فقط والسلام۔

تعبیر خواب یہ ہے کہ اگر منظور حق تعالےٰ کو ہے تو قرۃ العینین مسعود احمد بندہ کی وضع پر رہے گا اگرچہ فقط قلباً واعتقاداً ہی ہو۔ فقط مورخہ ۱۲ر شعبان

مکتوب نمبر ۹۷

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ مولوی محمد روشن خان صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط آیا۔ مکرم تم کو اپنا مخلص اور دوست قدیم جانتا ہوں اور خوش عقیدہ سمجھتا ہوں مگر دو سبب ہوتے ایک یہ کہ حج کر کے بعض احباب متغیر ہوئے اور جس کے مزاج میں نسبت وجدی ہوتی ہے اُس کو بعض بدعت کی طرف میلان ہو جاتا ہے اور یہ دونوں امر آپ میں موجود ہیں تو بعض لوگوں نے مراد آبادی لوگوں سے نقل کیا کہ مولوی روشن خان کو میلان بدعت ہو گیا ہے۔ بناءً علیہ آپ کو وہ سو کہا جواب لکھا۔ اب جو تم براءت کرتے ہو تو مجھ کو آپ کا یقین ہے اور وہ تکدر رفع ہُوا۔ بندہ کو ایسا ہی مخلص اپنا جانو جیسا پہلے تھا کچھ ملال وتردد دل میں اب مت رکھنا۔ فقط

یہاں کے حالات بدستور بعد انتقال والدہ حافظ مسعود احمد کے گھر کا انتظام خراب، ہر قسم کی راحت خانگی مبدل بہ پریشانی ہو گئی ہے۔ فقط والسلام ۲۴ر ذی قعدہ

مکتوب نمبر ۹۸

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گرامی خدمت مولوی محمد روشن خاں صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آج ۹ر شوال کو پہنچا اس سے پہلے کوئی خط نہیں آیا کہ جواب لکھتا۔ آپ جانتے ہیں کہ اس عاجز کا واسطہ آپ سے بوجہ دین اور علم دین کے ہے سو جو دوست بندہ کا اپنے طریق پر ہے جو راہ حق صراط مستقیم ہے

سے بندہ کو الفت ہے اگرچہ بظاہر اُس کا کوئی ظہور نہ ہو مگر قلبی علاقہ ہوتا ہے۔ اور جو صاحب انحراف اپنے مسلک سے کرتے ہیں قدر انحراف کے علاقہ قلبی میں فتور آجاتا ہے۔ پس جس اپنے دوست کو سُنت کی راہ مستحکم دیکھتا سُنتا ہوں بے ساختہ اُس طرف تعلق بڑھتا ہے ورنہ کم ہوتا ہے۔

دوسرے یہ کہ بندہ کو کوئی الہام یا مکاشفہ نہیں ہوتا۔ عامی ہوں سُنی سنائی اخبار پر عملدرآمد ہوتا ہے۔ پس آپ سے جو تعلق ہے اور تھا وہ عود آپ اپنے خطوط میں مصرح لکھتے ہیں۔ کیا جتلاؤں؟ مگر اخبار اغیار سے آپ کا میلان بدعت کی طرف معلوم ہو کر لاریب آپ کی طرف سے ملال ہُوا اور اُس کے استکشاف کی غرض سے ہی وہ فقرات لکھے تھے جس سے آپ کو عبرت و تلاش ہووے۔ سو بحمد اللہ آپ کو تنبُّہ ہُوا اب بندہ نے بھی ظاہر کر دیا۔ اب صریح لکھتا ہوں کہ راہِ سنت میں فتور نہ ہونا چاہیئے۔ کمال طریقت و شریعت یہی ہے ورنہ کشف کرامات خرق عادات خلاف شرع کے ساتھ کچھ وقع نہیں رکھتے فقط والسّلام۔

اور افلاس میراث انبیاء علیہم السلام ہے اس پر رضا دینا چاہیئے کوئی جزع فزع نہ ہووے۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۹۹

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بخدمت مولوی روشن خاں صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون الاسلام واضح باد خط آپ کا آیا حال معلوم ہُوا۔ بندہ کو کئی روز سے کچھ عوارض جسمانی لاحق ہو رہے ہیں شافی مطلق اپنے فضل سے شفا عنایت فرماوے اسی واسطے اپنے ہاتھ سے جواب لکھنے سے معذور رہا۔ آپ نے معذرت اپنے حال کو جو لکھی ہے اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ مجھے تم پر ہر طرح طمانیت ہے اور وہ جو بعض اخبار سے تمہاری جانب شُبہ پیدا ہو گیا تھا وہ تمہاری تحریر سابق سے رفع ہو گیا تھا۔ نسبت وجدیہ میں جو ایسے کلمات شطحیہ سرزد ہو جاتے ہیں وہ موجب شُبہ کا نہیں ہوتے اور تم بھی اس قدر احتیاط کیا کرو کہ ہر ایک کے سامنے ایسے کلمات نہ کہہ دیا کرو جس سے عوام کو شُبہ پیدا ہو جاوے۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۰۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ مولوی محمد روشن خان صاحب دام افضالہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط پہنچا۔ حالات آپ کے لوگوں کے دریافت ہو کر خود شرمندہ و محجوب ہُوا کہ آپ کو بندہ کے ساتھ یہ حسنِ عقیدت ہے اور خود ہیچ در ہیچ ہوں۔ کاش آپ کے حسنِ عقیدت کی وجہ سے مغفور ہو جاؤں۔ حق تعالیٰ رحم فرمائے۔

جن کو بارہ تسبیح اور پاس انفاس تلقین کیا ہے اور وجد کی حالت ہے ان کو کچھ درود شریف کی تسبیح بھی بتاؤ کہ سکون ہو اور اگر مولوی عبدالسبحان کو شوق شغل کا ہو تو یہ دونوں شغل اُن کو بھی بتا دیویں مگر ایسا نہ ہو کہ روزگار سے جاتے رہیں۔ معاش کا معاملہ بھی نازک ہے لہٰذا اول پاس انفاس بتا دینا کہ اُس کی مشق کریں۔ پھر اگر مناسب

ہو تو بارہ تسبیح بتادیں۔ ذکر جہر نہایت گرمی لاتا ہے اور جلد اثر کرتا ہے اور باقی کیا لکھوں؟ بندہ بعافیت ہے مگر حافظ مسعود احمد کو کولہے میں درد ہے کہ بارہ تیرہ روز سے اُن کو تکلیف ہے حق تعالےٰ صحت دیوے آپ بھی دُعائے صحت کریں۔ فقط ۴ر صفر از گنگوہ

مکتوب نمبر ۱۰۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بخیریت ہے آپ کے لئے دست بدعا ہے۔ آپ کے خط سے جملہ کیفیت معلوم ہوئی۔ آپ نے اپنی نسبت جو کلمات لکھے ہیں سو آدمی کو اپنے آپ کو ادنیٰ اور ہیچ جاننا بھی کمال ہے جتنے بزرگ پہلے گزرے ہیں وہ سب اپنے کو ایسا ہی سمجھتے رہے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اکثر خطوط میں اپنی نسبت یہ تحریر فرماتے ہیں ؏

سودہ شد از سجدہ در پیش بتاں پیشانیم

اور اکثر جگہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ :-

"عمر بہ رسید بوئے اسلام نشنیدم درد ے اسلام نہ دیدم ۔ وغیرہ وغیرہ

پس اپنے کو حقیر جاننا بھی عزت اور بزرگی ہے۔ آپ کے واسطے میں دُعائے خیر کرتا ہوں۔ یہ کلمہ جو آپ نے تحریر کیا ہے کہ :

"حق میں اور تجربہ میں مغایرت نہیں چاہتا "

یہ مجھے پسند نہیں آیا۔ اگرچہ اس کلمہ کی تاویل ممکن ہے جیسا کہ اکثر بزرگوں سے منقول ہے مگر تاہم ایسا لفظ لکھنا اور کہنا نہ چاہیئے۔ کیونکہ ظاہر اس کا سخت موہم ہے اور منشاء آپ کے اس لکھنے کا مطالعہ مثنوی شریف کا اور توغل مسئلہ وحدت الوجود ہے مگر یہ مسئلہ بہت نازک اور پیچیدہ ہے اس میں لب کشائی کرنا اور زیادہ گھسنا مناسب نہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ یہ مسئلہ فی نفسہٖ حق ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ جس جگہ اس مسئلہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو یہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ

الرَّبُّ ربٌّ وَ الْعَبْدُ عَبْدٌ وَ شَتَّانَ مَا بینهما۔

پس اس مسئلہ میں جب بڑوں بڑوں سے بھی ذلت ہو گئی ہے تو اس میں ذرا سوچ سمجھ کر لب کھولنا چاہیئے۔ بندہ آپ کے واسطے دُعائے خیر کرتا ہے۔ حق تعالیٰ امداد فرماوے۔

فقط والسلام

بنام مولانا صادق الیقین صاحب کرسوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتوب نمبر ۱۰۲

ازبندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بخیریت ہے۔ آپ کی عافیت سے اطمینان ہوا۔ آپ اصلا کوئی شئے لکھنؤ وغیرہ سے نہ لاویں اور جب آپ کے گھر والے بالکل تندرست ہو جاویں اور خوشی سے اجازت دیں اُس وقت آنے کا قصد کریں۔ فقط والسّلام

مکتوب نمبر ۱۰۳

ازبندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند بندہ بخیریت ہے آپ کی خیریت کے لئے دست بدعا۔ آپ کے خط سے آپ کی کیفیت دریافت ہوئی۔ مجھے دعا خیر سے دریغ نہیں میں ہمیشہ تمہارے لئے دست بدعا رہتا ہوں۔ میری طرف سے مطمئن رہو۔ خط کے نہ پہنچنے سے بے التفاتی نہ سمجھا کرو۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۰۴

ازبندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند آپ کا خط اس سے پہلے اور ایک خط آج پہنچا۔ آپ کا حال معلوم کر کے رنج ہوا۔ آپ گھبراویں نہیں اور مریضہ کے علاج میں بدل مصروف رہیں۔ آدمی راضی برضائے الٰہی رہنا چاہیئے۔ گھبرانے سے کچھ نہیں ہوتا اور اپنے والد کی رضا میں رہو۔ جب مریضہ کو صحت اور سکون ہو جاوے گا اور والد صاحب کی رضا ہو گی اُس وقت یہاں آنے کا قصد کرنا۔ یہاں آنے کے واسطے جلدی مت کرو۔ بندہ دُعا کرتا ہے اور بعافیت ہے۔ فقط والسّلام

مکتوب نمبر ۱۰۵

ازبندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ آج کارڈ آپ کا آیا اور کل ڈبیہ پہنچی۔ بندہ کی آنکھ میں پانی آیا ہے اور ایک دوا کلکتہ سے آئی ہے اُس کا استعمال کرتا ہوں۔ اگر اُس سے نفع ہوا تو بہتر ہے ورنہ پھر آپ کی دوا کا استعمال ہو گا۔ اگر مقدر ہے۔ بندہ دُعا گو ہے دُعا کرتا ہے، حق تعالےٰ آپ کے قرض کو رفع کرے۔ بندہ بھی تندرست ہے اور سب عزیز مگر حافظ مسعود احمد کو اول بخار وغیرہ تھا اب اُس سے صحت ہوئی مگر وجع الورک کی سخت تکلیف ہے مسہل لیا ہے حق تعالےٰ صحت دیوے۔ چارپائی سے چوکی پر بھی آنا مشکل ہے۔ اس قدر ٹانگ

بے قابو ہوگئی ہے۔ فقط

اگر تخم پیاز نہیں ملتا تو مجبوری ہے اپنے والد صاحب کو میرا سلام مسنون فرماویں۔ حافظ مسعود احمد صاحب آپ کو اور آپ کے والد صاحب کو سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔ فقط مورخہ ۸ر صفر چہار شنبہ۔

مکتوب نمبر ۱۰۶

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا آپ کے گھر والوں کی خبر علالت سے خصوصًا آپ کے والد کی بیماری سے طبیعت نہایت مکدر ہوئی حق تعالےٰ اُن کو شفاء کلی عطا فرماوے اور بندہ دُعاء خیر کرتا ہے اور منتظر ہے کہ آپ اُن کی مژدۂ عافیت سے مطلع فرماویں۔ میری آنکھ کا حال بدستور ہے بلکہ روز بروز روشنی میں کمی ہے۔ عزیزی مسعود احمد وسعید احمد بعافیت ہیں۔ البتہ ایک نیا حادثہ واقع ہُوا کہ حکیم ضیاء الدین صاحب رام پوری نے ۲۸ر رمضان کو اس دُنیا سے انتقال کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اور اُن کی مفارقت سے ہم کو سخت رنج ہے۔ ۱۱ر شوال

مکتوب نمبر ۱۰۷

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون السلام مطالعہ فرمایند بندہ بحمدہ تعالےٰ بخیریت ہے۔ آپ کی عافیت مطلوب پارسل وصول ہو گیا۔ میں انشاء اللہ تعالےٰ سُرمہ کا استعمال کروں گا۔ اگر نفع مقدر ہے تو ہو جاتے گا راستہ وغیرہ یہاں بھی مامون نہیں ہیں۔ قصبات و قریات پر بھی ڈاکہ پڑتا ہے اور راستوں پر بھی دست اندازی ہوجاتی ہے۔ آپ ابھی یہاں آنے کا قصد نہ کریں جب مقدر ہے انشاء اللہ تعالےٰ ملاقات ہو جاوے گی میں دست بدعا ہوں۔ از جانب حافظ مسعود سلام مسنون۔ مورخہ ۱۲ر جمادی الثانیہ۔

مکتوب نمبر ۱۰۸

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ آج آپ کا خط آیا حال معلوم ہُوا۔ اور ہر چند کہ مجھ کو نسبت سابقہ بہت افاقہ ہے لیکن قلع قمع مرض ہنوز نہیں ہُوا۔ اور ضعف بکثرت ہے۔ روز دو ایک دوست آتا ہے اور بعد ہفتہ عشرہ کے پھر کچھ زور کرتا ہے اسی واسطے اپنے ہاتھ سے لکھ نہیں سکتا ہوں دوسرے کے ہاتھ سے لکھواتا ہوں۔ ایسی حالتِ مرض میں آپ کا آنا اگرچہ منع نہیں کرتا ہوں لیکن چنداں مفید بھی نہ ہو گا اور تم کو تکلیف بھی ہو گی۔ اس واسطے بعد رمضان قصد فرماویں یا جیسی مرضی ہو مگر میں خود از کار رفتہ ہوں۔ فقط

اپنے والد صاحب کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور مسعود احمد کی طرف سے بھی سلام مسنون مطالعہ ہو۔

۷ر رجب

مکتوب نمبر ۱۰۹

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بعد سلام مسنون گذارش آنکہ بندہ بحمدہ تعالےٰ بخیریت ہے۔ مژدۂ عافیت باعث اطمینان ہُوا۔ میں دُعا گو ہوں جملہ مقاصد کے لئے دست بدعا ہوں، حق تعالےٰ اپنے فضل وکرم سے قبول فرماوے۔ میری طبیعت اب بحمدہ تعالےٰ بالکل صاف ہے۔ آپ ہر طرح سے مطمئن رہیں۔ اول لقوہ کا اثر تو بالکل زائل ہو گیا تھا مگر اُس کے بعد اسہال شروع ہو گئے تھے اور بخار شدت سے ہُوا ایسا کہ یہ نوبت ہو گئی تھی تیمم سے بیٹھ کر نماز پڑھی۔ کئی روز یہی حالت رہی اب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے بالکل تندرست ہوں گھر بھی آتا جاتا رہتا ہوں نماز بھی مسجد میں جا کر پڑھتا ہوں۔ فقط والسّلام

احب یا جبرئل یار فتمائیل۔ اگر بغرض اثر الفاظ ہے ملائکہ کو حاضر ناظر نہیں جانتا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے مگر لوگوں کو اس کی اجازت دینا فساد سے خالی نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم

مکتوب نمبر ۱۱۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بحمدہ تعالےٰ مع متعلقین بخیریت ہے۔ آپ کی مژدہ عافیت سے مسرت اور آپ کے والد صاحب کی علالت سے ملالت ہُوئی۔ میں دُعا خیر کرتا ہوں۔ آپ کہیں آنے جانے کا نام نہ لیں اور زیادہ پریشان بھی نہ ہوں۔ خدمت عیال و والدین کو سعادت سمجھیں اور وہیں پڑے رہیں۔ فقط والسّلام مورخہ ۱۹ر جمادی الثانیہ

مکتوب نمبر ۱۱۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند خط شما رسید بدریافت خبر عافیت ایشاں مسرور گردید الحمد للہ بندہ نیز بخیریت مقرونست۔ قصد الیعنوب کہ می دارند بلا رضا و اجازت والد بزرگوار چناں نکنند باقی عند التلاقی فقط والسّلام مورخہ ۲۲ر ربیع الثانی روز شنبہ۔ بخدمت حضرت والد صاحب سلام مسنون رسانند۔

مکتوب نمبر ۱۱۲

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آج آپ کا خط بعد انتظار کے پہنچا۔ حال دریافت ہُوا۔ کھانے کے باب میں اس قدر تقلیل کہ ضعف نہ ہو جاوے مضائقہ نہیں۔ مگر اس قدر نہ کریں کہ ضعف ہو کر کام سے رہ جاویں اور آپ اپنے کام میں برابر مشغول رہیں۔ قدماء کی کتابیں دیکھ کر پریشان مت

ہووریں۔ اسی واسطے مبتدی کو منع کیا گیا ہے کہ بزرگوں کی کُتب نہ دیکھا کرے کہ ایسے وقت میں اُن مکاتیب کو دیکھ کر سوائے پریشانی اور کچھ حاصل نہیں اور جو کچھ آپ سے کہہ دیا گیا ہے وہ خلاف مکاتیب کے نہیں۔ پس تم اپنے کام میں لگے رہو۔ حق تعالےٰ سے اُمید باندھے رکھو کہ بندہ سے جس قدر ذکر ہوسکے وہ سراسر رحمت ہے۔ فقط

مسعود احمد سعید احمد سب اچھے ہیں۔ آج ہی مولوی محمد یحییٰ صاحب حسبِ طلب اپنے والد کے دہلی گئے ہیں۔ آپ اپنے والد صاحب کا حال تحریر کریں کہ شکایت بیماری کی کیسی ہے۔ مولوی کرامت علی صاحب دعا سلام مسنون کہتے ہیں۔ فقط   یکم رجب المرجب ۱۳۱۵ھ یوم شنبہ

بنام جناب مولانا المولوی ممتاز علی صاحب انبیہٹوی زید مجدہٗ

مکتوب نمبر ۱۱۳

از بندہ احقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ عنایت فرمائے بندہ مولوی ممتاز علی صاحب مدفیوضہم بعد سلام مسنون! مطالعہ فرمایند بندہ بعافیت ہے۔ آپ کا خط آیا، آپ کی حسرت عدم حصول مطلب اگرچہ عدم ہے مگر بندہ کے نزدیک عمدہ حالت ہے جیسا کہ حصول مطلوب کی فرحت و سرور حالتِ بسط کہلاتی ہے۔ ایسا ہی عدم حصول مطلوب کی حسرت قبض کہلاتی ہے۔ قبض و بسط دونوں حالت نیک ہیں اگر حسرت عدم حصول ہے تو الحمد للہ کہ طلب ہے اور درد نایافت ہے۔

ہمارے شیخ الشیوخ قطب عالم شیخ عبدالقدوس فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو بعد مجاہدہ ہزار سالہ حسرت و درد نایافت حاصل ہو جاوے تو سب کچھ اُس کو حاصل ہو گیا۔ ہائے افسوس کہ درد نایافت نہیں ملتا کہ کام تمام ہو جاوے۔ پس اب لازم ہے کہ شغل باطن کو خوب التزام کے ساتھ بجالاؤ اور بحکم "مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ" جس قدر ہوسکے اُس کے شغل میں رہو اور پھر حسرت نایافت میں لطف دیکھو اور امید ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو ضائع نہ فرمائے گا۔ شغل وہی شغل کافی ہے کہ جو پہلے آپ کرتے تھے اب بھی اس کو ہی التزام کرو ذکر پاس انفاس محدود نہیں فقط۔

یہ ایک شغل شب و روز کی مشغولی کو کافی ہے۔ ہم ذکر و ہم مراقبہ اس میں حاصل ہے۔ یک گیر محکم گیر انشاءاللہ نفع ہووے گا۔ مسجد کا معاملہ حق تعالےٰ کا کام ہے۔ آپ کی سعی جس قدر ہوسکے کرو وہی جاری کرا دے گا۔ کچھ اندیشہ مت کرو اپنا کام کئے جاؤ۔

مکتوب نمبر ۱۱۴

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ عنایت فرمائے بندہ مولوی ممتاز علی صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ

بعافیت ہے۔ آج آپ کا خط آیا تمہاری صحت پر شکر کرتا ہوں اور دُعا گو اپنے سب دوستوں کا ہوں۔ آپ اپنا شغل معمولی کرتے رہیں اُس میں ہی سب کچھ ہے اور گاہ کسل گاہ حدت ہر روز لازم بشر ہے۔ ایک حالت پر آدمی نہیں رہتا خود کمل اولیاء فرماتے ہیں :-

گہے بر طارم اعلےٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

ہم تو کس حساب میں ہیں مگر آدمی کو اپنا شغل و ذکر اگرچہ قلیل ہے ترک کرنا نہ چاہیئے۔ خیر العمل ما دیم علیہ الحدیث۔ والسلام حافظ مسعود احمد کا بھی سلام مسنون پہنچے۔

مکتوب نمبر ۱۱۵

از بندہ شرمسار احقر العباد رشید احمد گنگوہی عفی عنہ گرامی خدمت برادرم مولوی ممتاز علی صاحب دام مجدہم بعد سلام مسنون می رساند بر خیریت حسبی خود شکر حق تعالےٰ میکنم و بدعاء ترقی مدارج دوستاں خود سرگرم می مانم مگر دعا ایم کہ سود دہد کہ خود گرفتار خراب اندرون ہستم "بہر چہ ساقی ما ریخت عین الطافست" عزیز کیست در قدماء و متاخرین کہ خویشتن را مہذب و مزکی از معاصی و خلافت حکم مولی دانستہ باشد آرے جملہ کملاء بتذلیل نفس مشغول ماندہ اند و بتقصیرات خویش بر زبان لا احصی ثناء علیک فخر عالم فرمود پس کسے کہ عبادت قلیلہ خود کہ بدرگاہ بے نیاز جملہ بضاعۃ مزجاۃ بیش نیست نادم و تائب شد و خود را حقیر و خوار پنداشت ہموں قدر عجز خود کمال ربود زہے نصیب بدرگاہ تعالےٰ شانہٗ کہ خود را عاصی و خوار و بدست نفس شریر گرفتار دانست کہ ایں جملہ رویت تقصیرات و عجز خود ہر قدر کہ یافت از عنایت حق تعالےٰ است کہ بحقیقت خود قدر رویت عجز بتقدر یافت ہمیں است حظ از نیستی کہ حقیقت بشری است و انچہ کہ ہستی است و نظر کمال خود آں حظ بشر نیست کمال ذات لا متناہی حق تعالےٰ را می سزد غیر او را جز عجز حظے نیست پس انچہ آں برادر مکرم از تقصیرات خویش بنشست نزد صاحبِ کمال عین حصہ از کمال است اللّٰھم زد فزد۔

انچہ شغل باطن بایشاں سپردہ شُد اگرچہ بظاہر قلیل است آنرا کثیر باید دانست و بشغل آں ہر قدر کہ تواں شُد وقت عزیز خود صرف باید و سعی در آبادی آخرت باید نمود ہر چند سعی بشر چہ کار می دہد کہ جملہ ذرہ ذرہ باختیار مختار حقیقی است تعالےٰ شانہٗ مگر تاہم انچہ توان از اں سُست نباید بود۔ سابقوٓا الی مغفرۃ من ربکم نظر انداختہ کار خود باید کرد۔

"تا یار کرا خواہد و میلش بکدام است"

بدست بندہ حقیر چیست کہ تواند جملہ از حق تعالےٰ است لاحول ولا قوۃ الا باللہ کار خود کنند و ایں حقیر را بحسن ظن خود نواختہ آید بدعاء خیر یاد دارند فقط والسلام

حافظ مسعود احمد بعافیت اند سلام مسنون ایشاں برسد۔

مکتوب نمبر ۱۱۶

از بندہ رشید احمد عفی عنہ مولوی ممتاز علی صاحب مدفیوضہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا، حال دریافت ہوا۔ حق تعالےٰ کی رحمت کا ہر دم امیدوار ہونا چاہیئے اور اپنے کام میں سرگرم رہے۔ یہ بسط و قبض ہر روز سب پر رہتا ہے۔ گاہ کیفیت وارد ہوتی اور گاہ فرو ہوگئی۔ مگر جب وارد ہو شکر کرنا چاہیئے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اور جب بند ہو جاوے تو دعا کرنا اور تضرع و زاری کرنا چاہیئے۔ اس کو گمراہی یا شقاوت نہ جاننا چاہیئے۔ بلکہ لطف حق تعالےٰ کا جاننا ضروری ہے۔ یاس رحمت حق تعالےٰ سے حرام ہے بلکہ رجاء میں رہے۔ والسلام

جمادی الاولیٰ کو والدہ حافظ مسعود احمد نے انتقال کیا۔ حق تعالےٰ بخشے زیادہ کیا لکھوں؟ باقی سب خیریت ہے۔ فقط مورخہ ۸ر جمادی الثانیہ دوشنبہ۔

مکتوب نمبر ۱۱۷

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بکرمی مولوی ممتاز علی صاحب سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا آدمی کو جو کام کرنا ضرور ہے اُس کے واسطے انتظار فرصت کا نہیں کرنا چاہیئے۔ مثلاً اگر کوئی بیمار ہے اور علاج کرنا ضروری ہے تو یہ نہیں انتظار کرتا کہ جب سب کاروبار سے فراغ ہووے گا تو شروع معالجہ کروں گا بلکہ معالجہ کو مقدم یا منجملہ تمام امور کے کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ہاں اگر مرض کا غلبہ نہیں اور علاج کی ضرورت نہیں یا علاج کرنا ہی مراد نہیں تو دوسری بات ہے۔ پس جب ذکر کرنا بندہ کو اگرچہ وہ نفل ہی ہے اپنے خیال و عزم میں ضرور ہوا تو انتظار فرصت کا ہرگز درست نہیں کیونکہ انسان ہرگز فارغ نہیں ہو سکتا۔

معاش کے اکتساب میں، عیال کی تربیت میں، حوائج کی فراہمی میں ہر روز پریشان ہے تھوڑا یا بہت پس تادم مرگ فرصت نہ ملے گی اور جب شیطان کو محقق ہوا کہ یہ مرد فرصت کے خیال میں ہے تو ہرگز فرصت نہ لینے دے گا۔ اس خیال امید فرصت کو قوت دے کر راسخ کرے گا اور تسویف ڈال کر سادّ طریق خیر ہووے گا۔ یہ فی الواقع دھوکا شیطان کا ہے لہٰذا انسان عاقل کو واجب ہے کہ ذکر و فکر آخرت کو کسی حال تعویق میں نہ ڈالے اگرچہ نفل ہی ہے کیونکہ اس کو کرنا ضرور جانتا ہے۔ البتہ اگر ممکن ہو تو امور دنیاوی کو تسویف کر دیوے اور جس قدر ذکر ہو سکے اگرچہ قلیل ہو اُس کو اسی تشاویش سے مخلوط کر کے کرتا رہے۔ اگر پریشانی خاطر ہے تو فقط لسانی ہی سہی کہ اگر لطیفہ قلب معطل رہا و غافل ہوا تو زبان تو معطل و غافل نہیں۔ مَا لَا يُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا يُتْرَكُ كُلُّهٗ۔ ذکر ایسی شئے ہے کہ اگر اس کو کرتا رہے اگرچہ بے ہوشی خواطر و پریشانی تعلقات میں محض تحریک لسانی ہو نافع اور موجب نورانیت قلب کے ہوتا ہے ہر چند "ذکر قلبی ہی ہے" اور ذکر کامل وہی ہے کہ تمام لطائف کو شاغل بنا دیوے مگر یہ نہ ہو تو فقط لسان کو بھی کیوں بے کار کر دیوے۔ یہ محض لسانی غفلت کا ذکر کشاں کشاں

قلب تک پہنچا دیتا ہے۔ عضو لسان اگر جنت میں جائے گا تو کیا دیگر جملہ اعضاء محل نار ہو سکتے ہیں۔ ذکر وہ شئے ہے کہ اگر کسی جزوِ انسانی سے متصل ہووے گا تمام جسد کو اپنی طرف کھینچ لے گا۔ زنہار کہ آپ التزام شغل کے واسطے فرصت کا انتظار کریں اگرچہ پانچ چار منٹ ہی ہو مگر شغل کو شروع کرو اور خَیْرُ الْعَمَلِ مَادِیْمَ عَلَیْہِ کو پیشِ نظر کر کے اُسی پانچ منٹ پر التزام کریں۔ اگرچہ محض لسانی بھاگتے دوڑتے ہو بس اس تحریر کو مبالغہ نہ تصور فرما دیں اور اپنا کام ان ہی کاموں میں بالالتزام شروع فرماویں۔ جب پانچ منٹ کا التزام ہو گا وہ زائد ہو جاوے گا فقط والسّلام۔

بندہ بھی پریشان ہے سب خیریت ہے مگر والدہ حافظ مسعود احمد سخت بیمار ہیں کہ نوبت یاس کی ہے حق تعالےٰ قادر ہے۔ فقط والسّلام

بنام جناب مولوی فتح محمد صاحب زید فضلہ محرر رئیس ہووال

مکتوب نمبر ۱۱۸

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط آیا حال دریافت ہُوا وقت حرکت قلب کے جو حرارت قلب پر ہوتی ہے وہ اثر ذکر کا ہے اور عُمدہ امر ہے اور چار خاندان قادریہؒ، چشتیہؒ، نقشبندیہؒ، سہروردیہؒ ہیں اور خانوادہ اُس کو کہتے ہیں جو اُن میں سے شاخیں نکلی ہیں سو شاخیں بہت ہیں۔ چودہ خانوادہ جس نے لکھے ہیں اُس وقت میں چودہ تھے اس کے بعد بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ غرض خانوادہ بہت ہیں چودہ کسی وقت خاص میں تھے اب چودہ کہنا درست نہیں پُرانا لفظ ہے اور آپ کے بھائی کے واسطے دُعا کرتا ہوں حق تعالےٰ فضل فرماویں۔ آمین۔ فقط والسّلام

مکتوب نمبر ۱۱۹

از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم خط آیا حال دریافت ہُوا تم شغل کو برابر کرتے رہو جب اس کا وقت آئے گا قوت بھی ہو جائے گی۔ ایسا ہی ہوتا ہے کہ گاہ حرکۃ نبضی معلوم ہوتی ہے اور گاہ وہ حرکت محفوظ ہو کر حرکت متصل بن جاتی ہے اور گاہ حرکت محسوس بھی نہیں ہوتی۔ تم کسی امر کا کچھ خیال اور غم نہ کرو جس قدر ہو سکے اُس میں مشغول رہو۔ آدمی کا کام کرنا ہے اور مابعد کا حال دریافت کرنا ضرور نہیں۔ بالفعل جو کچھ ہے اُس کو کرو اور کسی کے اختیار میں نہیں کہ حد معین کر دیوے کہ اتنے ایام میں فلاں امر حاصل ہو جاوے گا ذکر جہاں تک ہو سکے کرنا کام ہے دُنیا کے تعلقات سب خلاف شغل کے ہیں مگر ناچاری ہے۔ ریاضات ترک طعام و کلام و صحبت انام اور

خواب و اشغال کا نام ہے جس سے نفس پر ہر امر شاق ہووے۔ فقط

ذکر کرنا کوئی ریاضت نہیں، تسبیح رکھنا درست ہے اور قرآن باقی اگر یاد ہو جاوے تو بہتر ہے اور جس قدر یاد ہو گیا ہے اُس کا محفوظ رکھنا بہت ضروری ہے۔ مبادا بھول جاؤ کہ اس کا بہت سخت گناہ حدیث میں آیا ہے۔ اوّل وضو کر کے فرض ادا کر لیا کرو پھر دُوسرا وضو کر کے نوافل پڑھ لیئے اور وظائف بلا وضو بھی درست ہیں (شاید صاحب عذر تھے کہ وضو رہ نہیں سکتا تھا۔ واللہ اعلم۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۲۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ برادرم منشی فتح محمد صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آج آپ کا خط آیا۔ ضعف دماغ کی شکایت دریافت ہوئی حق تعالےٰ صحت دیوے بندہ تندرست ہے مطمئن رہیں اور خمیرہ گاؤ زبان خواہ کیسا ہی ہو مفید ہو گا۔ اگرچہ سادہ ہی ہو سو اُس کو اور شیر گاؤ کا استعمال کرو حق تعالیٰ فائدہ بخشے۔ کھانے کے باب میں بھی پرہیز رکھنا مبخّر شئے سے اجتناب کرنا دال مسور کی اور گوشت گائے کا مت کھانا۔ فقط باقی خیریت ہے دُعا گو ہوں اور تم سے بھی طالب دُعا کا ہوں حق تعالےٰ ہم کو تم کو بخشے آمین۔ آپ خط میں حافظ مسعود احمد کو سلام لکھا کریں۔ حافظ محمود مرحوم دو سال ہوئے کہ اس عالم سے رحلت فرما کر مجھ ناکارہ کو پریشان و حیران کر گئے ہیں۔ جب تم اُس کو سلام لکھتے ہو مجھ کو بے قراری ہو جاتی ہے آئندہ اُن کا نام مت لکھنا۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۲۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا حال دریافت ہُوا۔ اُس حرکت پر جہاں تک ہو سکے خیال رکھو۔ جب اُس کو قوت ہو جائے گی تو کوئی اس کو مانع نہ ہو گا۔ ابھی پختگی اُس میں نہیں ہوئی اور یہ کام جلدی کا نہیں بتدریج ہوتا ہے۔ اوّلاً شغل کا کام کامل جب ہوتا ہے کہ جملہ امور کو چھوڑ کر رات دن اس میں ہی مشغول ہو جائے جیسا بزرگوں نے سب کو ترک کر کے خلوۃ کی اور جو مشغول دُنیا کے امور میں ہیں کبھی صبح شام شغل بھی کر لیا اُن کو بہت دیر میں مشق ہوتی ہے۔

پس آپ سے جس قدر ہو سکے اس کو کرتے رہو۔ نماز میں چلتے پھرتے کام کرتے بھی جس قدر خیال ہو سکے کرو۔ جب یہ اپنی مراد کو پہنچے گا خود تم کو مشغول کر لے گا۔ فقط

باقی معاش کا معاملہ بہت تنگ ہے۔ بعد ترک کے زیادہ پریشانی ہوتی ہے لہٰذا اوّل دوسری جگہ مقرر کر کے ترک کرنا مناسب ہے۔ ورنہ زیادہ موجب پریشانی کا ہو جاوے گا۔

فقط والسلام

بنام حاجی ظہور احمد صاحب ابنیہٹوی

مکتوب نمبر ۱۲۲

برادرم حاجی ظہور احمد صاحب سلمہ۔ السلام علیکم آپ کا خط آیا جس سے بوئے دین و دیانت آتی ہے۔ الحمد للہ! کہ افسوس دین کا اُس صاحبِ نصیب کو نصیب ہوتا ہے کہ نصیب رحمت کاملہ کا کامل رکھتا ہے۔ برادرا یہ تمام شریعت کا علم اور طریقت کا طریقہ نورِ یقین کی تحصیل کے واسطے ہے اور انجام و منتہیٰ سب کا یہی تو ہے کہ "جس کو مسلمان سرسری طور سے علم رکھتے ہیں وہ یقین حق یقین مثل مشاہدہ کے ہو جاوے"۔

یہ انتہا سب طرق کی ہے سو تم نے اُس سر کو پکڑا کہ اس سے ورے ہرگز نہایت نہیں۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے تمام اپنا خان و مان اور آبرو و جان کیوں دی تھی؟ کیا دیکھا تھا؟ یہی فیضِ صحبت فخرِ عالم علیہ السلام سے یقین حاصل ہو گیا تھا کہ دُنیا کا فانی ہونا اور آخرت کا باقی ہونا اپنا لاشئے ہونا اور حق کا کارساز ہونا یقین ہو گیا تھا۔ پس اس پر مدار سب کام کا تھا۔ حضرت سیدی عبدالقادر جیلانی رح اور خواجہ خواجگان معین الدین چشتی اور سید الطائفہ بہاؤ الدین بخاری کیوں بڑے ہو گئے؟ اسی یقین کے سبب سے بڑے ہوئے تھے۔ سو عزیز یہ دولت اگرچہ ہرگز ہرگز سہل نہیں تمام جان و مال دے کر اس سے ایک ذرہ ملے اور عمر نوح علیہ السلام خرچ کر کے اگر ذرہ ملے تو مُفت اور بہت سہل اور جلد ہے مگر تاہم کچھ مشکل نہیں اگر مقدر ہے۔ ورنہ کچھ بھی نہیں۔ یہی کہا ہے جس نے کہا ہے

"ایک انچھر پریم کا پڑھے تو پنڈت ہو"

سید الطائفہ حضرت احمد مجددؒ فرماتے ہیں کہ "کل سات قدم ہیں بس" سو سات قدم تو سات ہی ہیں ایک قدم بھی اگر لاکھ سال میں طے ہو تو جلد ہے مگر جو فضل اللہ تعالیٰ شانہٗ ہو تو ایک ساعت ہے۔

الحاصل اگر حاصل نہ ہو پاوے محصلین کی جماعت میں تو شمار ہو جاوے "الحق کہ کشف و کرامت ایک جَو برابر بھی نہیں اس نورِ یقین کے سامنے"، حق تعالیٰ فرماتا ہے "وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ جس قدر یقین ہے اُسی قدر قوتِ ایمان و تقرب ہے۔

الحاصل اگرچہ یہ قوت تاثیر اور وجد اور کشف اور تصرف دُنیا میں بہت ہے مگر یہ نورِ یقین مثل کیمیا کے نادرالوجود ہے اگرچہ عالم خالی نہیں۔ اشغال سب اُس کے مقدمات تھے اب خود مقصود ہو گئے پس اپنے شرائط وارکان کے ساتھ آدمی کار کرے تو قدر مقدر پاتا ہے۔ نہ یہ نسبت حقہ معدوم و مفقود ہے اور نہ تحصیل اس کی محال ہے اگرچہ اہل اس نسبت کے ہر روز کم رہے ہیں اور اب اقل قلیل ہیں مگر عالم خالی بھی نہیں ہے طرق اربعہ کا اسی نسبت پر انتہا ہے اور اس کے ہی واسطے گھر بار ترک کر کے حیران و پریشان ہوئے ہیں۔ ہر چند آپ نے

تھوڑا کلمہ کہا مگر الحق کہ خُوب فہم کی بات اور تمام مدعا لکھا مجھ کو اس تمہاری تحریر سے نہایت ذوق آیا اے کاش! کہ اس یقین کا شائبہ ہوا بھی اس محروم کو لگ جاوے کہ سارا مدار اس پر ہی ہے"۔ اس نسبت کا نام نسبت احسان ہے" کہ بعثت جناب فخر رسل علیہ السلام کی اس کے ہی واسطے تھی اور صحابہ جملہ اس نسبت کے حامل تھے علی حسب مراتبھم۔ پھر اولیاء اُمت نے اس کو دوسرے طریقہ سے پیدا کیا کہ ہر ایک نے اشغال اپنے اپنے طریقہ کے وضع کئے، سو یہ سب مقدمات اس کے ہیں اور بس۔ اس کا کوئی طریق معین نہیں، ہر شخص کا طرز جُدا گانہ ہے مگر اس زمانہ میں ترکِ تعلق کو شرطِ کامل ٹھہرایا ہے ؎

نخست موعظ پیر محفل ایں سخن است　　　کہ از مصاحب ناجنس احتراز کنید

اور پھر کوئی بتلانے والے کی ضرورت شدید ہے کہ بدوں ہادی کس طرح اندھیری راہ کو طے کرے۔ بس زیادہ کیا کہوں اپنے حوصلہ سے زائد اور فہم سے خارج ہے اور خود یہ درماندہ تمنا اس کی رکھتا ہے۔ ہرچند حاصل کچھ نہیں مگر ؎

اُحِبُّ الصّٰلِحِيْنَ وَ لَسْتُ مِنْهُمْ　　　لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِىْ صَلَاحًا

مکتوب نمبر ۱۲۳

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا پرچہ آیا صحت اسی موجب سرور ہوئی یہاں انبہٹہ گنگوہ میں ہیضہ ہے۔ بہت آدمی مر گئے۔ بعض عزیزوں کا انبہٹہ اور گنگوہ کے صدمہ ہے مگر رضائے حق تعالےٰ میں کیا چارہ ہے اُس کی قضاء پر راضی ہونا جزوِ ایمان ہے۔ بندہ اور سب گھر والے تندرست ہیں کل کی خبر نہیں زیادہ کیا لکھوں؟ ضعف و دردِ سر کے واسطے اگر دس گیارہ بادام کے مغز کو ہم وزن مصری کے ساتھ سوتے وقت یا صبح کو کھا لیا کرو تو حق تعالیٰ سے توقع ہے کہ فائدہ ہووے۔ والسلام

مکتوب نمبر ۱۲۴

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ آج آپ کا کارڈ آیا۔ آپ کے طے معاملہ سے سرور ہوا۔ یہاں کی کیفیت یہ ہے کہ، ۲ جمادی الاولیٰ روز جمعہ کو والدہ حافظ مسعود احمد کا انتقال ہو گیا حق تعالےٰ اُن کو بخشے اور ہم کو عبرت دیوے۔ آمین والسلام۔ حافظ مسعود احمد کا بھی سلام مسنون پہنچے۔

مکتوب نمبر ۱۲۵

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بعافیت ہے آپ کا خط آیا حال مندرجہ معلوم ہُوا خواب پریشان کا اثر تو معلوم ہو لیا۔ دونوں خواب جس میں سانپ کا نکلنا اور مارنا ہی ہے اس کی تعبیر تو ظاہر

ہوگئی کہ وہ موذی گجراتی خود ذلیل و پست ہوا شاہ صاحب قدس سرہٗ کا کبیدہ ہونا شاید یہ ہے کہ مصافحہ موافق قاعدہ کے نہ ہوا ہو اور ابتلاء آپ کا کفار کی حاضری میں ناپسند ہو۔ والغیب عند اللہ۔
اسکی تعبیر دوسری خواب سے جس میں خواجہ قدس سرہٗ کو دیکھا ہو گئی ہے اور مقدمہ کاذب بنگالی کا بھی رفع ہو جاوے گا باذنہ تعالےٰ۔ کیا عجب ہے کہ ایسے بدمعاشوں کی شرکت کہ لین دین اُس میں کرنا پڑتا ہے موجب ناخوشی شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کا ہوا ہو اور معانقہ خواجہ قدس سرہٗ بشارت اس سے نجات کی۔ اب انشاء اللہ سب قصہ رفع ہو جاوے گا۔ والسلام یکشنبہ ۲ رجمادی الاولی۔

مکتوب نمبر ۱۲۶

از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم جواب آپ کے پہلے خط کا روانہ کر چکا تھا کہ آپ کا منی آرڈر صہ ر کا پہنچا ہر چند قبول میں نفس کی خوشی ہے، گو آپ کی خوشی کا بہانہ ہو مگر بفکر حال خود اور حسن ظن آپ کے تردد بھی ہوتا ہے آخر کار وہی اپنے نفس کی حرص کے اتباع کا غلبہ اور قبول میں آپ کی خاطر کی خوشنودی کا بہانہ بفرحت قبول ہوا۔ تاریخ یہاں شنبہ کی یکم ہے اور سب جگہ یہی تاریخ ہے آپ کے وہاں بھی یہی ہے اب تو مخالفت نہیں۔ مگر ہاں عید میں دیکھئے کیا پیش آوے یہاں سب خیریت ہے۔ مسعود احمد اور اس کی والدہ کو تحیات اسلامیہ پہنچے و مولوی خلیل احمد صاحب اور مولوی صدیق احمد صاحب اور مولوی پیر محمد خاں صاحب سب گنگوہ میں ہیں تم کو سلام مسنون اُن کا پہنچے۔ باقی خیریت۔ مسعود محمود کا بھی سلام مسنون پہنچے۔ ۲۱ رمضان

مکتوب نمبر ۱۲۷

عنایت فرمائے بندہ حاجی ظہور احمد صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند یہاں سب طرح خیریت ہے بارش بھی اکثر جگہ اچھی ہے مگر نرخ گندم ۶ اثار پختہ ہے تاریخ سہ شنبہ کی یکم ذی الحجہ قرار پائی۔ پنجشنبہ کو عید ہووے گی۔ اب وجہ تحریر کی یہ ہے کہ اگرچہ بندہ کے لکھنے کی ضرورت نہیں مگر بوجہ زیادہ تاکید کے لکھتا ہوں۔ ورنہ یہ کام خود آپ پر واجب ہے وہ یہ کہ کسی ضرورت کی وجہ سے آپ کی والدہ صاحبہ کو مار سو روپیہ کی ضرورت ہے اور وہ تم سے بطور قرض چاہتی ہیں ہر چند کہ حدیث صحیح ہے کہ "تو اور تیرا سب مال والدین کا ہے"۔ یہ محل قرض کے نام رکھنے کا نہیں مگر وہ قرض ہی لیتی ہیں اور ایک سال کا وعدہ ادا کا ہے اور بندہ اس میں ذمہ کرتا ہے۔ میرا ذمہ بھی ایک لغو و فضول ہے مگر یہ بھی محض تاکید ہے۔ پس اس کا سرانجام بہت جلد کر کے روانہ کر دو۔ بندہ کے پاس یا جس کو تم مناسب جانو یہ امر والدہ کا ہے جس میں عذر چون و چرا مسموع نہ ہووے گا۔ اور وجہ گو وہ بیان نہ کریں مگر واضح ہے۔
بہر حال اُن کی رضا تم کو ضروری ہے اور پھر بندہ کا پیچ ہے اس کی جلد تدبیر کر دو۔ اگر خدانخواستہ اُن

کے انتقال کی اس عرصہ میں صورت ہوئی تو اوّل ترکہ سے آپ کا یہ دین ادا ہوگا یہ فقرہ اُن کی طرف سے نہیں بندہ نے لکھا ہے بس زیادہ تطویل کرنا ضروری نہیں اُن کا حکم تم کو قبول کرکے عمل کرنا واجب ہے اور بندہ ساعی اور نام قرض کا نہیں بلکہ فی الواقع قرض ہی ہے تواضع نہیں اصل ہے آگے تمہاری توفیق و برّ ہے۔ فیض احمد چونکہ کسی کام کا نہ ہُوا تم کو حق تعالیٰ نے ہر طرح دین و دُنیا کی فہم دی تم سے کہا جاتا ہے فقط والسلام

جواب سے جلد مطلع کرنا نہیں بلکہ ارسال مطلوب ہے۔

مکتوب نمبر ۱۲۸

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ عنایت فرمایم حاجی ظہور احمد صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند کل جواب خط و رسید لبست عسے روپیہ روانہ کرچکا تھا آج آپ کا دوسرا خط آیا اے برادر! گریہ وزاری والتجا بحضرت الٰہ العلمین عین سعادت ہے اور خائف ہونا اپنی تقصیر پر بھی بڑی نعمت ہے۔ اس سے زیادہ نہ کوئی وظیفہ ہے نہ کوئی حال و ورد ہے مگر سنو کہ آیت لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ الخ کفار کی شان میں ہے کہ بلا توبہ مر گئے ورنہ التَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ حدیث صحیح ہے اور معذور کی معذرت اور عاصی کی توبہ کے قبول کا وعدہ ہے۔ درصورتیکہ آپ تائب خائف ہیں تو توبہ کو کس طرح کوئی رد کہہ سکتا ہے حق تعالیٰ خود توبہ کے قبول کا وعدہ فرماتا ہے اور آیت یہ ہے: يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ ظالم وہ ہے جو بالفعل مُبتلائے ظلم ہو۔ مشرک وہ ہے کہ بالفعل شرک کا ملوث ہو۔ جو تائب ہُوا وہ مشرک وظالم نہیں کہ شرک وظلم دفع ہوگیا۔ اب اس کو مشرک وظالم کہنا درست نہیں۔

پس جو لوگ کہ قیامت کو ظالم ہوویں گے وہ وہ جماعت ہے کہ بدوں توبہ کے شرک میں ملوّث فوت ہوئی تو فرماتے ہیں کہ مشرکین کو اس دن عذر نفع نہ دیوے گا۔ یہ معنی نہیں کہ اگر کوئی مشرک آج (دنیا میں) توبہ کرے اُس کی توبہ نافع نہ ہووے گی۔ پس یہ تازیانہ آپ کی فہم کی کمی سے لگا ہے۔ رہا یہ کہ حق والدہ میں کوتاہی ہوئی سو اُس کی تدبیر اب ایصالِ ثواب اور اُن کے لئے استغفار ہے کہ اُن کی روح راضی ہو جاوے گی بس اور اپنے واسطے بھی استغفار کرنا اور ڈرنا بہتر بات ہے مگر اس قدر خوف مت کرو کہ اصل مطلب سے بھی جاتے رہو ڈرتے بھی رہو اور توقع بھی رکھو۔ فقط والسّلام لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ۔

مکتوب نمبر ۱۲۹

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ السلام علیکم! آج خط آیا حافظ مسعود احمد کو صحت ہوگئی مگر حافظ محمود کو مسعود احمد کے ساتھ بخار لرزہ میں مُبتلا ہو کر صحت ہو گئی تھی۔ بعد چند روز پیچش ہوتی پھر اسہال دموی شروع ہُوئے یہاں تک کہ سب قویٰ تحلیل ہوگئے۔ کچھ علاج نہ ہو سکا۔ تقدیر غالب رہی۔ ۱۶ر جمادی الاولیٰ کو انتقال ہُوا۔ ہنوز صدمہ

حافظ محمد اسحاق نواسہ کا نہ بھولا تھا کہ یہ صدمہ اُس سے بھی زیادہ ہو گیا ۔ رضینا بقضاء اللہ تعالےٰ۔
دعائے مغفرت و ایصالِ ثواب قرآن اگر ہو سکے آپ بھی اعانت فرماویں ۔ باقی خیریت ہے والسّلام مورخہ ۲۲ جمادی الاولیٰ جب تک دخول حشفہ نہ ہو جاوے حلت نہیں ہو سکتی ۔ اگر ایسا عنین ہے کہ ایسا کر سکے تو درست ہے ورنہ نہیں ۔ والسّلام (حلالہ مطلقہ مغلظہ کا مسئلہ ہے) ۔

مکتوب نمبر ۱۳۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ ۔ برادرم منشی حاجی ظہور احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالےٰ وبرکاتہٗ ۔ آپ کے تین خط پہنچے ۔ جواب پہلے خط کا اور رسید منی آرڈر عہ کی روانہ کر چکا ہوں ۔ یہ تیسرا خط آیا اس کے جواب میں دو تین روز وقفہ ہُوا ۔ ۳۰ کو خط آیا ۔ پہلی دوسری کو جواب کی فرصت نہ ہُوئی ۔ مولوی خلیل احمد صاحب آئے تھے ۔ ۲۹ کو انبہٹہ جانے چونکہ اپنی زوجہ کو بہاولپور لے گئے ہیں ۔ ۲۹ کو گنگوہ سے جاکر سامانِ سفر مہیا کر کے دوسری کو روانہ ہُوئے ۔ مولوی نذیر احمد کل ۲ کو مجھ سے ملنے گنگوہ آئے ۔ بعد عصر روانہ ہُوئے ۔ آج ۳ کو انبہٹہ سے روانہ ہو کر بعیت مولوی خلیل احمد ۴ کو سہارنپور سے روانہ بہاولپور ہوں گے ۔ خواب اول مولوی صاحب نے وقت وضو کسی کو مارا الخ وہ شخص شیطان تھا جس کو مولوی صاحب نے مارا اور حاکم بھی شیطان ہے کہ اس زمانہ میں ظلمہ نائب شیطان ہیں ۔ مولوی صاحب حرز الٰہی میں کچھ پرواہ کسی کی جہاد لسانی میں نہیں کرتے کسی شیطان کی پرواہ نہیں فرماتے اور چونکہ برائے اللہ تعالےٰ کرتے ہیں اُن کی معاونت خود کفار و مخالفین کی طرف سے ہوتی ہے ۔
ذاتِ پاک فخرِ عالم علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا خواب میں دیکھنا عین ایمان ہے اور جناب علیہ السّلام لاریب جو لوگ سُنت کے اتباع میں سرگرم ہیں اُن کے ساتھ کمال خوش اخلاقی سے معاملہ فرماتے ہیں ۔ جو سُنت کی طرف متوجہ ہوتا ہے آپ کی عنایات اُس کی طرف توجہ فرماتی ہیں ۔ اس خواب کی تعبیر کی حاجت ہی نہیں مُبارک ہو ۔
طغیانی معاصی خلق کا بشکل دریا و طوفان کے نمودار ہوتا ہے اور بسبب کثرت کے اندیشہ ہلاک خلق مراد اس سے ہے مگر شکر ہے کہ تم اُس وقت کلمہ شہادت کو یاد رکھتے ہو یہ عین سعادت و ایمان کا نشان ہے آخر ہلاک و قیامت آنی ہے اور طوفان غضب ایسی صورت میں جو فی زمانِنا موجود ہے وارد ہونا سزا اُن افعال کی ہے اور جب قہر الٰہی تعالےٰ شانہٗ عباد پر بسبب معصیت فجار فساق کے ہوتا ہے تو نیک و بد کی تمیز نہیں ہوتی ۔ اُس وقت سب کے سب موردِ غضب ہوتے ہیں لیکن ایسی حالت میں جو تذکرا اور ذکر شہادت میں فوت ہُوا انجامِ کار ناجی ہُوا اور عذابِ آخرت سے فارغ ہُوا اور جو غفلت اور واویلا میں مرا قہر الٰہی کا آخرت واولیٰ میں محل بنا ۔ پس ہزار ہزار شکر کی جگہ ہے کہ تم کو اُس وقت کلمہ شہادت یاد آیا اور اُس کے ملازم رہے ۔ اگرچہ خوف ہے مگر رجاء بھی نہایت ہے زیادہ کیا لکھوں مطمئن رہو اور حق تعالےٰ سے نجات کی دُعا کرو ۔ ہو سکے تو قصد اس مُلک کا کر دو وہاں رہنا ایسے دُور و دراز مُلک میں اچھا نہیں معلوم ہوتا ۔ فقط والسّلام

مکتوب نمبر ۱۳۱

حاجی ظہور احمد صاحب السلام علیکم ! آپ کا خط اور پوسٹ کارڈ آیا۔ "شبہ بیع ڈبل روٹی میں لکھا ہے" شراب کی بیع تو حرام ہے اور جس شئے میں شراب مخلوط ہو اور مالیت ہووے کہ کسی کام میں لانا درست ہو تو اُس کی بیع بھی درست ہے مگر جو شئے کہ اُس کا استعمال کسی شئے کا نہ ہو اور جس کام کی وہ ہے وہ حرام ہو تو اُس کی بیع درست نہیں۔ دیکھو انگوٹھی جس کا استعمال حرام ہے اُس کی بیع کو حرام لکھا ہے۔ حالانکہ لوہا، پیتل بیع کرنا درست ہے۔ روٹی ڈبل سوائے کھانے کے اور کسی کام کی نہیں اُس کی بیع بھی حرام کہ کھانا اُس کا حرام ہاں اگر کچھ اور کام بھی اُس سے ہوسکتا یا پاک ہوسکتی تو بیع حلال ہو جاتی۔ سو یہ شبہ بے موقع ہو گیا اعانت حرام کی بھی حرام ہے۔

باروت کے بنانے کے واسطے شراب کا خریدنا شرع سے حرام ہے گو باروت کا خریدنا درست ہے جلانے میں کوئی قباحت نہیں۔ ہاں اگر باروت کھانے کی چیز ہوتی اور کوئی کام اُس سے نہ ہوتا تو اُس کا خریدنا بھی حرام ہوتا۔

نکھار خاک سوختہ عظم کا ہوتا ہے لہٰذا اُس کا کچھ حرج نہیں اور مُردار کی ہڈی اگر حلال جانور ہے نجس بھی نہیں ہوتی۔ ہاں سُور کی ہڈی نجس ہے مگر حل کردہ وہ سب پاک ہو جاتی ہے۔

صبح صادق کا یہ قاعدہ کہ ہفتم حصہ شب ہوتا ہے غلط ہے یہ تقریبی حساب ہے نہ تحقیقی بڑی شب میں کہ ۱۴ گھنٹہ کی ہوتی ہے خود بلند مکان پر چڑھ کر دیکھا کہ دو گھنٹہ کی صبح نہیں ہوتی اور واقعی ماہ اساڑھ کی جولائی کے مطابقت ہے۔ صبح صادق بہت بڑی ہے چار گھڑی اور ۲ منٹ کی ہے اور باقی شہور کی اس سے کم ہوتی ہے اور یہ حساب ہمارے اس مُلک کا ہے اور وہاں حال معلوم نہیں وہاں کے درجات کو اور یہاں کو بڑا فرق ہے۔ ہر درجہ کی صبح صادق اور طلوع وغروب مختلف ہوتا ہے وہاں کا حال مجھ کو معلوم نہیں۔ بندہ کی رائے تو یہ ہے کہ بسہولت تم ترک کر کے اس ملک میں چلے آؤ۔ اس قدر بعد مسافت (مقام تھارا واڈی ملک برما) پر مت رہو خصوصاً ایسا ملک۔ یہ یقین کرتا ہوں کہ چار سو روپے کی قدر تم نے جمع کیا ہووے گا۔ سو قدر تلاش روزگار کو یہ کافی ہووے گا۔ سو اب اس مُلک میں آنے کی کوشش کرو۔ اللہ تعالیٰ یہاں بھی کوئی صُورت کر دیوے گا۔ ایسے وحشی مُلک میں رہنا کیا ضرورت ہے؟ اور اُس وقت بہ سبب تمہاری تنگی و پریشانی کے وہاں جانا پسند کرتا تھا اب کچھ جمع ہو گئی ہے اور والدہ صاحبہ تمہاری طلب کرتی ہیں اور اب چلا آنا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے مگر ہاں ایسی جلدی مت کرو سر ٹیفکیٹ لے کر آنا اور اب برسات میں دریا کی ہوا بھی اچھی نہیں۔ جب دریا کی کلفت کم ہو جاوے اُس وقت چلے آنا اور ابھی سے سامان وارادہ آنے کا کرو۔ بس اب مکان کا بنانا خریدنا بھی بے سُود ہُوا۔ اُس کا جواب بھی معلوم ہو گیا اور دوسری بات بھی فضول لغو ہوئی اس میں بھی طرح طرح کی دشواریاں ہیں۔ اگر اولاد ہوئی بڑی دِقت ہے اور عدل نہ ہُوا تو بھی مُشکل ہے اور گھر میں رنج ہُوا تو بھی دشواری سو دو تین ماہ

صبر کر کے گھر چلے آؤ یہی بہتر ہے اور جو بہاولپور علاقہ ہو گیا تو اس کو بہت پسند کرتا ہوں کہ گویا اپنا ہی ملک ہے۔ فقط والسّلام

آگ لگنا گھر کا وہی ارادہ مخفی آپ کا ہے اور خود ہی بجھا لینا اس ارادہ سے باز رہنا دوسرے کو اس کے واسطے طلب کی ضرورت نہیں ہے اور مستقرض جو قرض ادا کرے ادا کرنا ذمہ اُس کا ہے۔ خرچ منی آرڈر مجرا نہیں لے سکتا۔ فقط

مکتوب نمبر ۱۳۲

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ عنایت فرمائے بندہ حاجی ظہور احمد صاحب سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا اور منی آرڈر عـہ ر کا بھی پہنچا۔ بندہ کے نزدیک ایصالِ ثواب میں اگر صدقہ جاریہ ہو تو اعلیٰ درجہ ہے کہ دیر تک اُس کا ثواب پہنچتا رہتا ہے اور جو گرسنہ حاجت مند کو دیا جاوے تو بھی ثواب ہے مگر جب اثر ختم ہُوا ثواب منقطع ہو گیا۔ پس ایسی حالت میں یہ روپیہ یا کسی مسجد کی تعمیر میں صرف ہو یا رباط مکہ جو اب وہاں بنتی ہے اور اب کے سال اُس میں دوسو آدمی سے زیادہ غرباء فروکش ہُوئے اس میں بھیجا جاوے یا کوئی کتاب دین کی خرید کر وقف کر کے اُن کے نام پر ثواب کیا جاوے۔ یہ تین صُورت ہیں ان میں سے جس کو تم پسند کرو ویسا کیا جاوے تا تمہاری اجازت کے یہ روپیہ امانت رہے گا مسجد لکھنوتی میں افتادہ پڑی ہے۔ وہ لوگ اس کی تعمیر شروع کرنے کو ہیں اس میں معتبر ذریعہ سے صرف ہو جاوے اور دریں دلا حجاج بھی مکّہ کو جاتے ہیں وہاں ارسال ہو جائے یا بخاری یا کوئی کتاب خرید کر وقف کی جاوے ہر سہ صُورت اب ممکن ہے جس کو راجح جانو لکھ دو۔

درباب غیر حاضری حسبِ طلب والدہ مرحومہ جو آپ تردد لکھتے ہیں تو تم مجبور معذور تھے۔ اگر نہ آسکے تو معذور ہو البتہ اگر آسکتے تو اندیشہ تھا۔ اب جو مقدر تھا ہُوا اُس مرحومہ کی ایصالِ ثواب استغفار دُعا صدقہ سے اعانت کرو اُن کی رُوح خوش ہو جاوے گی۔ آنا نہ آنا دُنیا کی راحت وسرور کے واسطے تھا اگر تم آتے تو کیا ہوتا۔ فقط

اپنے گھر میں اور بچوں کو بندہ کی طرف سے اور والدہ مسعود احمد کی طرف سے تحیات پہنچا دیویں۔ فقط

مورخہ ۳۰ ر جمادی الثانیہ

بنام مولانا الحاج المولوی محمود حسین صاحب بریلوی دام مجدہٗ

مکتوب نمبر ۱۳۳

مولوی محمود حسین صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہُوا جو کچھ مقدر ہو چکا ہے اُس میں کوئی کمی زیادتی نہیں کر سکتا اور وہی بندہ کے حق میں مستحسن ہے فقط۔ ذکر کے وقت سردی اور قشعریرہ ہونا یہ بھی اسی سُلطان ذکر کے

آثار میں سے ہے اور امر محمود ہے۔

مسح گردن مستحب ہے بعض احادیث سے اُس کا نشان ملتا ہے۔ جذامی کے ساتھ اختلاط کرنا درست ہے اور الگ رہنا بایں وجہ کہ مبادا یہ مرض ہو جاوے اور یوں دل میں عقیدہ ہو جاوے کہ یہ مرض متعدی ہے جائز ہے کہ پہلے سے ہی الگ رہے تا فساد اعتقاد پیدا نہ ہووے۔

سکوت اداء سنن سے بعد فرض فجر عند الحنفیہ منسوخ ہے۔ عموم اس حدیث سے جو در باب منع نوافل بعد الفجر والعصر وارد ہُوئی ہے یا خصوصیت پر محمول ہے کہ کسی وجہ غیر معلوم سے آپ نے اُس شخص کو اجازت دی مگر وہ شخصیہ ہے کلیہ حکم اُس سے حاصل نہیں ہو سکتا کلیہ منع نوافل کا بحال خود رہے گا۔ فقط

اداء سنت فجر در صورت جماعت فرض بشرطیکہ ایک رکعت جماعت مل جاوے اور سُنت کو پردہ میں ادا کرے بحضور جماعت نہ پڑھے درست ہے ورنہ نہیں اور یہ امر تاکد سنت فجر کے باعث ہے اور سنن میں یہ امر نہیں ہوتا اور مدرک ایک رکعت کا مدرِک جماعت وصلوٰۃ کا ہوتا ہے اور اک کم از کم رکعت کا ادراک فضیلت ہے نہ ادراک جماعت نصف کو حکم کل ہے لہٰذا ایسی صُورت میں ادا کا مضائقہ نہیں اور بحضور جماعت ہرگز نہیں پڑھنا چاہیئے کہ مخالفت جماعت مسلین وافترار حرام ہے۔ فقط والسّلام

مکتوب نمبر ۱۳۴

مولوی محمود حسین صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہُوا۔ بندہ کے نزدیک کُتب دینیہ کا پُورا کرنا عمدہ ہے اور ادب کی چنداں ضرورت نہیں۔ ایک دو کتاب بھی کافی ہے اور کُتب دینیہ کے درس کو شغلِ باطن پر ترجیح دیتا ہوں سو اگر اتمام کتبِ دینیہ کا مراد آباد ہی ہو جاوے تو عمدہ ہے کہیں جانا کیا ضرورت ہے ورنہ چندے قیام مراد آباد رکھو۔ پھر جیسا ہووے گا کرنا اور معقول کا خیال ہرگز مت کرنا۔ پس مختصر معانی کا ختم کر لینا مناسب ہے۔ یہ بھی ایک فن عمدہ ہے اور کار آمد دینیات ہے۔ بعد ازاں اگرچہ قلیل بھی ہووے بقایا تفسیر و حدیث و فقہ و اصول ہو جاوے۔ اصول میں توضیح تلویح کافی ہے۔ ہر چند اصول آتا نہیں مگر تاہم کار آمد علم ہے اور قدر مایحتاج تو نور الانوار میں ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ فقط

الحاصل اتمام علوم دینی کا ضرور و مقدم جانو اگر مراد آباد ہو جاوے تو بہتر ورنہ دوسری جگہ تکمیل چاہیئے۔ فقط والسّلام

تعبیر خواب ہر دو خواب یہ ہے کہ کوئی صورت اس صورتِ موجودہ سے عمدہ تمہارے واسطے ہووے گی۔ اگرچہ کہیں ہو۔ فقط

سب کو میرا سلام مسنون کہنا یہاں ہیضہ رہا اب کم ہے سب خیریت ہے سب کی طرف سے سلام پہنچے۔

❊

مکتوب نمبر ۱۳۵

حافظ محمود حسین صاحب السّلام علیکم ! آپ کا خط آیا شغل کے ناتمام رہنے کا افسوس لکھا ہے برادرم حصول دولت آخرت کا رنج و افسوس بھی نعمت ہے جو شوق پر دلالت کرتا ہے شوق ذکر و شغل الی اللہ تعالیٰ کسی سعید کو نصیب ہوتا ہے اور فی الواقع ورد آخرت کے برابر کوئی دوا و لذت نہیں۔ بہر حال جو کچھ ہو سکتا ہے کرتے رہو اور جب گاہے ناغہ ہو گیا تو دوسرے وقت قضاء کر لیا۔ التزام تھوڑے شغل کا بھی عمدہ ہے اور وہ حرکتِ قلب جو محسوس ہوتی ہے اُس پر تم خود قصداً ذکر اسم ذات قائم کر لینا بلکہ اس حرکت کو بطور یادداشت پاس انفاس التزام کر کے خیال میں رکھو۔ پاس انفاس اور یہ حرکت اگر جمع ہو جاوے تو بہت بہتر بات ہے ورنہ خیر جس قدر ہو سکے حرکت کو بخیال ذکر خیال میں قائم کر لو اور اکثر اوقات اس حرکت کو لحاظ رکھو اور خود قلب کی طرف بھی دھیان رکھنا چاہیئے۔ رمضان شریف میں قرآن شریف پڑھنا مناسب ہے کہ سال بھر یہ کام آتا ہے مگر شغل کو بہت التزام رکھنا۔ الغرض عدد اسم ذات اگر چار ہزار نہ ہو سکیں چند روز کو دو ہزار ہی رہنے دو۔ جاڑے کے موسم میں رات طویل ہووے گی اس وقت زیادہ کر دینا۔

خواب تمہارا مقبولیت کا نشان ہے۔ نسبت اہلِ حق سے تم کو حصّہ کامل ملے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ راحت کی بات ہے مبارک ہووے فقط

پیر جیو صاحب و عبداللہ شاہ مسعود وغیرہم سلام کہتے ہیں۔

مکتوب نمبر ۱۳۶

برادرم حافظ محمود حسین صاحب۔ السلام علیکم ! آپ کا خط آیا مسرور کیا۔ بندہ بخیریت ہے۔ قرآن شریف کا سُننا نہایت اچھا ہُوا۔ جب خیال اس بات کا آیا کہ مقتدیوں کو میرے پڑھنے سے خوشی ہوئی تو فوراً یہ خیال کر لیا کہ اس میں میرا کیا کمال ہے سب حق تعالیٰ کا احسان ہے۔ میرا کچھ دخل نہیں اور اپنے عُجب پر اس مضمون سے تواضع کر لی کہ میں تو وہی مشتِ خاک ناپاک شئے کا زادہ ہوں یہ سب خُوبی و حمد خداوند تعالیٰ کی ہے اور لاحول پڑھ کر بائیں جانب تھوک دیا۔ ضبط پاس انفاس اور حرکات لطائف جہاں تک ہو سکے کرتے رہو اور جب غفلت آوے اور غفلت لازم انسان کو ہے تو پھر متنبہ ہو کر گریہ و زاری اور دُعا کرو کہ الٰہی تیرا بندہ ہوں تُو مجھ کو اپنے ذکر سے غافل مت کر اور اس غفلت پر استغفار و ندامت کو لازم کرو اگر رونا نہ آسکے تو رونا لاؤ۔ شغل اسم ذات معمولی طرح پر جس قدر ہو سکے، پھر بعد رمضان زیادہ کر دینا مگر آدمی کی زبان سے جو کلمۂ ذکر نکل جاوے اگرچہ ایک بار ہی ہو بہت غنیمت ہے۔ دُنیا و مافیہا سے ایک لفظ بہتر ہے۔ سو کار و بار کرتے کرتے بھی اللہ اللہ کرتے رہو اور کچھ شمار کی حاجت نہیں۔ چلتے پھرتے بھی اسی میں، غرض ذکر کرنا ہے سانس سے حرکت سے

زبان سے کثرتِ ذکر ہووے۔ تعبیر خواب تمہاری محبت اور آثار ذکر کے ہیں۔ قلب میں حرکتِ آثار سلطان ذکر کے ہیں مُبارک ہووے گرانی قلب پر اور اس طرح کے بہت سے امور پیش آتے ہیں سب آثار صالح ہیں خوشی کی بات ہے۔ شکر چاہیئے۔ تھوڑی کیفیت اور حال پر بہت بہت شُکر کرنا لازم ہے کہ یہ سب نعمت و احسان حق تعالےٰ کا ہے۔ سالہا سال میں بھی اگر کچھ عنایت ہو جاوے غنیمت ہے چہ جائیکہ تھوڑے سے کام پر اس قدر ہو۔ فقط

الحاصل یہ سب آثار موجب فرحت کے ہُوئے۔ بعد رمضان پھر ذکر زیادہ کر دینا۔ اب رمضان تمام ہُوئے سہارنپور میں شہادت ہلال کی ہُوئی تھی چنداں معتبر نہیں۔ تم اپنی رویت پر کام کرنا شب سہ شنبہ کو چاند کی تلاش کرنا نظر آوے تو عید کرنا ورنہ نہیں۔ بعد رمضان مشکوٰۃ تمام کر کے حدیث ہی پڑھنا اور دینیات کا ہی خیال رہے فقہ تفسیر مختصر معانی کا بھی مضائقہ نہیں۔ مذاہب سب حق ہیں مذہب شافعی پر عندالضرورت عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں۔ مگر نفسانیت اور لذت نفسانی سے نہ ہو۔ عذر یا حجت شرعیہ سے ہووے کچھ حرج نہیں۔ سب مذاہب کو حق جانے کسی پر طعن نہ کرے سب کو اپنا امام جانے۔ فقط

مکتوب نمبر ۱۳۷

برادرم مولوی محمود حسین صاحب سلمہٗ! بعد سلام مسنون مطالعہ باد۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہُوا۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مشکوٰۃ شریف کا پڑھنا چھوڑ دو کیونکہ اساس دین ہے مگر یہ ضرور ہے کہ سبق تھوڑا پڑھو اور شغل جس قدر ہو سکے کرتے رہو۔ اگر اسم ذات مقدار معین نہیں ہو سکتا تو کم سہی اور اب جاڑے کا موسم آتا ہے رات طویل ہو جاوے گی اُس وقت پچھلے وقت اُٹھنا۔ اگر وہ بھی نہ ہو سکے تو خیر شغل باطن پر ہی قناعت رکھو اور جس قدر ہو سکے کرتے رہو۔ زیادہ مشقت بعد فراغ کتب حدیث کے کر لینا کچھ گھبرانے کی بات نہیں سب کچھ ہو جاوے گا۔ سب امور بتدریج ہوتے ہیں۔ جلدی سے کام نہیں نکلتا۔ مداومت چاہیئے اگرچہ اقل قلیل کام ہو۔ ملازمت و مداومت کو بہت بڑا اثر ہے۔ مولوی[۱] صاحب مرحوم کی زیارت رویاد صالحہ موجب قبولیت عمل و آثار صلاح و رشد ہیں اور اُن کی توجہ کی علامت ہے۔ شکر کی بات ہے رقت اس کا اثر ہے مولانا مرحوم حیات میں جہاد لسانی میں سرگرم تھے اُس کا ظہور ہے اور تم کو اس حلیہ میں نظر آنا بھی یہی مقصد ہے کہ راہِ حق تعالےٰ میں دلیرانہ کام کرو اور سعی کرو۔ روزگار مدرسہ کا بظاہر درست ہے اگرچہ باطن مقصد اُس کا فرنگیوں کا اچھا نہیں۔ مگر اب ترک کر کے پریشانی اُٹھاؤ اس سے بہتر ہے کہ ترک نہ کرو اور حاجی حسن علی شاہ کو اس قوم نصاریٰ سے دلی عداوت ہے اس واسطے انگریزی نوکروں کا کھانا نہیں کھاتے اور جو روزگار بظاہر خلاف شرع نہیں اُس کو وہ خلافِ شرع بھی نہیں

---

[۱] مراد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نانوتوی ہیں ۔ ۱۲

جانتے۔ یہ اُن کا طبعی امر ہے اس پر تم جلدی مت کرو۔ اگر کوئی سامانِ تجارت ہو جاوے تو اُس وقت جیسا مناسب ہو ایسا ہی کرے وکالۃ ہر طرح کا ہے۔ اگر بھائی صاحب کچھ تم کو دیا کریں استعمال کر لیا کرو۔ فتویٰ سے جوامر جائز ہو سکے مضائقہ نہیں۔ آج کل تقویٰ معاملات اور طعام میں ہو نہیں سکتا۔ ظاہر کا حال دیکھ لیا اور بس۔ اور تیسرے خواب کا یہی اشارہ ہے کہ طعام یہودی سے تم کو نفرت ہے وہ تم سے منقطع ہو گیا۔ الغرض روزگار کو ترک مت کرو۔ اپنا کام شغل کا بھی کرتے رہو جس قدر ہو سکے اور کچھ کچھ حدیث بھی پڑھتے رہو۔ فقط والسلام

میرا قصد یکم ذی قعدہ کو ہو گیا کہ سفر عرب کروں بعد چار ماہ واپس ہونا ہووے گا۔ اگر زندہ رہا ورنہ جو مقدر ہے۔ بضرورت جواب لکھتا ہوں، فرصت نہیں، سب کی طرف سے نام بنام سلام پہنچے۔ میرا سلام کہہ دینا جو پوچھے۔ فقط

متفرقات

مکتوب نمبر ۱۳۸[۱]

گرامی خدمت جناب مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا فرصت آج کل نہیں اس واسطے جواب میں دیر ہوئی۔ عبدالسمیع گنگوہ بتقریب فاتحہ عبدالکریم کے آئے تھے، بندہ سے بلطف ملے ایک وقت اُن کی ضیافت بھی کی پھر چلے گئے۔ "انوار ساطع" مہذب ہو کر طبع ہو گئی۔ قریب اُس کی اشاعت ہووے گی اگر اس میں جواب براہین کا ہو گا تو اُس کا رد بھی کیا جاوے گا صلح شکنی ہو گی اور بوقت ملاقات کسی قسم کا ذکر نہیں کیا نہ عذر نہ معذرت بندہ نے بھی سکوت کیا۔ آپ کے حالات سے بہت سرور ہوتا ہے اور غبطہ بھی آتا ہے حق تعالےٰ بندہ کو بھی کچھ نصیب فرماوے۔ قیام بر مزار حضرت مجدد علیہ الرحمہ بہت عمدہ ہے حق تعالےٰ آپ کا قصد حاصل فرما دیوے اور میرٹھ کے قیام کے باب میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ بہتر ہے مگر صورت جریان وظیفہ کا ہو جانا ضرور مناسب ہے کہ کر لیا جاوے۔ مولوی غلام احمد قادیانی صاحب کی "فتح الاسلام" بندہ نے بھی دیکھی اجمالاً ان کو جو اول گمان تجدید ہوا ہے یہ اُس کا ہی ضمیمہ ہے کہ اب اُن کے مخیلہ میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ مثیل عیسیٰ ہوں۔ اس باب میں بندہ یہ گمان کرتا ہے کہ دُنیا طلبی تو اُن کو مقصود نہیں بلکہ ایک خود پسندی اُن کے مخیلہ میں بوجہ صلاحیت قائم ہوئی تھی۔ اب یہ خیالات بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اس کو وہ دین و تائید دین اور اپنے کمالات جانتے ہیں اس میں مجبور ہیں۔

اس مثیل عیسیٰ ہونے کو اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کی روایات کے حقیقی معنی کے انکار کو چند جگہ سے جو بندہ سے استفسار کیا گیا تو بندہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ عقیدہ فاسد و خطا خلاف جملہ سلف خلف کے ہے ان کو مالیخولیا ہو گیا ہے کہ خلاف عقل کے ایسی بات لکھتے ہیں کہ تمام عالم نے اس کو نہ سمجھا۔ اب اُن کو اس کی فہم ہوئی

---

[۱] یہ خط سابق خطوط میں نقل ہونے سے چونکہ سہواً رہ گیا تھا اس لئے متفرقات میں درج ہوا۔ ۱۲ عاشق الٰہی

اس پر اشتہار مباحثہ دیا ہے اور بندہ کو مخاطب بنایا ہے اور تکفیر نہیں چاہیئے کہ وہ مأوّل ہے اور معذور ہے فقط

مولوی عبداللہ کو منع کرنا حضرت سلمہٗ کا جو حافظ احمد صاحب کی تحریر سے دریافت ہُوا تھا اور خط بنام حافظ قمرالدین کے تھا، حافظ قمرالدین نے دکھایا مگر نہیں مانا معہ زوجہ و فرزندانِ ثلاثہ اور والدہ حافظ احمد کو یعنی اپنی خوشدامن کو لے کر چلے گئے۔ آج بمبئی سے اُن کا خط بمبئی پہنچ جانے کا آیا کہ ۱۹ ر شعبان کو وہاں پہنچے اور حافظ احمد نانوتوی اور حبیب الرحمٰن دیوبندی اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن مظفرنگری ۱۱ ر شعبان کو بمبئی سے روانہ ہو گئے۔ مولوی عبداللہ کو نہیں ملے۔ حافظ احمد کی والدہ کو یہ کہا گیا کہ احمد کو دو ہزار روپیہ اور نوٹکٹ ملے ہیں۔ یہ بھی طمع روپیہ اور حج میں چلتی ہوئی اور پیر جیو نے اپنا ہر طرح فائدہ تصوّر کر لیا۔ مولوی مظہر حسین دہلی گئے ہیں۔ فقط والسّلام

مکتوب[1] نمبر ۱۳۹

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنُون آنکہ آج خط آیا حال دریافت ہُوا۔ بندہ دعا گو ہے۔ اگر فرصت ہو اور حرج بھی نہ ہو تو کسی وقت مل جاویں ورنہ ضرورت نہیں باقی خیریت ہے۔ فقط والسّلام پنجشنبہ ۱۱ ر صفر

حافظ محمد محسن صاحب کو سلام مسنون فرماویں۔

مکتوب[2] نمبر ۱۴۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کے خط سے کیفیت معلوم ہُوئی۔ بندہ بخیریت ہے۔ آپ کے اور جملہ اہل عملہ کے واسطے دست بدُعا ہے۔ دو تعویذ مرسل ہیں جس پر مرد لکھا ہے وہ آپ بازو پر باندھ لیں اور جس پر زن لکھا ہُوا ہے وہ اپنے گھر میں بازو پر باندھ دیں اور آپ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کو بعد عشاء پانچ سو مرتبہ پڑھ لیا کریں اور اہلِ عملہ کو بھی بتلا دیویں۔ فقط والسّلام ۱۶ ر صفر چہار شنبہ۔

مکتوب نمبر ۱۴۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ عورت بیعت نہیں لے سکتی اور متقدمین میں سے کسی نے عورت کو بیعت لینے کی اجازت نہیں دی۔ اگر کوئی شخص عورت کو خلافت بیعت دے خاطی ہے۔ دستار و جبّہ خلافت عورات کو نہیں مل سکتا۔ البتہ اگر صرف برکت کے واسطے مُرشد اُس کو کوئی شَے مرحمت فرماوے تو وہ تبرّک اُس کو اپنے پاس رکھ سکتی ہے نہ کہ دستارِ خلافت و جُبّہ خلافت اور عورت کو یہ امر جائز ہے کہ وہ کسی کو کچھ وظیفہ و ذکر اذکار بتا دیوے مگر مرید کرنا نادرست ہے۔ فقط والسّلام

---

[1] بنام منشی محفوظ علی صاحب مرحوم [2] بنام منشی الطاف الرحمٰن پنجلاسی ؁

مکتوبات[1] نمبر ۱۴۲

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعنایت فرمائے بندہ سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ بندہ کے اُوپر فرض ہے کہ جو صاحب مجھ سے علاقہ رکھتے ہیں اُن کو میں بھلائی بُرائی سے مطلع کردوں۔ ہرچند نہ میں قابل پیری کے ہوں اور نہ بسبب اپنی قابلیت کے اپنے آپ کو کسی کا مقتدا۔ اور دُوسروں کو اپنے تابع جانتا ہوں۔ اگرچہ دُوسروں کے دل میں اس امر کا خیال واقعی یا بناوٹ سے ہو۔ مگر ہر حال مُسلمان کا حق مُسلمان کے ذمہ ہے اور بُرے کام سے روک دینا سب پر واجب ہے۔ لہٰذا مجھ کو اس تحریر کی ضرورت ہوئی۔ عزیزا بندہ نے ایک دو کے کہنے پر اعتماد نہیں کیا مگر جب بکثرت گوش زد ہُوا تو" تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا" یقین ہُوا کہ کچھ تو ہے جو اس قدر کہتے ہیں۔ پس سُنو کہ آدمی آخرت کے واسطے پیدا ہُوا ہے نہ دُنیا کے۔ آدمی کو دُنیا میں حق تعالیٰ نے امتحان کمانے اور امتحان لینے کے واسطے بھیجا ہے۔ قرآن میں حق تعالےٰ فرماتا ہے:

"سو جس نے دُنیا میں آکر اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ کے فرمانے کے موافق عمل کیا تو وہ امتحان میں پورا ہُوا دُنیا میں بھی نیک نام اور بعد مرنے کے بھی اُجرت اور انعام پاکر شاد کام ہوگا اور ہمیشہ ابدالآباد راحت سے رہے گا اور جس نے غفلت میں عمر گزاری اور خلاف امرِ حق تعالےٰ کے کیا خصوصًا تعدی اور ظلم عباد اللہ پر تو وہ دُنیا میں بھی بدنام اور بعد مرنے کے بھی امتحان میں ناکام اور مُبتلائے بدانجام ہوگا"۔

سو کسی عاقل کا کام نہیں کہ پچاس ساٹھ دُنیا کے جو آخرت کی نسبت ایک لمحہ کے قدر بھی نہیں نفس و شیطان کی ترغیب سے راحت و عشرت میں گزار کر اُس کے عوض کروڑوں سال آگ کا عذاب گوارا کرے۔

اس کی مثال ایسی سمجھو کہ کوئی شخص اپنے گھر سے ایک جوہر بے بہا کہ جس کی قیمت کے سامنے مہا سنکھ اشرفی نہ ہو سکیں لے کر تجارت کے واسطے نکلا کہ اُس کو مضاعف کر لیوے مگر جب وہ بازار میں گیا تو بدمعاشوں اور دغابازوں کے فریب میں آکر غافل ہو کر اس جوہر کو بھی برباد کیا آگے تو کیا تجارت کرتا اور دو، چار گھڑی بدمعاشوں کے ساتھ دَل مِلکر نفس کو مزہ ہُوا اور عیش سے گزری اور بعد دو، چار گھڑی کے اُن بدمعاشوں سے جُدا ہو گیا اور تہی دست گھر لَوٹ کر آیا تو گھر والوں نے اُس جوہر بے بہا کا مطالبہ کیا اور نفع مانگا مگر چونکہ وہ خود جوہر کو بھی برباد کر چکا تھا نفع تو کیا حاصل ہوتا تو سوائے اس کے کہ گھر والے اُس کو مار مار کر ذلیل کریں اور ہر قسم کا عذاب اُس پر ڈال دیں اور یہ کوئی اُس کی تدبیر سوائے پریشانی اور ندامت کے نہ کر سکے اور کیا حاصل ہوگا؟

پس ایسا ہی حال بندہ کا ہے کہ وہ آخرت سے جو پہلا گھر اور پچھلا مقام ہے اور وہیں لَوٹ کر جا کر ہمیشہ

---

[1] یہ خط ایک منتسب کے نام ہے جن کا نام مصلحتًا علیحدہ کردیا گیا ہے۔

کو رہنا ہے ایک جوہر ایمان اور نعمتِ بندگی لے کر دُنیا میں آیا ہے اگر اُس نے یہاں آکر موافق مرضی مولیٰ کے کام کیا یہ جوہر بے بہا بڑھتا چلا جاتا ہے اور آخرت میں شاہانِ شاہ بنا دیتا ہے اور اگر خلافِ امر کیا تو اس جوہر کو برباد کیا اور باغی، مخالف، نافرمان، غافل ہو کر عذابِ آخرت میں مُبتلا ہو گیا۔ اگرچہ اس زندگی ناپائدار میں جو ایک لمحہ بھی بہ نسبت آخرت نہیں خوشیاں حاصل کر لے۔

پس اے عزیز ایسا غافل ہونا اور ایسا کام کرنا کہ موجب خسران ابد ہو ادنیٰ عقل والا بھی نہیں کر سکتا بلکہ اس بات کو تو موٹی عقل والا احمق بھی گوارا نہیں کرتا۔ ع

چرا عاقل کند کارے کہ باز آید پشیمانی

تو اب تم سُنو کہ بزعم حکومت فانیہ رعایا پر ستم کرنا اور رشوت لینا کس قدر اپنے اُوپر ظلم کرنا ہے کہ پیسہ دو پیسہ ناحق لے کر اپنی بضاعۃ بے بہا کو ضائع کرے۔ بعض روایت میں آیا ہے کہ اگر کسی نے کسی کا چھدتی حق بھی مار لیا خواہ غضب سے خواہ رشوت سے خواہ خیانت سے خواہ فریب سے، اُس کے عوض سات سو نمازیں دلائی جائیں گی اور ایک نماز ہفت اقلیم کی سلطنت اور دولت سے زیادہ ہے علی ہذالقیاس۔ تو اُن مظلوموں کے گناہ اس ظالم پر ڈال دیئے جاویں گے۔ سو کتنے خسارہ کی بات ہے کہ ایسی گراں مایہ عبادت ایک ذرہ نجاست حاصل کر کے زائل کر دے۔

بعد اس تحریر دیکھنے کے یقین کرتا ہوں کہ ہر شخص خصوصاً تم جیسا فہمیدہ آدمی ایسی بے جا حرکت سے متنبہ ہو کر متنفر ہو جاوے اور تمام اہل حقوق سے اپنے قصور و حقوق معاف کرانے کی فکر میں ہو گا اور آئندہ کو ایسی حرکت کے قریب بھی نہ جاوے گا مگر ہاں اگر کوئی حساب آخرت کا منکر ہو اور وعدہ وعید قرآن حدیث کو جھوٹ جانتا ہو تو وہ جو چاہے کرے۔ مگر اس وقت تک بندہ تم سے ایسی اُمید نہیں رکھتا ہے اور جو کچھ مجھ پہ واجب تھا وہ تم کو سُنا کر حق تعالیٰ کے یہاں سے اپنی برأت حاصل کر چکا۔ اب آپ کی بابت مجھ سے باز پُرس نہ ہو گی ع

ہر کہ دانا بکار خود ہشیار

اگر یہ نصیحت آپ کو پسند آوے تو اس کو قبول سے مجھ کو مُطلع کر دیویں اور اگر ناخوش ہو تو مختار ہو۔ مجھ کو تعجب یوں ہوتا ہے کہ جب تم اس طرف میں تھے تو ہر طرح تمہارے حسن معاملات سُنکر خوشی ہوتی تھی۔ اب اس طرف جا کر تمہارا ایسا حال بدل گیا۔ اس کی کیا وجہ ہوئی شاید صحبت بد دینوں کی باعث اس کی ہوئی ہو۔ میں لکھنے پڑھنے سے معذور ہو گیا ہوں۔ اگر کوئی لکھنے والا مل جاتا ہے تو اُس کو بتلا دیتا ہوں وہ لکھ دیتا ہے اس سبب سے یہ مضمون کم لکھا گیا۔ اگر خود لکھتا ہوتا تو بہت لکھتا کہ تمہاری یہ شان سُن کر مجھ کو بڑا صدمہ ہُوا۔ اپنے گھر میں اور اپنے فرزندان کو میری طرف سے سلام کہہ دینا۔ فقط والسلام ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ دوشنبہ

ث

" مختلف طبقات اور جُدا جُدا تعلقات والے اصحاب کے نام کرامت نامجات امام ربانی قدس سرّہ کا نمونہ چونکہ اس رسالہ میں جمع کرنا مقصود ہے اس لئے اب چار خطوط بنام جناب حافظ وحید الدین رامپوری

درج کرتا ہوں جن میں نہایت بے تکلف دوستانہ انداز قائم ہے ایسی نشاط آمیز کھلی ہوئی بے تکلف تحریر شاید دوسرے کے نام نظر سے نہ گزرے گی اُن کے بعد تین خطوط حافظ صاحب کے صاحبزادے مولانا سعید الدین صاحب کے لکھ کر عکسی والا نامہ پر رسالہ ختم کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۴۳

برادرم حافظ وحید الدین صاحب سلمہٗ السلام علیکم! بخیریت ہوں آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ بندہ بھی ماہ ذی الحجہ سے ایک مدت تک بیمار رہا اور ہر روز خیال آپ کا آتا رہا کہ کیا وجہ ہوئی کہ یک لخت خط بند ہو گئے خیال گزرا کہ بدمثل سابق لہر آگئی تھی وہ اب بند ہو گئی ہو گی یا بوجہ اس کے کہ کوئی جواب باصواب نہ پایا تحریر ترک دی یا کوئی اور وجہ ہوئی ہو اور خود سخت کم فرصت ہو گیا کسی کو خط لکھنا دشوار یا سخت ضرورت ہو یا تقاضا ہو ورنہ کچھ نہیں۔ معہذا اپنی کم لیاقتی سے دل سرد ہو گیا کہ ساری عمر حرماں میں گزری۔ اب پیری میں محنت بھی نہیں ہو سکتی۔ پہلے حالات بھی فرو ہو گئے اب سُنو کہ قصہ بہت طویل اور تحریر اس کی کفیل نہیں ہو سکتی۔ نہ معلوم کیا لکھوں؟ کیا سمجھو؟ مگر یہ ضرور ہے کہ مقصود تمام سلوک یہی ہے کہ معاصی سے نفرت ہو جائے اور اطاعت کی رغبت ہو جاوے اور حالات تڑپ بیقراری مقصود نہیں، بندہ بندگی کو بنا ہے نہ بیقراری خونخوار کو جب یہ امر حاصل ہوا تو اصل مطلب حاصل آیا وہ سب مقدمہ تھا نہ مقصد راہ تھا نہ درگاہ شکر کی بات ہے۔

باقی رہا یہ کہ تم بالائے عرش خیال سے پہنچے اور حق تعالےٰ کی ذات پاک بندہ کے ساتھ ہے تو وہ حالات آپ کے حضرت اعلیٰ نے اچھے جانے اور یہ سمجھ کر کہ اب قابلِ تلقین مقصد ہو گئے۔ یہ مراقبہ تلقین فرمایا کہ ذات پاک کو ساتھ جانو اور اس کا مراقبہ کرو اور اینما کی کچھ حاجت نہیں۔ بس یہ ایک مراقبہ کرو جو فہم میں نہ آوے تو بغور بلا خیال کیفیت کے ذہن میں قائم کرو۔ یہی معنی ہیں کہ ذات مُبّرا میرے ساتھ ہے۔ فقط

حضرت کا نامہ اپنے پاس رکھو کہیں ضائع نہ ہو جاوے جو آؤ گے تو دیکھوں گا۔ فقط

نماز سب کے پیچھے ہو جاتی ہے ہاں امام متقی ہو تو بہتر ہے۔ قرآن شریف مترجم کو بے وضو ہاتھ لگانا منع ہے۔ تیمّم غسل و وضو کا اگر کرنا ہو تو ایک تیمّم میں دونوں کی نیّت کرے تو درست ہے اور جو جُدا جُدا کرے تو بھی درست ہے جس کا چاہے پہلے کرے جس کا چاہے پیچھے۔ تحیۃ الوضو سُنت ہے۔ جو نماز بیماری میں بیٹھ کر پڑھی درست ہوئی اعادہ کی حاجت نہیں۔ ہاں اگر نشستہ پڑھنے کے قابل نہ ہوا تھا اور فقط کاہلی سے نشستہ ادا کر دی تو جب وہ نماز نہ ہوئی تھی اب قضاء فرض ہے۔ جس سُنت نفل نماز کی نیت کر کے توڑ دی خواہ تکبیر کی وجہ سے خواہ اور امر کی وجہ سے اُس کا اعادہ واجب ہے۔ رکعات تہجد تیرہ و گیارہ و نو و سات جو وارد ہیں مع وتر کے ہیں۔ اگر ہو سکے تو قصد وطن کرنا شاید مُلاقات ہو جاوے ورنہ بھائی موت لگی ہوئی ہے، برابر جوان جوان آدمی مرتے جاتے ہیں۔ اپنی کیا توقع کہ پچاس سے بہت زیادہ بڑھا قریب ساٹھ کے پہنچا، روز بروز ضعف اعضاء تزاید پہ

ہے اور قوت فکریہ علمیہ، عملیہ کی پر افسوس ہے افسوس ہے اور بس کیا لکھوں ؟ واللہ باللہ کہ دوستوں کا حال سُن کر زیادہ حسرت ہوتی ہے اور یوں کم مگر بجز حسرت اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ فقط

سب کو میرا سلام کہہ دینا۔ آج جمعہ کا روز ہے سارا دن خطوط کے جواب میں گزرے گا اور ہفتہ بھر طالب علموں سے فرصت نہیں جانتا ہوں شاید کہ علمِ دین کا مذاکرہ ہی موجب نجات ہو جاوے ورنہ سخت اندیشہ ہے اور تو کچھ اندیشہ نہ ہُوا محمد یوسف صاحب حاج عبدالرحمٰن صاحب اور سب واقفوں کو سلام پہنچے۔ مجھ کو تمہارا پتہ یاد نہ رہا لہٰذا یہ نشان لکھا۔

مکتوب نمبر ۱۴۴

برادرم حافظ وحید الدین صاحب مدفیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالٰے وبرکاتہٗ یہ بندہ پنجم جمادی الاولیٰ سے گنگوہ چھوڑے ہُوئے ہے۔ دیوبند رہا اور سہارنپور اب چند روز سے رامپور آیا ہُوا ہے۔ تمہارا خط گنگوہ پہنچا، اور گنگوہ سے رامپور آیا۔ رامپور سے جواب لکھتا ہوں۔ از خود غیر کا خیال کرنا تو اچھا نہیں خود بخود جو غیر کا خیال آوے وہ بھی عمدہ نہیں، گو ایسے خیال میں مواخذہ نہیں اور جب مراقبہ کا کیف آجاتا ہے ذکر خفی ہو یا جلی اُس پر طبع نہیں جمتی۔ البتہ جب مراقبہ قائم ہو جاتا ہے اُس وقت سب ذکر لسانی ہو یا قلبی جلی خفی مثل مراقبہ یک درجہ مساوی میں آجاتے ہیں اور وہ کیفیت کہ اپنے آپ کو روبرو مالک معبود کے جانے اور شرم وحیا طاری ہو جاوے اس کا نام حضور اور یادداشت ہے اسی کو لسان شرع میں احسان کہتے ہیں اور یہی نسبت معتبرہ ہے کہ مسلسل چلی آتی ہے۔ جب اس کا ملکہ خوب ہو جاوے تو یہی امر ہے کہ قابل اجازت تلقین کے بناتی ہے اور اس کا ہی نام ذکر قلبی ہے اور اس سے پہلے سب مقدمات اس کے ہیں۔ مبارک ہو پھر مبارک ہو۔ حق تعالٰے اس میں ترقی فرماوے اور تمکن عطا فرماوے۔ بہت شکر کی جگہ ہے بہت بہت شکر کرنا واجب ہے خطرات بھی رفع ہو جاویں گے اور اگر خطرات دفع نہ ہوں اور یہ نسبت قائم ہوگئی تو پھر خطرات کا کچھ اندیشہ بھی نہیں۔ اس نسبت کو بعد قیام اُس کے خطرات مانع نہ ہوویں گے۔ خطرات کسی فرد بشر کے رفع نہیں ہوتے البتہ تفرقہ بُرا ہے کہ ایسا ہجوم خطرات کا ہو کہ اصل نسبت سے متفرق کر دیوے اور مشغول بخطرات ہو جاوے۔ اب اس نسبت میں زیادہ مشغول رہنا اور مراقبہ معیت کا کرنا ہی علاج خطرات کا ہے اور بس۔ فقط والسلام

خط کو اس پر تمام کرتا ہوں اور مسائل کا جواب دوسرے پرچہ پر لکھتا ہوں:۔

جس مرد نے مشرک عورت اور اُس کی دُختر سے زنا کیا اور پھر وہ عورت اور اس کی دختر مسلمان ہوگئیں تو اب اس مرد زانی پر دونوں حرام ہیں کسی سے اُس کا نکاح درست نہیں۔

اذانِ خطبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قائم کی اور اُس پر تمام صحابہ کا اتفاق ہُوا کسی نے انکار نہ کیا تو سنت ہوئی اس کا تارک گناہ گار ہووے گا۔

ہر وقت کُرتہ کی گُھنڈی کُھلی رکھنا سنت خیر البشر علیہ السلام جان کر درست ہے اور لگانا بھی سنت ہے بعض وقت آپ نے لگائی بعض وقت کھولی۔

کاغذ مکتوب اگرچہ خط ہو اُس کا ادب ہے۔ ادب سے جلاوے تو درست ہے حروف کی بے ادبی نہ کرے۔

نماز میں بعد فاتحہ کے سورۃ کے ساتھ بسم اللہ آہستہ پڑھنا درست ہے۔

چاندی کو چاندی سے بدلنے میں مساوات کی رعایت رہے۔ اگر ایک طرف چاندی زیادہ رہے گی تو ربوا ہو جاوے گا۔ کم چاندی کی طرف فلوس قدر قیمت زائد چاندی کے لگا کر پُورا کر دیوے تو درست ہے۔

ایسا شخص کہ اُس کی آمدنی جاگیر کی پانچ ہزار روپے کی ہے اور خرچ اُس کا متوسط معتاد کم ہے تو اُس پر حج فرض ہے۔ پھر اگر روپیہ قرض سُودی لے کر حج کو آوے تو اگرچہ سُود دینے کا گناہ ہووے گا مگر حج فرض ادا ہو جاویگا۔

گھڑائی کی اُجرت لگا کر دس روپیہ بھر چاندی کو گیارہ روپیہ کو لینا بھی سُود ہے اور ادھاروں خریدنا بھی سُود ہے۔ اگر خرید کرے تو خلاف جنس سے خریدے اور نقد خریدے ورنہ درست نہ ہووے گا۔ فقط والسلام

"حصن حصین" کا وظیفہ اگر پڑھو تو اجازت ہے مگر تم سے درست پڑھا نہ جاوے گا۔ اگر صحت اُس کی کر لو اور پڑھو تو مضائقہ نہیں مگر اس کی تصحیح میں ایک مشقت ہووے گی اس لئے "یا باسط" کو بعد عشاء گیارہ سو بار پڑھا کرو اور بس۔ والسلام

مکتوب نمبر ۱۴۵

تمہیں غیروں سے کب فُرصت نہ اپنے غم سے ہم خالی
چلو بس ہو چکا ملنا ، نہ تم خالی ، نہ ہم خالی

عزیزم حافظ وحید الدین صاحب دام شوقکم الی اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بعد دیر دراز آپ کا رقیمہ آیا۔ آپ نے اپنی ندامت عدم تحریر، تحریر کی ہے۔ عزیزا کوئی بات ندامت کی نہیں۔ الحق کہ نہ میں اس کام کا اپنے آپ کو جانتا ہوں اور نہ طالب تحریرات دوستوں کا ہوتا ہوں کیونکہ اپنا حال خوب معلوم ہے۔ اپنا سارا جھگڑا حُسنِ ظن دوستاں پر مبنی ہے سو آپ کو ندامت بے فائدہ ہے۔ معہذا آپ کو اپنے سے بمراتب اچھا جانتا ہوں۔ اوّلاً حق تعالیٰ نے تم کو وہ طبع عطا کی کہ جس پر مجھ کو غبطہ ہے دوسرے تم تلاش معاش اور کسب کے ابتلاء میں کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہو۔ یہ کاہل باوجود فراغ کے کچھ نہیں کر سکتا۔ اپنی ندامت کو حق تعالیٰ جانتا ہے اور اس سے ہی استغاثہ ہے۔

غرض مثل مشہور "جس گاؤں نہیں جانا اُس کا راہ کیا پوچھنا" اگر تحریر نہ ہو تو کوئی شکوہ یا عجب نہیں۔ ہاں اب تم کو خیال تحریر آیا مجھ کو بھی جواب لکھنا پڑا۔ چونکہ فرصت بہت کم ہے آج روز جمعہ کا جو ہفتہ بھر میں خطوط جمع ہو گئے تھے، طلباء کے سبق سے فرصت تھی جواب میں صرف ہوا۔ یہ آپ کا خط آخری خط ہے شروع کرتا ہوں شاید تمام ہو جاوے ورنہ شنبہ کو باقی تمام کر کے روانہ کروں گا۔

عیدین میں جس قدر تکبیرات امام وہاں کا کرے تم بھی باتباع اُس کے اُسی قدر کہا کرو۔ یہ مسئلہ صحابہ میں مختلف ہُوا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے تین تکبیر کو پسند کیا اور دیگر ائمہ نے زیادہ کو قبول کیا۔ سو اہل بھوپال ابوحنیفہؒ کے مذہب کی مخالفت[1] کو واجب جانتے ہیں لہٰذا تیرہ تکبیر کہتے ہیں۔ چونکہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے تم خلاف مت کرو۔ امام کی اطاعت کرو کہ ایسی صورت میں اطاعت امام کی ضروری ہے۔ فقط

بھوپال میں حکومت اسلام کی ہے وہاں جمعہ ہوتا ہے فرض ظہر ہرگز مت پڑھو۔ فقط

اگر نماز میں آنکھ بند کرنے سے خشوع ہوتا ہو تو آنکھ کا بند کرنا مکروہ نہیں البتہ بند کیا جائے۔ فقط

شیطان کا بصورت فخر عالم علیہ السلام نہ ہو سکنا تو حدیث سے ہے مگر شیخ کی صورت میں نہ ہو سکنا مشائخ کا قول ہے۔ حدیث سے اُس کا ثبوت نہیں۔ مشائخ کا فرمانا اُن کا اجتہاد ہے یا کیا ہے بندہ کو معلوم نہیں۔ اگر اُن کی تقلید سے اس مسئلہ کو قبول کرے کوئی اندیشہ نہیں۔ فقط

صلوٰۃ نوافل بعد مغرب کے چھ رکعت ہیں خواہ دو دو رکعت پڑھے خواہ دو یک سلام سے اور چار یک سلام سے ہر دو صورت درست ہے۔ فقط

ذکر اشغال و سیر اور ولادت فخر عالم علیہ السلام کا عین سعادت اور ذکر خیر اور موجب برکات کا ہے اور جہاں ذکر آپ کا ہووے گا نزول ملائکہ و رحمت کا ہووے گا اس میں کسی کو کلام نہیں مگر جب اُس کے ساتھ کوئی خرابی لاحق ہو جاوے گی اور کسی طرح کا کوئی امر خلاف شرع مل جاوے گا تو اس وقت اس مجلس میں بسبب اس امر غیر مشروع کے خرابی ہو جاوے گی۔ دیکھو نماز نفل عمدہ عبادت ہے مگر جب اُس کے ساتھ کوئی امر بے جا ہو جاتا ہے تو وہ بھی مکروہ ہو جاتی ہے۔ پس مجلس مولود میں جو اس زمانہ میں شائع ہے بہت سے امور خلاف شریعت کے پائے جاتے ہیں کہ جس پر شرع کو اعتراض ہے۔ حاضر ہونا غیر متشرع لوگوں کا اور اہتمام اُس کا زیادہ جمعہ اور جماعت سے اور ضرور جاننا اس کا کہ اس کے تارک کو ملامت کریں اور سوائے اس کے چند امور ہیں کہ شارع کو اُن پر اعتراض ہے لہٰذا یہ محفل غیر جائز ہو گئی ورنہ اصل میں تو موجب اجر اور برکت ہی تھی۔ پس شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اسی مجلس کا ذکر لکھا ہے کہ ممنوع نہ تھی کیونکہ اس زمانے میں ہرگز یہ بدعات نہ ہُوئے تھے اور اب جو تشدد ہے تو اُس زمانے کی مجالس پر ہے سو ایسے وقت میں بے شک یہ مجالس بدعت ہیں نہ کہ موجب خیرات۔ لہٰذا تم مجالس اس زمانہ میں شریک مت ہونا اور ایسا ہی حال قیام کا ہے کہ وہ بھی بدعت ہے۔ فقط

ایک حدیث میں مذکور ہے کہ جوان کو دودھ پلایا اور اس سے حرمت ثابت ہوئی مگر تمام علماء کے نزدیک وہ وہ حرمت اُسی شخص کے ساتھ خاص تھی سوائے حضرت عائشہؓ کے کہ وہ تو اس مسئلہ کو عام سب کے حق میں جانتی تھیں سوائے اُن کے سب صحابہؓ نے اس کو نہیں مانا فقط اُسی شخص پر خاص کیا ہے اور مدت رضاعت فقط دو برس یا

---

[1] اس وقت بھوپال میں نواب صدیق حسن صاحب کا دور دورہ تھا اور عدم تقلید کا بازار گرم تھا۔ ۱۲ عاشق الٰہی

دونیم برس رکھے ہیں۔ چونکہ والاجاہ[1] کو نئی بات بہت پسند ہے خواہ حق ہو یا ناحق۔ لہٰذا سب کے خلاف ہو کر اس مسئلہ کو لکھ دیا ہے۔ سو کالا بے بدبریش خاوند اُن کو ہی ایسا مذہب مبارک ہو۔ فقط

یہ قسم ہو گئی[2] سو ایسی قسم کو توڑ دے اور کفارہ قسم کا دیدیوے ایسی قسم مکروہ ہے۔ فقط

زعفران کا زرد اور کسنبہ کا سُرخ اور زرد اور گلابی سب کے نزدیک حرام ہے اور سُرخ ٹول وغیرہ کا پختہ رنگ اکثر علماء جائز لکھتے ہیں اور بعض مطلق سُرخ کو ناجائز کہتے ہیں اگر تقویٰ کرے اولیٰ ہے ورنہ پختہ سُرخ جائز ہے۔

بقر کی قربانی حضرت سے ثابت ہے اور کھانا بھی ثابت ہوتا ہے۔ باقی اُس سے مرض ہونا دوسری بات ہے بہت سی اشیاء کہ حلال ہیں اور خلط فاسد اُن سے پیدا ہوتی ہے۔ فقط

کثرت گوشت سے دل کو سختی ہوتی ہے۔ لہٰذا مشائخ نے کثرت کو مناسب نہیں جانا گو مباح ہے۔ ہفتہ میں دو تین بار گوشت کھاوے باقی دو تین روز دال وغیرہ کھاوے۔ سو یہ مسئلہ اہلِ ریاضت کا ہے اباحت میں اس کو دخل نہیں۔ فقط

یہ گیارہ جواب آپ کے سوالات کے ہُوئے۔ بارھویں بات بندہ کی سُنو کہ اپنے واسطے جو ساری کتاب نقل کی ہے مع رسالہ اصطرلاب کے تو وہی عنایت ہووے۔ اگر پسند ہووے گی تو اُس میں سے جو پسند آویں گے آپ کو اطلاع کردوں گا کہ میرے واسطے نقل کردو اور جو ساری پسند آئی تو آپ دوسری لکھ لیں۔ بعد مدت تو عنایت کی توجہ ہوئی پھر اس میں کیوں کوتاہی ہے مثل مشہور اتنی سی مسلمانی اس میں بھی آناکانی۔ فقط والسلام

اور بعد اس کے آپ نے اپنا حال لکھا ہے۔ سو وہ حال و کیفیت تو مبارک حال ہے اس کی کیا تعریف کروں حق تعالےٰ مبارک کرے سراپا بہ قادر یہ کرتے رہو واقعی عمدہ شغل ہے۔ مگر ثمرہ اُس کا کہ ذوق شوق ہے بعنایت الٰہی آپ کو حاصل ہو رہا ہے۔ آئندہ یہ کہ آپ کسی کو چاہتے ہو اور حاصل نہ ہو تو کیا مضائقہ ہے؟ اس قدر کہ قرب حق تعالےٰ کا خیال رہے اعلیٰ حال ہے اور یہ قرب خیال میں قائم ہونا ضروری ہے۔ ورنہ حق تعالےٰ کی ذات کوئی محسوس شئے نہیں جو نور یا کچھ مشاہدہ ہو یا خیال میں آوے حق تعالےٰ اُس سے برتر ہے ؎

اے برادر بے نہایت درگہی است　　　ہر چہ بردی مے رسی بردی مالیست

پس جو کچھ خیال یا شہود میں ذات آوے اس سب کو نفی کرنا واجب ہے اس کو ذات جاننا شرک ہے۔ ذات پاک بے چوں و چگوں ہے سب کیفیت سے پاک ؎

دور بیناں بارگاہ الست　　　غیر ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست

پس اپنے خیال کو ہی راسخ کرو اور مشاہدہ ظاہری و باطنی سے کام نہ رکھو جب خیال اپنے منتہی کو پہنچتا ہے وہی

---

[1] اشارہ بجانب نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم ہے۔ ۱۲ مولوی سعید الدین

[2] تا حصول مطلب کسی شئے کو حرام کر لینا۔ ۱۲ منہ

مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ بارک اللہ تعالیٰ اپنے دل کی خواہش میں مت رہو ؎

کار کن کار بگذر از گفتار ۔۔۔ کاندریں راہ کار دارد کار

والسلام

حافظ محمد یوسف صاحب و شاہ جی عبدالرحمٰن صاحب اور جملہ احباب کو نام بنام سلام مسنون فرماویں۔

مکتوب نمبر ۱۴۶

برادرم حافظ محمد وحید الدین صاحب۔ السلام علیکم! آپ کا خط آیا معنے میرے فقرہ[1] کے یہ نہیں تھے کہ اب کوئی خط نہ لکھوں گا مر جاؤں گا یا ناخوش ہو کر ترک تحریر کروں گا یہ معنی تھے کہ "بسبب فرصت نہ ہونے کے جمعہ کو خط لکھا جاتا ہے یہ جواب خط آپ کا سب خطوط سے فارغ ہو کر لکھنا شروع کیا ہے۔ کیونکہ اول تو لوگوں کے خطوط اوّل آئے تھے وہ ترتیب مرعی تھی۔ دوسرے پچھلا خط طمانیت سے لکھا جاتا ہے۔ فارغ و فرصت میں آپ کا خط لکھوں" سو آپ کو ہر حال افسوس ہی رہتا ہے اس کا کیا علاج؟ اجی صاحب یہی غنیمت جاننا تھا کہ جواب لکھ دیا اگر نہ لکھتا تو بمکافات آپ کی ترک تحریر کے کیا عجب تھا میں بھی برس دو برس میں جواب لکھ دیتا۔ مگر خیر آپ کو کوئی حال رہنا چاہیئے۔ اب سُنو کہ بندہ تم کو اپنے سے عمدہ جانتا ہے۔ خصوصاً یہ حال جو آپ نے اپنے لکھے اس سے تو صاف ظاہر ہو گیا کیونکہ یہ احوال نصیب بندہ نہیں ہوئے حق تعالےٰ مبارک فرماوے اور بندہ کو بھی حصہ مل جاوے آمین! یہ آپ کے حالات عمدہ حالات ہیں دیکھنے کی ہوس مت کرو شوق ذوق ذکر اور حضور جو نماز تلاوت میں رہتا ہے اعلیٰ مقصد یہی ہے اس سے زیادہ کوئی امر نہیں باقی سب امور اس سے ادنیٰ ہیں۔ دیکھنا دکھانا اس کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ بس اس بات میں تو کچھ لکھنا ضرور نہیں۔

دوسری بات ایصالِ ثواب اگرچہ ایک مُٹھی چنے ہی ہوں مگر کسی کو توقیر سے دینا چاہیئے۔ باقی یہ کہ ایک روٹی آدمی سے کہہ کر کسی کو دے دی۔ البتہ بے توقیری ہے پلاؤ کی رکابی اگر کسی گدا کو دیوے بے توقیری ہے اور ٹکڑا خشک روٹی کا پاس بٹھلا کر عزت سے دینا عزت کی بات ہے۔ اب تم کچھ دو چار آنہ کا یا کم زیادہ کچھ طعام یا نقد مقرر کرکے سب اہل سلاسل کے یا تمام اولیاء کے نام پر ثواب پہنچا کر کسی حاجت مند صالح کو بادب دے دیا کرو کچھ ضرورت تاریخ کے لکھنے کی نہیں۔ شب جمعہ یا روز جمعہ یا جس روز چاہا اس طرح کر دیا۔ کیا ضرورت تاریخ وفات کی ہے۔ فقط

بھوپال میں جمعہ کے دو فرض کے بعد سنت پڑھو، فرض ظہر مت پڑھو۔ آپ کو بندہ نے یہ نہیں لکھا کہ بھوپال دارالاسلام ہے مگر یہ لکھا ہے کہ فرض ظہر جمعہ کے بعد مت پڑھو، سو پلہ سے باندھو۔

اشراق کا وقت جب دس پندرہ منٹ دن نکل آوے نے ہو جاتا ہے اور جب تین گھنٹہ دن چڑھا چاشت کا

---

[1] سابق والا نامہ کا فقرہ "یہ آخری خط ہے" مراد ہے۔ ۱۲ عاشق الٰہی

وقت ہو گیا۔ اشراق کی دو رکعت یا چار رکعت ہیں۔ چاشت دو رکعت سے بارہ رکعت تک ہیں۔ کوئی سورۃ خاص نہیں۔

جوتہ جدید پاک ہے خواہ مسلمان سے لیا ہو خواہ چمار کافر سے۔

توکل یہ ہے کہ جو کچھ آدمی کے ہاتھ میں ہے اُس پر چنداں بھروسہ نہ ہووے جس قدر بھروسہ حق تعالیٰ کی رزاقی پر ہووے اور ترک کسب کو توکل نہیں کہتے کسب کرے اور اعتماد کسب پر بالکل نہ ہووے حق تعالیٰ پر اعتماد رہے۔

گناہ مکہ کا بہ نسبت اور جگہ کے شدید ہے لاکھ گونہ نہیں مگر بہت شدید ہے۔

اگر دن ڈھل جاوے تو نماز ظہر ادا ہو جاتی ہے ورنہ نہیں ہوتی۔ اس کو دیکھ لو کہ اُن کی نماز بعد دن ڈھلنے کے ہوتی ہے یا پہلے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بہر حال بارہ بجے کا اعتبار نہیں دن ڈھلنے کا اعتبار ہے۔ بارہ بجنا آگے پیچھے ہو جاتا ہے۔

کھانے شیرینی پر فاتحہ وغیرہ پڑھنا بدعت ہے نہ کرے اگرچہ تنہا ہی ہووے۔

کھٹمل وغیرہ سے خواہ مخواہ کھلاریاں کرنی مکروہ ہیں زیادہ حرکات کرے گا تو نماز فاسد بھی ہو جائے گی ایسی حرکات نہ کرے۔

عرش پر نام جلی لکھا دیکھنا یہ سب حال مبارک ہے میرے واسطے بھی دعا کرنا۔ ادائے قرض کی دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ ادا کرے۔ آمین! جب عزم سفر مکہ کرو گے تو مناسک حج بھی مل جاوے گی۔ ابھی سے کیا کرو گے؟ فقط والسلام

بنام مولوی سعید الدین صاحب رامپوری مہتمم سایرکل بھوپال زیدمجدہٗ

مکتوب نمبر ۱۴۷

از بندہ رشید احمد عفی عنہ عزیزم مولوی سعید الدین صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آج آپ کا خط دیوبند سے پہنچا۔ صدمہ ضرب سے ملال ہوا مگر شکر کیا کہ صحت ہوئی۔ بقایا بھی رفع ہو جاوے گی۔ اگرچہ تم کو ایسی حالت میں کہ اسباب ظاہری پر نظر نہیں کچھ لکھنا لغو ہے مگر تاہم بحکم "اَلدِّین النصیحۃ" لکھتا ہوں کہ بار بار زیارتِ وطن اور بہانۂ دلداری ختن تدبیر کے خلاف ہے۔ اگر حق تعالیٰ نے سامانِ رزق مقرر کر دیا ہے اُس کو متغیر متنکر بنانا اور پرخاش عباد کا سبب ٹھہرانا قرینِ مصلحت نہیں آئندہ جو مناسب جانو بہتر ہے محراب کی تعریف پوچھتے ہو "محراب اس مقام کو کہتے ہیں کہ وسط دیوار قبلہ میں مکان مخصوص امام کے واسطے بنایا جاوے۔ پس اُس میں قیام بسبب مشابہت یہود کے اور مخفی ہونے حال امام کے نظر مقتدین سے مکروہ ہے۔ اگر قدم بھی اندر ہوں ورنہ نہیں اور دو ستون کے درمیان قیام امام بسبب مشابہت محراب کے مکروہ ہے۔" فقط والسلام

باقی خیریت ہے۔ مولوی عزیز الرحمٰن بھی قریب عزم بھوپال کا رکھتے ہیں۔ میرا اسلام مسنون جس کو چاہو کہہ دیویں اور تم کو یہاں سے مولوی عزیز الرحمٰن، حافظ مسعود احمد سلام کہتے ہیں۔ مورخہ ۲۳ رذی الحجہ پنجشنبہ تصغر حجم قرآن شریف مکروہ ہے۔ آپ نے زجر کیا بہتر یہی تھا۔

مکتوب نمبر ۱۴۸

برادر مولوی سعید الدین صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ آپ کا شغل "مطالعہ کتب اور تدریس طلباء اور اس میں ہی وقت صرف کرنا ہے" اور اس کو ہی موجب رضاء حق تعالےٰ تصور کرنا۔ فقط بندہ تمہارا دُعاگو ہے۔ تعبیر خواب یہی ہے۔ مکہ میں جانا اور بسبقت جماعات اور زیارت شیخ الشیوخ شاہ ولی اللہ صاحبؒ رویاء صالح ہے کہ شکر کرنے کی جگہ ہے اور نواب صاحب اگر نقل کتاب سے خوش ہوں تو عجب نہیں کہ دوسرا کام سپرد کر دیویں نقدین کا عدد معتبر نہیں بلکہ وزن کا اعتبار ہے۔ بارہ کے عوض تیرہ درصورت مساوات درست ہے اور کم زیادہ ناجائز اور ربویٰ ہے۔ فرض احتیاط ظہر مت پڑھا کرو۔ بھوپال میں جمعہ درست ہوتا ہے پھر احتیاط کی کیا ضرورت ہے بلکہ تاکداُس کا بدعت ہے۔ باقی دہلی کے قصص قابل ذکر نہیں۔ غرض احتیاط الظہر کا نام مت لو جمعہ درست ہے اور بحث اس کی طویل ہے مواجہہ طلب ہے۔ آج کل اس میں دہلی میں مباحثہ ہے۔ فقط

مسعود احمد بنڈولی مریض کے دیکھنے کو گئے ہیں۔ مولوی عبدالکریم، مولوی عزیز الرحمٰن کا سلام مسنون پہنچے۔ اپنے والد صاحب بھائی صاحب حاجی عبدالرحمٰن خان، حافظ محمد یوسف صاحب، بخشی صاحب اور محمود صاحب اور جس کو چاہو سلام مسنون پہنچا دینا ورنہ جیسا مناسب ہو۔ فقط

مکتوب نمبر ۱۴۹

عزیزم مولوی سعید الدین مدعلمہ وعمرہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا تمہاری تبدیلی محکمہ تعلیم میں موجب سرور ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذلک بندہ کو ضعف چلا جاتا ہے۔ ایسے میں تمہارے دو سوال بھی آئے۔ دونوں کا جواب لکھا مگر مراجعت کتب تفسیر نہ ہو سکی کہ اُن کا حاصل کچھ لکھتا جو اپنے ذہن میں آیا ہے لکھ دیا ہے۔ بندہ آپ کا دُعاگو ہے۔ میرا اسلام مسنون جس کو چاہو پہنچا دیں۔ کلب غیر معلم اگر جانور پکڑے اور ذبح ہو جاوے تو حلال ہے۔ ایسا ہی کوئی عالم مسلمان جو گریہ مشروع کرے یا کیفیت مشروع پیدا ہووے وہ مقبول ہے۔ فَابْکُوا[1] وَتَبَاکُوا کا قول خود شارع کا ہی ہے تو اس سے کیوں تردد کرتے ہو یہ تو خیر محض ہے۔ فقط

توڑیا کا رنگ نجس جب ہوا تو جہاں تک ممکن ہو اجتناب چاہیئے۔ اس کے شیوع کا جواب کیا لکھوں کہ شیوع نجس

---

[1] جواب مسئلہ یعنی رفع شبہ آیت مقدسہ صفحہ آئندہ پر ہے۔

سے نجس پاک نہیں ہوسکتا مگر ہاں دوسری تاویل سے نجات ہوسکتی ہے جس کو لکھنا مصلحتاً نہیں جانتا ہوں۔ اصل نسخہ ترجمہ مکیہ کا بندہ نے حضرت کی خدمت میں دیا تھا اُنہوں نے حکیم صاحب کو دیا۔ اب وہ ایسا مشک کرم خوردہ ہوگیا کہ پڑھنا مشکل ہے، میرے پاس کوئی نہیں رہا تھا۔ حافظ مسعود احمد کا سلام مسنون پہنچے۔

قول منافقین نَشْهَدُ[1] اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ تین امر پر دال ہے۔ ایک اِنَّكَ[2] لَرَسُوْلُ اللّٰهِ کہ صادق ہونا رسالت کا اور مطابق واقع کے ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہم بھی دل سے آپ کی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں۔ کیونکہ شہادت وہی ہوتی ہے کہ علم اُس کا قطعی قلب میں ہو تردّد نہ ہو اور اُس کو مطابق واقع بھی جانے ورنہ وہ شہادت کاذبہ ہوتی ہے۔ پس اس جملہ سے اپنا علم بلا تردّد رسالت کا اور مطابق واقعہ کے ہونا تو ظاہر و یقین ہے اور یہ کہ ہم مومن صادق ہیں منافق نہیں یہ لازم معنی ہے کیونکہ آپ کی رسالت کی تصدیق ہی ایمان ہے۔ پس اگر حق تعالیٰ اس جملہ کے بعد فرماتے: وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ[3] تو ہر سہ مضمون جملہ سابق کی تکذیب لازم آتی۔ کیونکہ ہر گاہ وہ اپنے قول میں کاذب ہوئے اور کسی مضمون میں استثناء نہ ہوا تو جملہ سابقہ کے سب مضامین خلاف واقع ہوئے اور وہ کذاب مطلق ہوئے۔ لہٰذا ہر سہ مضامین کا کذب ہونا بادی الرای میں مفہوم ہوتا ہے۔

پس اہلِ اسلام کو تردّد ہوتا کہ یہ جملہ تو رسالت کو ہی رفع کرتا ہے کفار کو اعتراض کی گنجائش ہوتی۔ اہلِ اسلام محتاجِ تاویل اور دوسری آیت سے جواب دینے کے محتاج ہوتے۔ کفار تعارض کا اعتراض کرتے لہٰذا حق تعالیٰ نے اس جملہ سے" وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ" آپ کے رسول ہونے کا تو کہ امر اول ہے اثبات فرمادیا کہ رسالت تیری واقعی اور صادق ہے اور اس قدر قول منافقین کا صادق ہے مگر دو امر کہ منافقین کو یقین رسالت ہے اور وہ مومن ہیں یہ کاذب ہے اور فصیح بلیغ کلام وہی ہے کہ شبہات اپنے آپ ہی رفع کر دیوے۔ نہ یہ کہ دوسرے کلام پر حوالہ فرماوے۔

پس لطف اعتراض اس جملہ کا خود واضح ہے۔ باقی آپ کی تقریر کہ" کیا یہ نہ ہوتا تو مومنین کو تکذیب رسالت کا خیال ہوتا" ، خود لغو ہے۔ کیونکہ اگر یہ خیال نہ ہوتا تو محتاج تاویل ہوتے، کفار کو محل اعتراض ہوتا۔ کلام میں یہ خوبی بلاغت نہ ہوتی اور مفسرین کا تاکید کہنا بایں معنی ہے کہ تاکید دفع احتمال کے واسطے ہوتی ہے جو مجاز یا غلط کی متحمل ہو۔ مثلاً جاءَنی[4] زید زید میں احتمال خطا کو دفع کیا ہے کہ زید ہی مراد ہے اس میں نہ غلطی وسہو ہے نہ مجاز ہے اور جَاءَ[5] فِی الْقَوْمُ كُلُّهُمْ میں بھی احتمال اکثر کا تھا کہ اکثر پر لفظ کل کا مجازاً بولتے ہیں ایسا ہی یہاں اُس ایک معنی کو نکال کر معنی موکد کر دیئے اور رفع ریب و دفع اعتراض کر دیا کلام موکد بالمعنی ہوگئی اور شبہات

---

[1] ہم گواہی دیتے ہیں کہ تحقیق تم (اے محمدؐ!) البتہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہو ۱۲ [2] بیشک تم اللہ کے پیغمبر ہو۔ ۱۲

[3] اور اللہ گواہ ہے کہ بے شک وہ جھوٹے ہیں ۱۲ [4] آیا میرے پاس زید زید - ۱۲

[5] آئی میرے پاس قوم سب کی سب - ۱۲

کفار کو رد کر دیا۔ یہ معنی تاکید کے ہیں۔ فقط

اور [1] اِذَا جَآءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ میں بعد غور معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شبہ رفع نہیں ہوا مُنَافِقُوْنَ باعتبار شہرت اور عقیدہ مسلمانوں کے فرمایا ہو۔ اور ضرور نہیں کہ کفار و منافقوں کے سب کام غلط ہی ہوں یا صحیح ہی ہوں بلکہ [2] اَلصَّدُوْقُ قد یکذب والکذوب قد یصدق بھی شائع ہے اور لفظ جَآءَكَ میں بھی کوئی رفع شبہ نہیں وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ [3] اور اِنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی [4] مجیئۃ سے کیا رفع شبہ ہو سکتا ہے علیٰ ہذا قَالُوْا سے معلوم نہیں کہ یہ کون سا فائدہ کس طرح پیدا ہوا ہے۔ قول کو صدق و کذب کا محتمل سب کہتے ہیں۔ پھر یہاں کونسا قرینہ مخصص ہو سکتا ہے اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً [5] سے کچھ رفع نہ ہوگا۔ کیونکہ یمین کے جُنَّۃ ہونے سے کذب و صدق کا کچھ امکان نہیں۔ صادق یمین بھی جُنّہ ہوتی ہے اور کاذب بھی بمعہذا وہ دوسری کلام ہے کہ معارض پہلے کے ہو جاتی۔ [6] وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا۔ یہ محل طعن و استدلال کا بنتا۔

فَافْهَمْ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ۔

عاشق الٰہی عفی عنہ

جامع اوراق، رسالہ ہذا۔ حنفی رشیدی

---

[1] "جبکہ آئے (اے محمدؐ!) تیرے پاس منافق لوگ" ۱۲ [2] "سچا کبھی جھوٹ بول دیتا ہے اور جھوٹا کبھی سچ بول دیتا ہے"۔ ۱۲

[3] "اور کئی عذر بیان کرنے والے"۔ ۱۲ [4] "کہ آیا اُس کے پاس نابینا" ۱۲

[5] "اور بنایا انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال" ۱۲ [6] "اور اگر یہ قرآن ہوتا اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی طرف سے البتہ پاتے لوگ اس میں بہتر اختلاف"۔ ۱۲

مکاتیب رشیدیہ

ماخوذ از "تذکرۃ الخلیل"

مؤلفہ : حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ

طبع شدہ مجمد الخلیل کراچی

مکتوب نمبر ۱۵۰

تمہید : حضرت سہارنپوریؒ نے بخاری شریف کی حدیث پر جس میں بوقت وصال "لدود"[1] کے واقعہ کا ذکر ہے بعض شبہات ظاہر فرمائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاف عادت مبارکہ اس واقعہ میں انتقام کیوں لیا ؟ اس پر حضرت گنگوہیؒ نے یہ جواب تحریر فرمایا :

مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضکم ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ اس وقت تو ہمت نہ شروحِ بخاری دیکھنے کی ہے اور نہ بظاہر توقع کہ شروح سے رفع اشکال ہو۔ بندہ جو توجیہ اس مقام کی کرتا ہے یہ ہے کہ منع لدود لامر[2] اللہ تعالے تھا اور اصل امرِ رسول کی امر اللہ تعالےٰ ہی ہوتی ہے۔ اس کے نہ ماننے میں ہتک حرمتہ[3] اللہ تعالے تھا سو یہاں دو امر جمع ہوئے ہیں ۔ آپ کی تکلیف دہی دوا پلانے میں اور ہتک[4] حرمت اللہ تعالےٰ کہ امرِ رسول امر اللہ ہی ہوتا ہے۔ پس آپ نے بوجہ امرِ ثانی کے انتقام لیا نہ بوجہ اپنی تکلیف کے ۔ اسی واسطے بعد میں فرمایا کہ تم کو منع نہیں کیا تھا کہ مت کرو۔ تو معلوم ہوا کہ خلافِ امر کرنا موجب ہتکِ حرمت امر الرسول تھا کہ وہ ہتک امر اللہ تعالےٰ ہے اور یہ نہ فرمایا لم اذیتمونی (مجھے تکلیف کیوں دی ؟) باقی اہلبیت کا کراہتِ مریض جاننا مفید نہیں کیونکہ ہتکِ حرمت[5] ہو چکا۔ اس فہم سے کیا فائدہ ؟ یہ کوئی حد نہیں تھی کہ شبہ سے درء[6] ہو جاتا بلکہ انتقام ہے کہ خطاء میں بھی

---

[1] جو کوئی دوا منہ کے ایک جانب میں ڈالی جائے (جمیل احمد) [2] دوا ڈالنے کی ممانعت اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے فرمائی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر کلمہ کی اصل اللہ تعالیٰ کا ہی حکم ہوتا ہے۔ [3] اللہ تعالیٰ کی بے حرمتی [4] اللہ تعالیٰ کی بے حرمتی [5] قرآنی مقررہ سزا جیسے زنا، چوری، تہمت لگانے کی سزا قرآن مجید میں ہے، حدیث شریف میں ہے کہ اگر ثبوت میں شبہ ہو جائے تو حد جاری نہ کرو۔ [6] یعنی دفع

انتقام لیا جاتا ہے کسی کی خطاء اور قصد کچھ معتبر نہیں۔

یہ وہ ہے کہ بندہ اس مقام پر طلباء سے بیان کرتا ہے اور طلبہ آج تک قبول کرتے رہے ہیں۔ مگر تم ماشاءاللہ ذکی آدمی ہو اگر کوئی شبہ خدشہ کرو گے تو پھر شاید شروح کی طرف رجوع کرنا ہو، اور اس سے "انتقام الرجال[۱] من النساء او بالعکس" وغیرہ مسائل لازم آجاتے ہیں۔ نہ یہ کہ یہ واقعہ بھی انتقاماً لنفسہ[۲] تھا۔ فقط

واللہ تعالےٰ اعلم (ختم شد) صہ ۸۳

دوبارہ شبہ اور جواب

چونکہ حضرت امام ربانی نے دوبارہ شبہ پیش کرنے کی گنجائش دی اس لئے اس کے جواب میں ایک طویل تحریر حضرت کی گنگوہ آئی جس میں اہل بیت کے فعل کو خطاء[۳] اجتہادی اور قابل چشم پوشی قرار دے کر دیگر متعدد دلائل و استشہاد و واقعات کے ساتھ یہ بھی لکھا کہ انتقام اگر ہتک حرمت اللہ کی وجہ سے ہوتا تو حضرت عباسؓ کو معافی نہ ملتی کہ لدود کرانے والے وہی تھے، اور گو چچا تھے مگر شرعی حد سے معاف کرنا آنحضرتؐ کا شیوہ نہ تھا۔ لہٰذا اُس کے مختصر و جامع جواب پر جو گنگوہ سے گیا اکتفا کرتا ہوں کہ اس سے ذی علم کو اشکالات کا پتہ چل جائے گا اور وہ یہ ہے:۔

مکتوب نمبر ۱۵۱

مولوی خلیل احمد صاحب سلمہٗ۔ بعد سلام مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط مشعر صحت مرض پہنچا مسرور کیا۔ بندہ کو چار روز سے بخار موسم تھا آج تخفیف ہے تو آپ کا جواب لکھتا ہوں۔ اجتہاد جیسا نص صریح کے مقابلہ میں درست نہیں ایسا ہی شارع علیہ السّلام کے روبرو ممنوع ہے۔ جب مرض موت میں قرطاس[۴] میں نزاع ہوئی تو قول حضرت

---

[۱] بدلہ لینا مردوں کا عورتوں سے یا اس کا عکس کہ بدلہ عورتوں کا مردوں سے۔ [۲] اپنی ذات کے لئے بدلہ لینے کا تھا۔

[۳] وہ خطا ہے جو دو تین احتمالوں میں سے قرائن سے ایک احتمال کو بہت کوشش اور گہری نظر و تحقیق سے اختیار کیا جائے[؟] پھر وہ خطاء ہی ثابت ہو تو حدیث میں خطاءِ اجتہادی پر بھی ایک ثواب وارد ہے اور درست اجتہاد پر دوسرا ثواب ہے تو اس خطا پر جو اجتہادی تھی ایک ثواب ہونا تھا نہ کہ گرفت۔ (جمیل احمد)

[۴] کاغذ لانے میں جیسے کہ مسلم ج ۲ صہ ۴۳ وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ تکلیف ہوئی تو فرمایا کاغذ لادیں کچھ لکھ دوں کہ تم اس کے بعد راہ سے نہ ہٹو۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضورؐ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ہیں کافی ہے۔ اس پر کچھ گفتگو ہوئی تو حضرت عمرؓ وغیرہ نے کہا کہ نبیؐ کے پاس بحث و جھگڑا نہیں ہونا چاہیئے۔ خود حضورؐ سے دریافت کرلو۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ "حضورؐ سے دریافت کرلو" اسی لئے تھا کہ حضورؐ کے سامنے اجتہاد کرنا درست نہیں۔ خود حضورؐ سے معلوم کرلو۔ یعنی جیسے حضورؐ کے نہ ہونے کے وقت نص یعنی حضورؐ کے ارشاد کے مقابل اجتہاد درست نہیں موجودگی میں بھی کہ نص معلوم ہوسکتی ہے درست نہیں۔ لہٰذا جب اجتہاد درست نہیں تو خطاء اجتہاد والی خطاء اجتہادی نہیں ہوسکتی دوسری قسم کی ہی خطا ہے جس پر ثواب نہیں گرفت ہی ہونی چاہیئے۔

عمر رضی اللہ عنہ کا[1] استفھموہ ولاینبغی التنازع عند نبی اوکما قال کے یہی معنی تھے کہ کیوں رائے کو دخل دیتے ہو خود پوچھ لو۔

پس شارع منع فرماوے اور تاویل کراہت المریض کی جاوے اور استفسار نہ کریں اور اپنی رائے کو کراہتِ طبعی فخرِ عالمؐ پر ترجیح دیویں یہ خطاءِ اجتہادی نہیں تھی بلکہ خطاءِ محض تھی۔ ایسے مخطی[2] کو ثواب واحد نہیں۔ کیونکہ یہ محل جوازِ اجتہاد ہی نہیں تھا بلکہ خلافِ ادب ہُوا تھا اگرچہ محبّت ہی کے سبب ہُوا ہو۔ سو اس کو اجتہاد کہنا سراسر بے موقع ہے اور لا یصلین[3] میں شارع تشریف نہیں رکھتے تھے اور نص محتمل دو معنوں کو تھی۔ لفظ ظاہر[4] نہی کی اور مقصود جلدی سے، وہ محل اجتہاد تھا وہاں کوئی مانع اجتہاد نہ تھا۔ دونوں نے شارع کا حکم ہی یقین کر کے عمل کیا تھا۔ اسی واسطے دونوں کی تصویب ہوئی۔ اِس میں اُس میں فرق بیّن ہے۔ وہاں صارف[5] نہی کا فعل الصلوات باوقاتہا[6] کا

---

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر لو اور کسی نبی کے سامنے بحث اور جھگڑا مناسب نہیں یا اور جو لفظ ہوں۔

[2] ایسے خطاء کرنے والے کو جس کی خطاء اجتہاد کے جواز کے موقع پر نہیں اس کی خطاء پر وہ ثواب جو اجتہاد کے موقع پر خطاء ہونے سے ہوتا ہے نہیں ہو سکتا بلکہ یہ خطاء خلافِ ادب ہے یہاں ثواب نہیں گرفت ہونی چاہیئے۔ جب نص کے ہوتے اجتہاد کی گنجائش نہیں تو اس خطاء کو اجتہاد کہنا بے موقع ہُوا۔

[3] بخاری ج ۱ ص ۱۲۹ پر عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ احزاب سے واپس ہو رہے تھے فرمایا کوئی شخص عصر کی نماز بنی قریظہ کے سوا کہیں نہ پڑھے۔ راستہ میں عصر کا وقت ہو گیا بعض صحابہؓ نے کہا کہ ہم تو بنی قریظہ ہی میں پڑھیں گے۔ اور بعض نے کہا کہ نماز پڑھنے میں حضورؐ کی یہ مراد نہیں کہ وقت ہونے پر بھی نہ پڑھیں۔ جب حضورؐ کے یہاں حاضر ہوئے تو یہ واقعہ عرض کیا۔ حضورؐ نے کسی کو ملامت نہیں فرمائی۔ تو اب شبہ یہ تھا کہ اس میں صحابہؓ نے اجتہاد کیا کہ حضورؐ کی مُراد کیا تھی؟ وقت سے پہلے بنی قریظہ پہنچ کر نماز پڑھنا۔ اگر وقت آ جائے تو درمیان میں پڑھ لینا۔ یا یہ مراد تھی کہ وقت بھی درمیان میں آ جائے تو بھی نماز بنی قریظہ ہی پہنچ کر پڑھیں۔ کچھ نے ایک مراد پر عمل کیا کچھ نے دوسری پر، دونوں نے اجتہاد کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو غلطی پر نہیں قرار دیا نہ ملامت فرمائی۔ تو یہاں بھی کسی نے لدود کو مناسب سمجھا کسی نے نہیں۔ اجتہاد کیا تو غلطی پر مواخذہ نہ ہونا چاہیئے۔ جواب یہ ارشاد ہے کہ سفر میں حضورؐ تشریف فرما نہ تھے کہ حضورؐ سے دریافت کر لیا جاتا اس لئے اجتہاد کی گنجائش تھی کہ ارشاد مبارک دونوں مرادوں کا احتمال رکھتا تھا اور یہاں حضورؐ تشریف فرما تھے یہاں اجتہاد کی گنجائش نہ تھی خود حضورؐ سے دریافت کرنا تھا ایسا نہیں ہُوا تو یہ اجتہادی غلطی نہ ہوئی بے ادبی ہُوئی اس پر گرفت ہونی تھی۔

[4] ظاہری لفظ راستہ میں پڑھنے کی ممانعت چاہتے تھے اور نماز میں مقصود جلدی پڑھنا ہونا جلدی پڑھنے کو چاہتا تھا، دونوں کے مراد ہونے کا احتمال تھا۔

[5] ممانعت سے ہٹانے والا [6] نمازوں کو وقت پر پڑھنا ⁂

مضمون موجود تھا۔ یہاں کراہتِ طبعی محض رائے تھی۔ آپ کا اخبار کہ اس مرض سے نجات نہ ہووے گی گویا مانع علاج تھا اور خود علاج[1] مباح امر کہ توکل کامل کے خلاف تھا گویا عدم توکل کے مضمون ادا کرنا اور غیر حاصل فعل بجالانا خود اس رائے کا مانع موجود تھا۔ فَاَیْنَ ھٰذَا مِنْ ذَالِکَ ۔ اور ہتک[2] حرمت اللہ کے واسطے تعزیر کافی ہے۔ ایجابِ قصاص تو ضرور نہیں۔ ترک حلق[3] و ترک فسخ حج میں صوم[4] وصال اور ترک[5] کھائی اقد میں آپ کا رنج و اظہارِ ناخوشی خود منقول ہے مگر نہ معلوم آپ کو کیوں غفلت ہوتی۔ پھر یہ کہ انتقام[6] لحرمۃ اللہ لینے کو کہاں سے لازم ہے کہ انتقام

---

[1] علاج ایک جائز کام تھا جو کہ پورے توکل یعنی ترک اسباب کے توکل کے خلاف تھا گو جائز تھا اور یہ ارشاد کہ اس مرض سے نجات نہ ہو گی۔ علاج دو اسباب کے حاصل کرنے کا مانع تھا تو اب علاج کرنا اس بلا اسباب کامل توکل نہ ہونے کا مضمون ادا کرنا اور نہ ہونے والا کام بجالانا تھا یہ اس علاج کی رائے کا مانع موجود تھا اس لئے یہ خلاف کرنا ہُوا غلطی اور محض خطا ہوئی نماز والے قصے کو اس سے کیا نسبت ؟

[2] حق تعالیٰ کی حرمت کی مخالفت کے بدلہ کے لئے معمولی سزا کافی تھی برابر کا بدلہ تو ضروری نہ تھا کیونکہ قصاص (برابر کا بدلہ) انسانی حقوق میں ہوتا ہے خدائی میں نہیں ۔

[3] احرام کھول کر سر منڈانے کا ترک اور حج کو فسخ کر کے عمرہ نہ بنانا، بخاری صـ۱۰۹۴ مسلم ج ۱ صـ۲۹۲ پر حدیث ہے کہ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم صحابہؓ نے خالص حج کا احرام بلا عمرہ باندھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ۴ ذی الحجہ کو تشریف لائے جب ہم پہنچے حکم دیا کہ ہم احرام کھول دیں۔ (یعنی صرف عمرہ کے بعد ہی کھولدیں اور اس حج کو عمرہ ہی قرار دیں جو زمانہ جاہلیت کی رسم کو توڑتا تھا کہ وہ عمرہ ایام حج میں گناہ سمجھتے تھے) حکم دیا کہ حلال ہو جاؤ اور بیویوں سے بھی میل کر لو۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے بیویوں سے ملنے کو واجب تو نہیں فرمایا حلال فرما دیا تھا۔ پھر حضورؐ کو یہ اطلاع پہنچی کہ ہم لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم میں اور عرفات پہنچنے میں صرف پانچ دن باقی ہیں۔ حضورؐ نے بیویوں سے میل کی اجازت فرما دی ہے تو کیا ہم مذی ٹپکتے پہنچیں گے اور ہاتھ سے اشارہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے اور فرمایا تم لوگ جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ کا خوف رکھنے والا سب سے زیادہ سچا سب سے زیادہ نیکی کرنیوالا ہوں۔ اگر میرے ساتھ ہدی کا جانور نہ ہوتا تو میں بھی احرام کھول دیتا جیسے تم کھول رہے ہو، تو تم احرام کھول دو۔ اگر مجھے پہلے سے یہ بات معلوم ہوتی جو اب معلوم ہوئی (کہ تم لوگ تردد کرو گے) تو میں ہدی کا جانور ساتھ نہ لاتا۔ پھر ہم سب نے احرام کھول دیئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی ۔

اس پر سوال یہ ہے کہ باوجود حضورؐ کے ارشاد کے احرام نہ کھولنا اور اس میں تردد کرنا ایک اجتہادی غلطی تھی۔ حضورؐ نے اس پر کوئی دار و گیر نہیں فرمائی صاف فرما دیا نہ انتقام لیا نہ تعزیر جاری فرمائی تو یہاں بھی اجتہادی غلطی پر یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ وہاں رنج فرمانا اور ناخوشی ظاہر فرمانا تو موجود ہے۔ یہی دار و گیر ہے کہ فرما دیا میں زیادہ ڈرنے والا سچ بولنے والا اور نیکی کرنے والا ہوں اگر ہدی میرے ساتھ نہ ہوتی تو یہی کرتا اور پہلے سے معلوم ہوتا کہ تم یہ خیال کرو گے تو ہدی ساتھ نہ لاتا ۔

[4] ایک روزہ کے بعد بلا افطار کئے دوسرا روزہ رکھنا بخاری صـ۲۶۳ و مسلم صـ۳۵۱ پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صوم وصال کی ممانعت فرمائی تو لوگوں نے عرض کیا حضور آپ تو صوم وصال (روزہ پر روزہ بلا افطار) رکھتے ہیں۔ فرمایا میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں تو کھلا پلا دیا جاتا ہوں (یعنی جنت کی چیزیں جن سے روزہ نہیں جاتا یا محبتِ الٰہی سے غذا ملتی ہے) سوال یہ ہے کہ باوجود

(باقی حاشیہ اگلے صـ۱۳۶ پر)

لحرمۃ اللہ کو ترک بھی نہیں کرتے تھے۔ حدیث سے اتنا ہی ثابت ہے کہ اپنے واسطے انتقام نہیں لیتے تھے اور ہتک حرمۃ اللہ کے واسطے لیتے تھے۔ نہ یہ کہ ہتک حرمۃ اللہ میں ترک ہرگز نہیں کرتے تھے۔ سو یہ نقض سرے ہی سے مرفوع ہے۔ مع ھذا ذوالخویصرہ پر غصہ کرنا خود تعزیر ہے اور تعزیر بقدرِ عصیاں کے ہے۔ حضرت عباسؓ کا صائم ہونا مانع لدود کا تھا ناخوشی خود ظاہر ہو چکی تھی اور معاف کرنا بھی منع نہیں تھا اور کبرا کو قلیل تنبیہ بھی کافی ہوتی ہے۔ بہرحال یہ سب شبہات غیر محل ہیں۔ فقط

(بقیہ حاشیہ صـــ سے آگے) منع کرنے کے بعد جو صحابہؓ نے بلا افطار روزہ پر روزہ کا قصد کیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو دلیل بنایا تھا یہ بھی اجتہادی غلطی تھی، حضورؐ نے اس پر گرفت نہیں فرمائی تو یہاں بھی نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ جواب یہ ہے کہ یہاں ناگواری و ناخوشی کا اظہار فرمایا ہے کہ تم میری طرح نہیں ہو سکتے۔

۵ غزوۂ احد میں متعینہ صحابہؓ کا گھاٹی کو چھوڑ دینا۔ بخاری صـ۴۲۶ و صـ۵۷۹ پر حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ غزوۂ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو پچاس پیدل حضرات پر حاکم بنا کر ایک گھاٹی پر مقرر فرمایا اور فرما دیا تھا اگر تم یہ بھی دیکھ لو کہ ہماری لاشوں کو پرندے نوچ رہے ہیں تو بھی اپنی اس جگہ سے نہ ہٹنا جب تک میں پیغام نہ بھیجوں۔ حضورؐ نے ان کو شکست دے دی تو حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے ساتھیوں نے کہا اے قوم غنیمت حاصل کرو۔ تمہارے ساتھیوں نے اُن پر غلبہ پا لیا ہے اب کیا انتظار کر رہے ہو؟ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے کہا کیا تم بھول گئے حضورؐ نے کیا فرمایا تھا؟ بولے واللہ ہم ساتھیوں کے ساتھ لگیں گے اور غنیمت حاصل کریں گے (یہ سمجھا کہ حضورؐ کا ارشاد جنگ کے اتار چڑھاؤ پر تھا اور اب تو جنگ ختم ہو چکی دشمن بھاگ چکا۔ مالِ غنیمت جمع کرنے کا وقت آگیا۔) جب یہ لوگ ادھر آئے اُن کے منہ اوپر سے ہٹا دیئے گئے تو شکست خوردہ بن گئے۔

اس پر سوال یہ ہے کہ یہ بھی اجتہادی خطا تھی۔ حضورؐ نے نہ سزا دی نہ گرفت فرمائی تو ایسے ہی یہاں بھی ہوتا تھا۔ جواب یہ فرمایا کہ وہاں بھی حضورؐ کے رنج اور ناخوشی کا اظہار منقول ہے اور تعزیر کے لئے صورت معین نہیں ہوتی جو امام نے مناسب قرار دیا ہے ان کی تعزیر تھی۔ اور آیتوں میں بھی اس پر گرفت نازل ہوئی تھی۔

۶ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضورؐ نے ان واقعات میں انتقام یا تعزیر نہیں فرمائی تو بات یہ ہے کہ حکم الٰہی کی بے حرمتی پر انتقام کے لئے یہ تو لازم نہیں کہ ہمیشہ انتقام لیا کریں کبھی ترک نہ فرمایا کریں۔ حدیثوں سے اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا کرتے تھے اور خدائی حکم کی بے حرمتی پر لے لیتے تھے۔ یہ تو لازم نہیں آتا کہ خدائی حکم کی بے حرمتی کے انتقام کو کبھی بھی ترک نہ فرماتے تھے یہاں ترک فرمایا ہو تو کوئی اشکال نہیں یہ اشکال رفع ہے۔ یہ حدیث بخاری صـ۵۰۳ مسلم ج۲ صـ۲۵۶ پر ہے کہ اپنے لئے انتقام نہیں لیتے تھے خدائی حکم کی بے حرمتی پر لے لیتے تھے۔

۷ بخاری صـ۹۱ و صـ۱۰۲۴ پر ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ عبداللہ ذوالخویصرہ تمیمی آیا اور بولا اے رسول اللہ انصاف کیجئے۔ فرمایا تجھے ہلاکت ہو اور کون انصاف کرے گا اگر میں ہی انصاف نہ کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا اجازت ہو کہ میں اس کی گردن مار دوں۔ فرمایا اس کو چھوڑ دو اس کے ساتھی ایسے لوگ ہوں گے کہ تم میں کوئی ایک اپنی نماز

(باقی حاشیہ اگلے صـ۱۳۷ پر)

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے قیام بہاولپور کے دوران حضرت گنگوہیؒ کے پانچ مکاتیب

مکتوب نمبر ۱۵۲

(۱) مولوی خلیل احمد صاحب مدَّ شوقکم[۱] الی اصلہ ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ اپنی عافیت پر شکر حق تعالےٰ کا کرتا ہوں ۔ تمہاری صحت سے اطمینان ہُوا ۔ سب امورِ دین و دُنیا رضائے حق تعالیٰ پر موقوف ہیں ۔ اپنی طرف سے سعی کرتے رہنا کام بندے کا ہے اور ثمرات و مواہب[۲] عطا فرمانا اختیار مولیٰ تعالےٰ شانہٗ ہے کسی کے اختیار میں نہیں ۔ ذکر پختہ کرنے میں ساعی رہو اور نور منبسط[۳] جو محسوس ہُوا اس کو بغور ملاحظہ رکھنا چاہیئے یہاں تک کہ جملہ اشیاء میں ساری[۴] معلوم ہونے لگے دفع کرنا نہیں چاہیئے ۔ فقط

مکتوب نمبر ۱۵۳

عنایت فرمایم مولوی خلیل احمد صاحب دام مجدہم ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند ۔ بخیریت ہوں ۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہُوا ۔ آثارِ ذکر مبارک ہوں اور حق تعالےٰ ترقی عطا فرمائے ۔ مقصود ذکر سے حضور مسمیٰ[۵] ہے جس قدر حضور ہو بہتر ہے اور ذکر قلبی وہ ہے کہ بدوں لفظ اسم کے ذات مسمیٰ کی طرف خیال ہو جیسا کہ غیبوبت[۶] ولد میں مثلاً بدوں تصور اسم ذات[۷] کے ولد کی طرف دھیان ہوتا ہے ۔ فرق اتنا ہے کہ ولد میں صورت بھی غالب اوقات مدِ نظر ہوتی ہے اور یہاں چونکہ شکل و صورت سے برآت ہے لہٰذا نفس مسمیٰ کا خیال ہے ۔ اس خیال میں اگر کوئی وضع و شکل مدِ نظر قلب ہو لاحول سے دفع کرنا چاہیئے کہ ذاتِ حق تعالیٰ نفسِ وجود ہے نہ قیود زائد ہ

دُور[۸] بیناں بارگاہِ الست ۔۔۔۔ غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

(بقیہ حاشیہ ص۱۳۶ سے آگے) کو اس کی نماز سے اپنے روزہ کو اس کے روزہ سے حقیر سمجھا کرے گا ۔ مگر وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار میں سے نکل جاتا ہے کہ خون تک نہیں لگتا ۔ سوال یہ تھا کہ حضورؐ نے انتقام نہیں لیا تعزیر نہیں فرمائی ۔ جواب یہ ہوا کہ یہ غصہ ہی تعزیر ہے سزا بقدرِ گناہ ہی ہوتی ہے ۔ ۲ سوال یہ تھا کہ حضرت عباسؓ خود اس کے محرک تھے ان کو کیوں لدود سے مستثنیٰ فرمایا گیا ۔ اسکا جواب یہ ہے کہ وہ روزہ دار تھے مگر شرح بخاری کا جواب یہ ہے کہ عمل کے وقت وہ موجود نہ تھے اس لئے مستثنیٰ قرار دیئے گئے گو مشورہ کے محرک وہی تھے ۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] دراز کیا جائے تمہارا شوق شوق کی اصل تک [۲] عطایا [۳] پھیلنے والا [۴] جاری و سرایت کرنیوالا [۵] ذات کہ جسکا وہ نام ہے جو ذکر میں لیا جاتا ہے [۶] بیٹے کے سامنے نہ ہونے میں [۷] بلا ذات کے نام کی صورت کے وہ ذہن میں ہوتا ہے [۸] عہدِ الست کے دُور تک نظر رکھنے والے بھی اس کے سوا کوئی خیال نہیں لے جاسکے کہ بس وہ ہیں ۔ (جمیل احمد) ٭

سوائے اس کے جو کچھ ہے سب مخلوقات و حادث ہے اور غیر ہے نہ عین۔ بہر حال جو کچھ ہے وہ عنایت محض ہے اس کا شکر ضروری ہے۔ فقط

مولوی عبدالرحمٰن جیسے رفیق ہمدم کا فوت ہونا البتہ موجبِ حسرت ہے مگر کیا کیجئے اپنے اختیار میں کچھ نہیں حق تعالےٰ ہم کو بھی باایمان لے جاوے۔ آمین

عبداللہ مستان کا بھی انتقال ہُوا اور سب سے زیادہ یہ ہے کہ ۵ محرم کو شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اس عالم سے رحلت فرما ہو گئے۔ ایک فرزند ہفت ماہ چھوڑا۔ حق تعالےٰ ان کو بھی جوارِ رحمت میں قرب دیوے۔ اور میاں امین الدین صاحب ماموں مولوی محمد قاسم صاحب کے بھی جو سرہند میں تھے فوت ہُوئے۔

کیا عجب ہے کہ وہ دخان[1] آندھی جو میاں ظہور احمد نے خواب میں دیکھا نمونہ اسی حشر کا ہو، یا اور آفات ہیں کہ عالم میں قیامت خیز فتن سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس سے نجات بجز ایں کہ شریعتِ مصطفوی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے التجا اور تمسک کیا جاوے اور کچھ نہیں۔ یہی تعبیر خواب ہے۔ دلائل کا پڑھنا بہتر ہے التزام کر لو۔ فقط

مکتوب نمبر ۱۵۴

مولوی خلیل احمد صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا۔ حضور مسمّی اور اس کے شکر کے عجز سے بہت بہت فرحت ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ آدمی اگر ہر بُن[2] مو ہزار ہا ہزار زبان ہو جاوے اور مدتِ دُنیا ایک ادنیٰ نعمت کا شکر ادا کرنا چاہے نہیں ہو سکتا بلکہ ہر قصدِ شکر بھی ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔ دو[3] بالا مرہون مِنن کبریٰ ہو جاتا ہے۔ وہ کون ہے کہ توفیقِ حضور کا شکر تلقین کر سکے۔ ہاں عجز عن[4] اداءِ شکر کو اگر بجائے شکر قبول فرما لیویں تو بندہ نوازی سے کیا بعید ہے کہ ایسے نالائق بے بس کو ایسے منعم صمد[5] سے معاملہ ہُوا۔ بجز ایں کہ ہمہ تن[6] فنا اپنے کردار سے ہو کر پانی ہو جاوے اور شرم اپنے قصور اور اس کے نعماء[7] سے خاک بن جاوے اور کیا کر سکتا ہے۔ بارے شکر ہے کہ آپ کو یہ مقام عطا ہُوا۔ اس کا نام یادداشت باصطلاح حضراتِ نقشبندیہ ہے۔ اب اس یادداشت کے ساتھ حیاءِ مالکِ حقیقی کی ہونی ضرور ہے کہ جیسا کہ ہم اپنے کسی بڑے مربی منعم ذی جاہ کے سامنے کوئی سبک حرکتی خلافِ رضا نہیں کر سکتے ایسا ہی معاملہ خلوت میں اپنے اُس حاضر ناظر مولیٰ سے ہونا چاہیئے تاکہ حضور مسمّی کا مصداق پورا ہو جاوے کہ اپنی ہر ہر حرکت کو پیش نظر اُس مالک تعالیٰ شانہٗ جان کر بمیزان[8] شرع کہ قانونِ رضا ہے ناپ تول کر دھیان رہے۔ اب یہ مراقبہ دائمی کرنا چاہیئے۔

---

[1] دھواں [2] بال کی جڑ [3] دوگنا بڑے احسان کے تحت رہن ہوتا ہے ایک خود نعمت ایک قصد شکر کی توفیق [4] ادائے شکر سے عاجز ہونے کو [5] انعامات کرنے والے بے نیاز [6] اپنے فعل سے بالکل بے خیال ہو کر احسان کی خجالت سے پانی پانی ہو جائے [7] انعام عظیم اور اپنی کوتاہی سے۔ [8] شریعت کی ترازو سے کیونکہ وہی رضائے حق کا قانون ہے۔ (جمیل احمد)

الغرض ہر کام کو بحضور ذات تصور کرنا اور اس کا مرضی و غیر مرضی دریافت کرنا ترک و عمل کرنا چاہیئے۔ اور اس کا ہی نام احسان[1] ہے وفقنا[2] اللہ۔ اور اس عاجز کو بھی بدعاءِ خیر یاد دلانا کہ مجھ کو بھی یہ امر نصیب ہو۔ ہیہات عمر خرابی میں گزری اور اصل مقصود میسر نہ آیا۔ ہاں احباب کا حسنِ ظن اگر کارگر ہو جائے تو انا عند ظن[3] عبدی بی کا البتہ امیدوار ہوں در باب نکاح[4] کیا مشورہ دوں۔ اپنے دل کا عزم تو یہ ہے کہ تجرد[5] کے برابر کسی شے میں راحت نہیں مگر حوائج ضروریہ میں نکاح بھی ہے۔ ایک حاجت کے واسطے صدہا خدشات اٹھانے پڑتے ہیں۔ اگر اس حاجت کا تقاضا نہ ہو تو تجرد سے بہتر تاہل[6] کو نہیں جانتا ہوں۔ مگر ہاں اگر اہل نیت[7] تکثیر اُمت کا خیال کر کے کرے تو دوسری بات ہے۔ لہٰذا اس امر میں صاف قطعی بات کچھ نہیں لکھ سکتا ہوں۔ تم اپنے حال سے مجھ سے زیادہ واقف ہو۔ قیامِ گنگوہ کے باب میں جو آپ کی خوشی مجھ کو کیا عذر ہے؟ زیادہ کیا کہوں، اس میں مجھ کو کوئی حرج نہیں۔ آپ کے زعم میں اگر آپ کا فائدہ ہے تو بہتر ہے۔ جواب والدین میں بھی اگر مناسب ہو تا رمضان توقف لکھ دو اور اپنے حال کو خوب غور سے دریافت کر لو۔ فقط

مکتوب نمبر ١٥٥

حامداً مصلیاً۔ از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ برادرم مولوی خلیل احمد صاحب دام برکاتہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ[8] فرمایند۔ نامۂ سامی رسید بجوابش دیر شد کہ فرصت نداشتم معاف فرمایند۔ در باب شغل نگارش فرمودہ اند۔

---

[1] عبادت کو عمدہ کرنا۔ [2] ہم سب کو اللہ تعالیٰ توفیق دیں۔ [3] میں اپنے بندہ کے گمان کے پاس ہوں جو میرے ساتھ رکھے۔ حدیث قدسی۔ [4] دوسرے نکاح کے بارہ میں [5] خالی رہنا بلا نکاح کے [6] اہل یعنی بیوی والا ہونا کہ سنت ادا ہونے کی اور ضرورت نہیں [7] نیت کرنے والا۔

[8] مطالعہ فرمائیں کہ خط بلند قدر پہنچا۔ اس کے جواب میں دیر ہو گئی کیونکہ فرصت نہ پائی معاف کریں۔ شغل کے بارہ میں تحریر فرمایا ہے تو میرے مکرم اصل ذکر تو یادداشت کو کہتے ہیں کہ بدوں حرف و آواز کے کسی چیز کی یاد دل کے لئے لازمی چیز بن جائے۔ جیسے دوست، دوست کو دُور ہونے کی حالت میں یاد رکھتا ہے اور ابتدائے تخلیق میں حق تعالیٰ کے جو اصل محبوب ہیں اسی ذکر کو انسان کے دل میں رکھ دیا ہے۔ مگر انسان اس جہان میں زید و عمرو میں مشغول ہو گیا اور اس محبوب کو بھول گیا۔ مشائخ نے اسی ذکر کے اعادہ کے لئے چند تدبیریں تجویز کی ہیں۔ لہٰذا یہ جو اوّل میں ذکر زبانی کی تلقین یا لطائف سے کسی ذکر کی حرکت پیدا کرتے ہیں اس سے مقصود ہی یادداشت ہے تاکہ یہ اس کا ذریعہ بن جائے۔

اس کے بعد میں اصل بات لکھتا ہوں کہ آں عزیز کو اوّل میں نے تین ذکر بتائے تھے۔ ایک اسم ذات کا پاس انفاس (کہ سانس لینے میں ذرا سی حرکت پیدا کرے۔ لفظ اَللہ اور واپس کرنے میں ھُو پیدا کریں) دوسرا اسم ذات کا کہ ذکر کے وقت دل کو حرکت میں لانا۔ تیسرا ایک ضرب والا اسم ذات زبان سے اس تصور کے ساتھ کہ اسم ذات کے

مگر ما اصل ذکر یاد داشت را گویند کہ بدوں حرف و صوت یاد چیزے ملازم قلب گردد. چنانچہ دوست دوست را در حال غلبۂ محبت یاد می آرد، و در اصل فطرت ہمیں ذکر مالک حقیقی تعالےٰ شانہٗ کہ اصل محبوب است بدل آدمی نہادہ اند. مگر بشر دریں عالم بزید و عمرو مشغول شد و آں محبوب را فراموش ساخت. مشایخ برائے اعادہ آں ذکر حیلہا انگیختہ اند پس انچہ اولاً ذکر ربانی تلقین می فرمایند یا بلطائف حرکت ذکرے پیدا می نمایند مقصود از اں ہموں یاد داشت است کہ ایں وسیلۂ آں گردد۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۹ سے آگے) ساتھ ایک نُور مُنہ سے نکل کر تمام بدن کو احاطہ میں لے لیتا ہے، تو اب ذکر پاس انفاس میں اتنا تصوّر زیادہ کر لیں کہ اسم ذات کے ساتھ سانس کے اندر جانے کے وقت ھو الباطن (باطن میں ہے) تصور فرمائیں اور سانس باہر نکلنے کے وقت ھو الظاہر تصور میں لائیں۔ گویا ذکر کے ساتھ ساتھ یہ تصور پیدا ہو کہ موجودِ حقیقی تعالےٰ شانہٗ کی ذات پاک ذکر کرنے والے کے ظاہر و باطن میں خود موجود ہے۔ اگرچہ یہ تصور اوّل اوّل خلوت میں قائم ہوگا مگر بار بار کرنے سے انشاء اللہ تعالےٰ بے تکلف جاری ہو جائیگا اور ذکرِ جہر میں وقت اتنا زیادہ کر لیں کہ بجائے اس تصوّر کے کہ بجائے نور کے احاطہ کرنے کے خود ذات پاک صاحبِ ذکر کی ذکر کرنے والا کا احاطہ کئے ہُوئے ہے، صاحبِ ذکر خود موجود ہیں۔

آور لطائف کا ذکر اگر ترک فرما دیا ہے تو کچھ حاجت بھی نہیں اور اگر اس کا خیال باقی ہو تو اس تصوّر کے قائم ہو جانے کے بعد دیکھ لیا جائے گا۔ اب تو اس کے وقت میں فوراً اس قدر خیال فرما لیا کریں کہ صاحبِ ذکر تعالیٰ کی ذاتِ دل میں موجود ہے۔ فقط خوب سمجھ کر اور غور فرما کر مشغول ہوں اور سب کو صاحبِ ذکر کی حقیقی ذات پر بھروسہ کر کے اور انہی کی ذات پاک کی پناہ لے کر عاجزی و نیازمندی سے بجا لائیں اور ذکر کی توفیق کو اگرچہ ایک لحظہ کی ہی پائیں محض ذات صاحب ذکر تعالیٰ کی عنایت وفضل جانیں۔ اللہ تعالےٰ کا اپنے اوپر احسان قرار دے کر بہت بہت شکر ادا فرمائیں۔ کیونکہ ذکر تو ان کی ولایت کا پروانہ ہے جس کو اپنے ذکر کی توفیق عطا فرماتے ہیں اپنی ولایت کا پروانہ اس کے سپرد فرماتے ہیں۔ ذکر کرنے والے کو توحق تعالےٰ کا محض اس قدر لطف جو فاذکرونی اذکرکم (تو تم مجھ کو یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا) ہے انعام فرمایا ہے، اپنے فخر کے لئے بہت ہی زیادہ ہے کہ یہ گوشت کا ناپاک لوتھڑا اس پاک بارگاہ کی یاد کی ہوئی چیز بن گیا۔ ذکر کرنے والا اور کیا چاہتا ہے اور کون ثمرہ اس سے بڑھ کر ہو سکتا ہے ہاں ذکرتہ فی ملاء (حدیث) کہ جب بندہ میرا ذکر مجمع میں کرتا ہے تو میں اس کا مجمع میں ذکر کرتا ہوں) ہیں اور ذکرتہ فی نفسی (جب بندہ دل دل میں مجھے یاد کرتا ہے میں دل میں یاد کرتا ہوں) میں بہت ہی بڑا فرق ہے کہ جہاں تک ممکن ہو دل کی یاد کی ترقی میں دوڑ لگائے اور اس ترقی میں اسی اپنے مولیٰ سے مدد طلب کرے کہ فرمایا ہے ففروا الی اللہ (اللہ کی طرف دوڑ لگاؤ) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا ملجاء من اللہ الا الیہ۔ (اور اللہ تعالےٰ سے پناہ لینے کی کوئی جگہ نہیں سوائے انہی کی ذات کے) اس سے زیادہ لکھنے کی طاقت نہیں لکھتا اور اس قدر کو بھی اپنے تنگ حوصلہ سے بعید شمار کرتا ہوں کہ یہ سب قلم سے لکھتا ہوں نہ کہ دل سے، اللہ تعالیٰ مجھ کو اور تم کو بہ اپنے فضل عطا فرمائیں اور ان چند فقروں کو تصوف و طریقت کی بنیاد تصور فرمائیں۔"

بعد ازیں اصل مطلب می نویسیم کہ آں عزیز را سہ ذکر اولاً گفتہ بُودم۔ یکے پاس انفاس اسم ذات، دوئم تحریک قلب بذکر اسم ذات، سوئم یکضربی اسم ذات زبانی بملاحظہ اینکہ نورے با اسم ذات از دہن برآمدہ محیط بدن می شود۔ پس در ذکر پاس انفاس ایں قدر ملاحظہ افزایند کہ بوقت دخول نفس با اسم ذات هوالباطن تصور فرمایند و بوقت خروج نفس باہو ہوالظاہر ملاحظہ آرند۔ گویا ایں تصور با ذکر پیدا آید کہ ذات پاک موجود حقیقی تعالےٰ شانہٗ در ظاہر و باطن ذاکر موجود بالذات است۔ اگرچہ ایں تصور اول بخلوت قائم خواہد گشت مگر بعد مزاولت بے تکلف جاری خواہد شد انشاء اللہ تعالیٰ۔ و بوقت ذکر جہر ایں قدر افزایند کہ بجائے نور محیط خود ذات پاک مذکور محیط ذاکر است و مذکور موجود است۔

و ذکر لطائف اگر ترک فرمودہ اند حاجت ندارد، و اگر خیال آں باقی است بعد قیام ایں تصور دیدہ خواہد شد۔ اکنوں فقط بوقت آں اگر ایں قدر خیال فرمایند کہ مذکور مسمّی بدل موجود است فقط۔ خوب فہمیدہ و غور فرمودہ مشغول شوند و ہمہ را بر ذکر حقیقی اعتماد فرمودہ والتجا بذات پاک او آوردہ بعجز و نیاز بجا آرند و توفیق ذکر اگرچہ یک لحظ یابند محض عنایت و فضل مذکور تعالیٰ شانہ پندا شتند۔ منت آں تعالیٰ بر خود نہادہ شکرہا فرمایند کہ ذکر منشور ولایت است۔ ہر کرا توفیق ذکر خود می دہند نامۂ ولایت خود بدو می سپارند۔ ذاکر را محض ایں قدر لطف حق تعالیٰ کہ فاذکرونی اذکرکم افادہ فرمود بفخر خویش بس است کہ ایں مضغۂ ناپاک مذکور آں پاک جناب گردید دیگر چہ می خواہد و کدامے ثمرہ ازیں فائق باشد۔ آرے در ذکرتہ فی ملاء، و ذکرتہ فی نفسی فرقے است بس بعید کہ تا امکان در ترقی۔ ذکرتہ فی نفسی پوید۔ و دریں ترقی استغاثہ از ہموں مولائے خویش جوید کہ ففروا الی اللہ ولا ملجاء من اللہ الا الی اللہ فرمودہ اند۔ زیادہ ازیں تاب تحریر ندارم و ایں قدر راہم از حوصلۂ تنگ خود بعید می شمارم کہ ایں جملہ از قلم دادم نہ بدل رزقنی اللہ تعالیٰ وایاکم بمنہ و ایں چند فقرہ را اُسّ تصوف و طریقہ تصور فرمایند۔ والسلام

مکتوب نمبر ۱۵۶

مولوی خلیل احمد صاحب۔ السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہُوا۔ یہاں سب طرح خیریت و شکر ہے۔ تفرقہ[۱] یہ ہے کہ آدمی جس کام میں مشغول ہووے کوئی شئے آکر اُس شغل سے غافل کر دیوے۔ دوسری شئے میں مشغول بنا دیوے جیسا ابتداء میں ایسا ہوتا ہے کہ جب ذکر شروع ہوتا ہے گاہ حضور[۲] ذکر ہے گاہ حضور خلاف ذکر۔ اور خطرہ یہ کہ دوسری شئے کا خیال اگر آوے تو اصل شغل کی طرف سے غفلت نہ ہووے۔ جیسا مثلاً آدمی

---

[۱] ذکر و شغل کے تفرقہ یعنی خلل اور خطرہ یعنی وسوسہ کی تعریف فرق اور اثرات۔

[۲] دل میں ذکر ہی ذکر کا قائم ہونا۔

اپنے وجود کو جانتا ہے اور باوجود اس علم کے علوم و خطرات دیگر اشیاء کے بھی دل میں اور نظر میں آتے ہیں مگر اصل علم خود زائل نہیں ہوتا۔

اس سے صاف روشن ہو جاتا ہے کہ نفس کو آنِ[1] واحد میں التفات اشیائے متعددہ کی طرف ہو سکتا ہے تو غرض حضور کے ساتھ خطرہ ہو سکتا ہے۔ مثال اس کی یہ ہے کہ آب رواں پر خس و خاشاک بھی ہوتے ہیں مگر روانگی آب کو مانع نہیں اور تفرقہ حضور کے ساتھ نہیں ہو سکتا کہ حضور میں جب تفرقہ آتا ہے حضور بند ہو کر غیبوبت ہو گئی۔ گویا کہ آبِ رواں کو کسی حاجز[2] نے روک دیا۔

یہ سب بندۂ عاجز کی باتیں زبانی جمع خرچ ہے۔ مضامین علمی ہیں، عمل سے بے بہرہ ہوں۔ حق تعالےٰ نے آپ کو اپنے فضل و کرم سے یہ حضور عطا فرمایا ہے۔ مُلہم غیبی[3] سے اس کا منتظر ہوں کہ الدّال علی الخیر کفا علہ[4] فرمایا ہے۔ باشد[5] کہ اہلِ خیر کی برکات سے کچھ حصّہ مل جاوے ورنہ آنم کہ دانم[6]۔ تمہارے ایسے حسن ظن سے اندیشۂ[7] ندامتِ عقبیٰ بھی ہوتا ہے اور انا عند ظن عبدی بی[8] سے توقع بھی بندھ جاتی ہے۔ فقط

تمہید

ایک مرتبہ حضرت سہارنپوریؒ کو بخار شدید ہوا اور اس تکلیف میں حضور کے اندر ترقی کے ساتھ صوت[9] الخد محسوس ہوئی جس کو آپ نے گنگوہ تحریر کیا اور جواب نہ آیا تو ادب کے ساتھ یاد دہانی کی اور اسی کے ساتھ دوبارہ توبہ و تجدید بیعت کا شوق ظاہر کیا۔ پھر جواب نہ آیا تو پریشانی و حزن ظاہر فرمایا اور آخر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا یہ جواب آیا۔

مکتوب نمبر ۱۵۷

مولوی خلیل احمد صاحب۔ السلام علیکم۔ تین خط آپ کے پہنچے۔ اول خط جو آیا تو بسبب شدتِ بخار و لرزہ کے ہمت جوابِ تحریر نہ پائی۔ آپ نے اپنے بخار کا حال لکھا تھا اور اس میں ترقیٔ حضور اور حضور صوت الخد کا ذکر

۱؎ ایک جزءِ وقت میں کئی چیزوں کی طرف توجہ ۲؎ روکنے والی چیز ۳؎ غیب سے دل میں ڈالنے والی ذات حق تعالیٰ ہے

۴؎ نیکی کا راستہ بتانے والا بھی کرنے والے کی طرح ہے برابر ثواب ملتا ہے۔ ۵؎ ہو سکتا ہے۔

۶؎ میں وہ ہوں کہ خود جانتا ہوں۔

۷؎ آخرت کی شرمندگی کا اندیشہ کہ آپ ایسا سمجھیں اور وہاں کچھ نہ نکلوں۔

۸؎ حدیث قدسی۔ میں اپنے بندہ کے گمان کے ساتھ ہوں جو مجھ سے رکھے کہ آپ اُن کے بندہ ہیں ممکن ہے آپ کے گمان کے موافق بنا دیں۔

۹؎ سلطان الاذکار کی ایک قسم ہے عام لوگوں کے کام کی بات نہیں۔

تھا۔ ترقی حضور البتہ موجبِ سرور ہے اور صوت انحد کوئی ضروری بات نہیں۔ اگر حضور کو مفید ہووے تو مضائقہ نہیں ورنہ حاجت نہیں۔ آج تک نہ مجھ کو نجات بخار سے ہوئی نہ مسعود محمود اور اُن کی والدہ کو، مگر ہاں اس قدر شدت نہیں اور سب کا حال ایسا ہی ہے کہ بخار سے بالکل فراغت نہیں ہوئی۔ اطلاقِ حضور کے یہ معنی ہیں کہ نفسِ حضور خالی از لحاظ معیت یا احاطہ یا اور کسی صفت سے ہووے کہ اس کے ساتھ کوئی ملاحظہ نہ رہے۔ مگر اطلاقِ حضور[1] کی حاجت نہیں بلکہ لحاظ صمدیت[2] اس کے ساتھ کہا تھا کہ کرنا تھا موجب مزید محبت بارگاہ پاک ہووے۔ آپ تجدید بیعت کو لکھتے ہیں۔ بیعت کے لفظ سے نادم ہوتا ہوں۔ میں قابلِ بیعت نہیں آپ کو خود سے بہتر جانتا ہوں۔ ہر صورت میں بیعت حُسنِ[4] عقیدتِ مرید ہوتی ہے المرء[5] مع من احب مگر خیر آپ کے خیال کا چارہ نہیں۔ آپ کی درخواست بعد ندامت قبول[6] کرتا ہوں۔

مکتوب نمبر ۱۵۸

برادرم مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آج خط آیا حال معلوم ہُوا۔ درصورتیکہ ہُوا وہاں کی آپ کو موافق نہیں تو ترک وہاں کا ضروری ہے کہ اس جگہ کا کہ ہُوا ناموافق ہو ترک کرنا بحکمِ حدیث ثابت ہے مگر چونکہ معاش کا قصہ نازک ہے لہٰذا جب تک دوسری جگہ سامان نہ ہو جاتے ترک مناسب نہیں اس واسطے چندے قیام وہاں کا مناسب ہے۔ مراد آباد میں آپ کی طلب بہت رہی۔ اب وہاں مولوی عبدالحق رامپوری آگئے ہیں مگر جیسا چاہیئے ویسا کام اُن سے نہیں ہوتا۔ اگر مناسب ہُوا وہاں یا دوسری جگہ کہ تدبیر اس کی کرتا ہوں تجویز ہو کر مطلع کروں گا انشا واللہ تعالےٰ۔ فقط

۱۸ ربیع الاوّل سنہ ۹۳ھ روز جمعہ (صـ ۱۱۷)

مکتوب نمبر ۱۵۹

مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کے نامہ نے ورود کیا۔ حال معلوم ہُوا۔ قصۂ جدیدہ سے کچھ آپ وحشت نہ کریں۔ عالم میں مخالف وموافق دونوں ہوتے ہیں۔ آپ اپنا کام کئے جاویں۔ اگر مخالف برسرِ پرخاش ہیں موافق بر[7]سر نگہداشت ہیں جب تک ہو اپنی طرف سے ترک مت کرو۔ ہدیۂ[8] اطفال

---

[1] حضور کا یعنی حق تعالےٰ کے تصور کا مطلق ہونا جس کے ساتھ کسی خاص کیفیت کا لحاظ نہ ہونا

[2] مطلق ہونا حاصل ہونے کو خط میں حضرت امام ربانیؒ سے دریافت کیا ہوگا۔ [3] بے نیازی کہ سب ان کے محتاج ہیں وہ کسی کے محتاج نہیں۔

[4] اصل بیعت مرید کی عقیدت کا حُسن خوبی ہوتا ہے وہ آپ کو حاصل ہے۔ [5] انسان اس کے ساتھ ہے جس سے محبت کرے یعنی قیامت میں۔

[6] خط سے بھی بیعت درست ہے کہ معاہدہ ومحبت کا یہ بھی ذریعہ ہے (جمیل احمد) [7] حق تعالےٰ۔

[8] کہ وہ بھی والدین کا ہی ہوتا ہے واسطے بچے بن جاتے ہیں۔ (جمیل احمد)

کا اور ہدیہ ورثاء اطفال کا لینا جائز ہے۔ کچھ اندیشہ نہیں۔ پہلے خط میں لکھنا سہوًا ہُوا تھا۔ فقط

مکرر اس شکایت کی رفع اور تکذیب میر قادر علی سے اگر مناسب ہو کسی کی زبانی کرا دیجو گو نافع نہ ہو۔ اپنی طرف سے سب کو راضی رکھنا بہتر ہے شاید کچھ نافع ہو جائے۔ قَالَ اللّٰہ تعالےٰ[1] فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنتَ لَهُمْ - الخ مگر اس فرقہ کا راضی ہونا متوقع[2] نہیں خصوصًا جب واعظ اُن کے ترغیب دینے والے وورہ کرتے ہوں۔ فقط والسلام

روز جمعہ ۱۶ر جمادی الثانیہ ۱۲۹۴ھ (۲۹ر جون ۱۸۷۷ء)

مکتوب نمبر ۱۶۰

عنایت فرمایم مولوی خلیل احمد صاحب دام فیوضہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہُوا۔ سر میں چونکہ ضعف بہت ہو گیا ہے لہٰذا وہ کیفیت بھی کم[3] میں کمی پذیر ہے کہ اب دس بجے سے بارہ بجے تک رہتی ہے۔ بہر حال اب مرض قریب ازالہ کے ہے مطمئن رہیں۔ مولوی شمس الدین کے حال و مزاج پر جو آپ کو طمانیت ہے اور بظن غالب وہ ایسے ہی ہیں تو ان کے ساتھ جانے میں کیا اندیشہ ہے؟ بندہ کی رائے ہے کہ آپ قصد فرماویں۔ مگر تاہم کچھ اس قدر خرچ اپنے پاس رہنا چاہیئے کہ اگر خدانخواستہ کوئی صورت دیگر پیش آجاوے تو احتیاج نہ پڑے۔ بارہا ایسا ہُوا ہے کہ کفیل حجاج فوت ہو گیا یا مزاج کی مخالفت پیش آئی جس سے افتراق ہُوا تو ایسی صورت میں بہت پریشانی ہوتی ہے اور یہ سب تدبیر ظاہر ہے کہ جس کا استعمال ممنوع[4] نہیں ورنہ ہوتا وہی ہے جو رضاء تعالیٰ شانہٗ ہے۔

اب بندہ کا حال سُنو کہ فرض[5] نہیں کہ خواہ مخواہ بے کلی ہووے۔ ہاں بھلے کام کی دل میں خواہش ہے لیکن ضعفِ جسم سے ضعفِ ہمت بھی ہے اس واسطے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اگر اُس وقت پر ہمت ہو جاوے اور سامان بھی مقدر ہووے تو کیا عجب ہے ورنہ کچھ صورت نہیں۔ لہٰذا اس وقت تک عزم نہیں۔ غلط افواہ مشہور ہے۔ مولوی محمد یعقوب صاحب کا عزم مجھ کو معلوم نہیں۔ ہاں تمہاری والدہ و ہمشیرہ اور اہلیہ مولوی صاحب مرحوم سُنا ہے کہ جزمًا عازم ہیں۔ نقصان مالی معلوم ہُوا۔ حق تعالےٰ آپ کو اور بہت کچھ دیوے گا۔ اگر سارق کو بُرا نہ کہا جاوے تو بہتر ہے کہ پُورا اجر ملے۔

---

[1] تو اللہ ہی کی رحمت کی وجہ سے تم ان کے لئے نرم ہو گئے ہو۔

[2] اس فرقہ کی رضامندی کی امید نہیں ہے۔

[3] کمیت و مقدار

[4] نہ توکل کے خلاف ہے کہ ذرائع کے بعد توکل رہتا ہے اور محض احتیاط ہے بدگمانی نہیں کہ منع ہو۔

[5] حج اب فرض نہیں پہلے ادا ہو چکا۔ (جمیل احمد)

مکتوب نمبر ۱۶۱ بنام مولانا نذیر احمد

مولوی نذیر[1] احمد صاحب۔ السلام علیکم! جو کلمات کہ اندازہ سے بڑھ جاویں اس کا کہنا اور لکھنا گو تمہاری عقیدت سے ہو مگر مجھ کو موجب ندامت کا ہوتا ہے۔ مولوی خلیل احمد کو بھی القاب اعلیٰ لکھنے سے چند بار منع کیا ہے۔ بہتر کلمات وہ ہیں جو اپنی قدر کے موافق ہوویں۔ مشہور یہاں یہ ہے کہ مولوی نذیر احمد اپنی والدہ کے ساتھ حج کو جاویں گے۔ مولوی محمد یعقوب صاحب کا ذکر کسی نے نہیں کیا۔ یکم شعبان یہاں بھی بروز شنبہ ہی قرار پائی۔ یہاں بارش بکثرت ہے۔ فقط رشید احمد

مکتوب نمبر ۱۶۲

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ گرامی قدر مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا پہلا خط آیا تو چونکہ کوئی مدرس ذہن میں نہ تھا جواب میں تامل ہوا۔ یہ دوسرا خط آیا اور عزیز ابراہیم حسن بھی پہنچا تو وہ کہتا ہے کہ کتب فارسیہ کو محنت کر کے پڑھاؤں گا اور مڈل بھی اس نے کیا ہے وہ میری ہمشیرزادہ کا پسر ہے۔ اکثر پنجاب میں رہا اور وہیں گھر بنا لیا اس واسطے آپ واقف نہیں۔ اب وہ بتقریب اپنے نکاح کے کہ کیرانہ میں عقد ہوا ہے گنگوہ آیا تھا اگرچہ اس کی رائے تحصیل علم دین کی ہو رہی ہے مگر بسبب نکاح کے معاش کا فکر ہوا ہے لہٰذا اچھا ہے کہ بریلی میں رہے اور کچھ آپ سے خود بھی پڑھے۔ اگر وہ وہاں ہو گیا تو میری خوشی ہے مگر اس قدر خیال رہے کہ اس کی قلیل خلاف مرضی پہ سرزنش نہ ہو اور زیادہ پر مختار ہو موقوف کر دینے میں رنج نہ کروں گا۔ فقط

طلبہ کی شکایت بجا ہے مگر اس زمانہ میں ایسے ہی طلبہ ہیں

ع زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز[2]

صبر کر کے پڑھائے جاؤ اور ترک میں جلدی مت کرو۔ جب یاس[3] ترقی سے ہو جائے اس وقت جو کچھ مقدر ہے ہو جاوے گا۔ مولوی محمود حسن کی صحت سے سرور ہوا۔ سلام مسنون ان کو اور حافظ احمد حسن اور حافظ محمد جعفر خاں اور شیخ محمد حسن وغیرہم کو فرما دیں۔ سبق سولھویں شوال سے شروع ہو گئے۔ ہر قسم کے طلباء یہاں بھی ہیں۔ فقط

---

[1] مولوی نذیر احمد، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے بھائی تھے، میں نے اپنی دادی مرحومہ سے سنا ہے کہ وہ بہت حسین اور خوشخطی کے ماہر تھے۔ میں نے اپنی بڑی ہمشیرہ سے سنا ہے کہ موصوف بہ نیت ہجرت مکہ معظمہ چلے گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ اس کے بعد انکی بیوی دلدی امت الرحیم وطن واپس آگئیں۔ مولوی نذیر احمد صاحب کی صرف ایک بیٹی تھیں جن کا نام فاطمہ تھا تقسیم کے بعد کراچی میں اپنی چھوٹی لڑکی حمیدہ اور داماد عزیز الحق کے پاس رہتی تھیں یہیں انتقال فرمایا۔ (اخلاق احمد)

[2] زمانہ تم سے موافقت نہیں کرتا تو تم زمانہ سے موافقت کر لو یعنی برداشت کر لو۔ [3] ناامیدی

دار العلوم دیوبند میں شورش اور
حضرت سہارنپوریؒ اور حضرت شیخ الہندؒ کے نام حضرت گنگوہیؒ کا یادگار مکتوب

وہ زمانہ حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی کے اہتمام کا تھا اور ممبران کے اضافہ کی آڑ میں کچھ ایسا فتنہ برپا ہوا کہ جس نے اہلِ مدرسہ کو پریشان کر دیا کہ کچھ اہلِ شہر بھی مخالفین میں شریک ہو گئے اور اتنا زور دیا گیا کہ یا ہماری خواہش کے موافق ہو ورنہ مدرسہ استبداد کی بدولت بند ہو جائے گا۔ شر پسند اوباشوں کی دھمکیاں جدا تھیں اور حکام رسی کے نازہ پر سب کو مغلوب کرنے کا دعویٰ جُدا تھا کہ ہمدردانِ مدرسہ کو بھی اندیشہ تھا۔ مدرسہ آندھی کے جھونکوں سے متزلزل ہو جائے گا۔ مثل مشہور ہے "مُلّا کی دوڑ مسجد" ان روحانی بھائیوں نے بھی آخر اپنی پریشانی و بیکسی کا اظہار بذریعہ تحریر اپنے باپؒ[1] سے کیا کہ مدرسہ کے سرپرست بھی تھے تو یہ تسلی بخش جواب آیا جو استقامت کا مجسمہ اور شفقت کی تصویر ہے۔ اس خط کا فوٹو لے کر اعلیٰ کاغذ پر طبع بھی کرا دیا گیا ہے کہ جن کو حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی تحریر بجنسہٖ دیکھنے کا شوق ہو وہ زیارت کر سکیں۔

مکتوب نمبر ۱۶۳

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ برادران مکرمانِ بندہ مولوی محمود حسن صاحب و مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضہما۔
بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ دونوں کے چند خطوط پہنچے جس سے وہاں کا حال معلوم ہوتا رہا۔ آج مولوی خلیل احمد صاحب کا خط آیا جس سے پریشانی مدرسین کی دریافت ہوئی یہ تحریر ضروری ہوتی۔ میرے پیارے دوستو! تم کو کیوں اضطراب و پریشانی ہے تم تو وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَہُوَ حَسْبُہٗ[2] پر قانع رہو اور مدرسہ سے آپ کو فقط اتنا تعلق ہے کہ درس دیئے جاؤ۔ اگر مدرسہ بند حق تعالیٰ کرا دے گا تم اپنے گھر بیٹھ رہنا۔ اگر مفتوح[3] رہا درس میں مشغول رہنا۔ جو تم سے درس اہلِ شہر کو منظور نہ ہوگا تو دوسرا باب مفتوح ہو جائے گا۔ تم کس واسطے پریشان ہوتے ہو؟ خبر بھی مت رکھو کہ کیا ہو رہا ہے؟ اپنا کام کئے جاؤ، تمہارے برابر تو کسی کے دست و پا نہیں چلتے، تم کیوں بے دست و پا اپنے آپ کو لکھتے ہو؟ جس کام کے تم ہو اس میں تکرار نہیں۔
اب فقط نزاع یہی ہے کہ اہلِ شوریٰ کی زیادت ہو تمہارا کیا حرج ہے، تم اپنا کام کرو۔ حاجی صاحب مصلحت کا

ے۱ روحانی باپ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ۔
ے۲ اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہیں۔ ے۳ کھلا ہوا۔ ❊

کام کرتے ہیں وہ اپنی تدبیر میں رہیں، خواہ کچھ ہو ہماری تمہاری مرضی کے موافق ہو یا مخالف اور اہلِ شوریٰ خود سب حاجی صاحب کو دے کر مطمئن ہو گئے تو تم پر کیا بار ہے؟ پس تم جیسے لوگوں سے تردد کا ہونا بے موقع ہے۔ تم کسی امر میں لب کشا مت ہو، کوئی پوچھے تو جواب دو کہ درس کے باب میں ہم سے پوچھو جو ہمارا کام ہے۔ انتظام وغیرہ کو نہ ہم جانیں نہ ہم دخل دیں۔

اور اندیشۂ بدمعاشاں بھی کیوں کرو۔ اس شعر حضرت شیخ المشائخ قدس سرہٗ کو مدِ نظر رکھو ؎

قصدِ ظالم بسوئے کشتنِ ما[۱] — دلِ مظلوم ما بسوئے خدا
او دریں فکر تا بما چہ کند[۲] — ما دریں فکر تا خدا چہ کند

اے عزیزان! روزِ ازل مقدر ہو چکا ہے۔ ذرہ ذرہ جو واقع ہو گا مدرسہ کے امور میں بھی بس وہی ہو گا اور ہو کر رہے گا خواہ کوئی دفع کرے یا واقع کرے۔ پھر تم کیوں سرگشتہ ہوتے ہو۔ ہر چہ از محبوب[۳] رسد شیریں بود۔ ہم کون ہیں؟ بے اختیار محض ہیں، اگرچہ بظاہر مختار ہیں۔ ہم پر جو گزرے گا وہ عین لطف ہو گا اور جو عالم میں صادر ہو گا وہ عین مصلحت ہو گا خواہ خرابی مدرسہ ہو یا بقاء، خواہ عزت و نصب، ہمارا تمہارا ہو خواہ ذلت و عزل، تم بسبب وقائع بازیگر کے سانگ سمجھ کر اپنی درس کے شغل میں بسر کرو۔ ایں و آں کو زید و عمر پر چھوڑو۔ ہر کس بخیالِ خویش خبطے دارد[۴]۔ نہ کوئی مفسد کچھ کر سکے نہ کوئی مصلح کر سکتا ہے سب فاعل مختار کرتا ہے۔ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ[۵]۔

؎ من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم[۶] — کہ با من انچہ کرد آں آشنا کرد

وھو ارحم الراحمین[۷]۔ بس تمام ہوا قصہ۔

وہاں کی خبر کا مشتاق ہوں۔ بشر ہوں، اپنے دوستوں کا دعاگو خیر طلب ہوں۔ تم کو کوئی گزند نہیں، مطمئن رہو، نہ مدرسہ کہیں جاوے۔ ہر شخص کو اپنے اپنے خیال پر نازاں جان کر کالائے بد بریش خاوند کرو اور دم بخود ہو کر می نوش و می نیوش و چیزے مخروش۔ فقط۔

---

[۱] ظالم کا ارادہ تو ہمارے مار ڈالنے کی طرف ہے اور ہمارا مظلوم دل اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔

[۲] وہ تو اس فکر میں ہے کہ آخر ہمارے ساتھ کیا کرے اور ہم اس فکر میں ہیں کہ آخر اللہ تعالیٰ کیا کرتے ہیں۔

[۳] محبوب کی طرف سے جو کچھ بھی پہنچے شیرینی ہی ہے۔

[۴] ہر شخص اپنے اپنے خیال کے موافق بھٹکنا رکھتا ہے۔

[۵] اور تم تو کچھ چاہ بھی نہیں سکتے بغیر اس کے کہ خود اللہ تعالیٰ ہی چاہیں۔

[۶] میں غیروں کی وجہ سے گریہ وزاری نہیں کرتا ہوں کیونکہ میرے ساتھ تو جو کچھ کیا ہے اپنوں ہی نے کیا ہے۔

[۷] اور وہ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔

(باقی حاشیئے اگلے صفحہ ۱۴۸ پر)

سب عزیزوں کو بعد سلام مسنون یہی مضمون جان بخش بعد سلام مسنون فرما دیویں - جو دوستان اہلِ تدبیر ہیں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بعد سلام مسنون مضمون شکر و رضا ان سے کہہ دیویں اور جس کو چاہو سلام کہہ دینا - یہ وقت اور یہ خروش اہلِ فساد عین مصلحت ہے۔ اس کا جس قدر غلغلہ ہو گا اسی قدر مفید ہو گا - انجام خیر ہی خیر و اصبؔ[۱] و دائم رہے گا -

رشید احمد

(حاشیہ پچھلے صفحہ ۱۴۷ سے)

۸ہ برا سامان شوہر کی ڈاڑھی پر - ایک محاورہ ہے -

۹ہ پی لو اور سُن لو اور بالکل نہ بولو -

(حاشیہ صفحہ ہذا)

۱ہ پائیدار ؎

مکاتیب رشیدیہ

ماخوذ از "تذکرۃ الرشید" مصنفہ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھیؒ

قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس اللہ سرہٗ اور حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے درمیان یہ اہم مکاتیب اگرچہ تذکرۃ الرشید کا جزو بن کر شائع ہوچکی ہے لیکن مکاتیب کی جامعیت پر نظر کرتے ہوئے اس اہم مکاتیب کو بھی "مکاتیب رشیدیہ" کا جزو بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ "تذکرۃ الرشید" سے یہ مکاتبت حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کی تمہید و حواشی کے ساتھ بعینہٖ نقل کی جاتی ہے۔

محمود اشرف عفی عنہ

تمہید

سب سے مقدم اُس مراسلہ کا ہدیہ ناظرین کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اور مولانا الحافظ الحاج القاری شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کے مابین ۱۳۱۴ھ میں پیش آیا۔ چونکہ علامہ زمن مولانا اشرف علی صاحب زید مجدہ کا تبحر علمی ہندوستان کے ہر ہر عالم کو تسلیم ہے۔ اس لئے شکوک و شبہات کی تقویت اسی سے اندازہ ہو سکتی ہے اور اس کے ساتھ ہی مولانا تھانوی دام ظلہ کا وہ طبعی خداداد جوہر قابلِ لحاظ ہے جس کو سلامتی قلب اطاعت حق فروتنی و ہیچدانی اور سچا اسلام یعنی گردن نہادن بطاعت کہا جاتا ہے۔ آپ کا رجوع الی الحق جو تکبّر و نخوت علمی سے بے لوثی کی علامت اور بر حق علم کے سچے اثر کا ثمرہ ہے۔ آپ کے کمال کو اُس حد تک پہنچا رہا ہے کہ واللہ العظیم۔ مولانا تھانویؒ کے پاؤں دھو کر پینا نجات اُخروی کا سبب ہے۔ یہ امتثال و اذعان کے مثال علماءِ زمانہ کے لئے مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ پائدار یادگار ہے جو مُردہ سُنت کے زندہ کرنے میں اس چودہویں صدی کے اندر سب سے پہلے مولانا کے ہاتھوں ظاہر ہوئی۔ چونکہ مولانا تھانویؒ میرے عقیدہ میں سرتاج علماء ہونیکے علاوہ خود میرے محترم پیشوا اور دینی آقا ہیں اس لئے اس پاکیزہ تحریر کو جو انشاء اللہ قیامت کے ہولناک دن میں مغفرت کی دستاویز اور قلبی سلامتی و ایمان کی مہری سند بنا کر علیٰ رؤس الاشہاد مولانا کے ہاتھ میں دی جائے گی سوانح میں

شائع کرتا ہوں تاکہ احیاء سنت میتہ کی کسی درجہ میں تائید کا حصہ مجھ ناکارہ کو بھی مل جائے اور تھانوی آقا کی کسی ادنیٰ مرتبہ میں حشر کے دن مجھے بھی معیت نصیب فرمائے۔ اس مراسلہ مرضیہ کے بعد دیگر علماء و زہاد اور خواص و عوام اہلِ اسلام کے پندرہ شبہات معہ جوابات بیان کروں گا۔

پہلا مکتوب از حضرت تھانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ تعالیٰ[۱] والسلام علی رسولہ الافضل الاعلیٰ۔ امابعد من العبد الذلیل۔ الی المخدوم المطاع الجلیل۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ والیکم یشتاق قلبی الاواہ۔ وبعد فقد اجتمعت فی ہذا الایام بالمولوی منور علی فقال ان حضرت مولانا ساخطون علیک لاختیارک طریق بعض اقاربک الذی یغائر طریقہم فعلیک ان تعتذر الیہم و ترضیہم فتوجعت لہذا الخبر توجعا فظیعا و تالمت تالما وجیعا لکن مالمت الانفسی و ما رائیت شیئاً غیر الصدق ینجی فیا مولانا واللہ انی کنت فی ذلک الزمان غریقا فی بحار الحیرت والطلب۔ واتطلع الی من یخلصنی من ذاک الوصب والنصب۔ اذ نادی منادمن ومن قریب من غیر ارادتی وقصدی ہات یدک بیدی انجیک من ہذا البحر اللجی وان الغریق یتشبث بکل حشیش۔ لما ہو فیہ من التہویش والتشویش۔ وقد کنت من وراء البحار من حبیبی۔ ومغیثی وطبیبی۔ ومعہذا ما ترکت بحمد اللہ یوما العمل بقول الاکابر۔ خذ ما صفا ودع ما کدر۔ ثم کما ساعدنی الجد بلثم تراب نعلیہ۔ وحضرت لدیہ۔ جدت الارادۃ۔ لیکون لما عسی ان یکون فات اعادہ۔ فلما رجعت ازدوت ظلماء۔ واکاد احسب السراب ماء۔ ورائیتنی لا ازداد الاحیرۃ ووحشۃ۔ وضیقا ودہشہ۔ کتبت الی حبیبی ما وقع من الحال۔ ونادیت بالبلبال۔ ؎

یا مرشدی یا مؤئلی یا مفزعی ۔۔۔ یا ملجائی فی مبدئی ومعادی
ارحم علیّ ایا غیاث فلیس لی ۔۔۔ کہفی سوی حبیکم من زاد
فاز الانام بجم وانی ہائم ۔۔۔ فانظر الیّ برحمۃ یا ہاد
یا سیدی للہ شیئاً انہ ۔۔۔ انتم لی المجدی وانی ہادی

فعذرنی ونصرنی وقال حبا وکرامۃ۔ واقامنی علی ساحل السلامۃ۔ فترنمت شوقا۔ وتبینت ذوقا ؎

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند ۔۔۔ واندراں ظلمت شب آب حیاتم دادند
کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں! ۔۔۔ خاک او گشتم وچندیں درجاتم دادند

---

[۱] اللہ کے لئے ہے سب تعریف اور سلام اُس کے افضل و اعلیٰ پیغمبر پر۔ اس کے بعد از بندہ ذلیل بخدمت مخدوم و مطاع جلیل السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اور مشتاق دل کے اظہار شوق کے بعد عرض ہے کہ دریں ایام مولوی منور علی صاحب سے ملنے کا بندہ کو اتفاق ہوا۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت مولانا تم سے ناراض ہیں۔ کیونکہ تم نے اپنے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۱۵۱ پر)

۵ قد لسعت حیۃ الهوی کبدی   فلا طبیب لها و لا راقی
الا الحبیب الذی شغفت به   فعنده رقیتی و تریاقی

وانی واللہ قد رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا و بشیخی امداد اللہ للعالمین مرشدا و ولیا و بکم یا مولانا ہادیا مہدیا فہذا الذی ذکر کان من خبری و حقیقۃ امری فباللہ ہو عین الصدق۔ ومحض الحق۔ ما کان فیہ من کذب ولا شعر۔ ولا خداع ولا سحر۔ فیا سیدی للہ ان تقبلوا عذری بخلقکم العظیم۔ ولا تصغوا الی کل ہماز لماز مشاء بنمیم۔ ولا تخرجونی من الجماعۃ۔ فانی ارجو ان اکون معکم یوم تاتی الساعۃ۔ لکن لا تطیق ہمتی ان انابذ بالمخالفۃ مع الاعلان۔ عسی ان یکون من اللہ تعالے لہ بمکان۔ فایذاؤہ یوجب الہوان والخسران۔ فانی احسبہ من فرقۃ اہل الملامۃ۔ ولکن لیس بمنصب الامامۃ۔ نعم التزمت علی نفسی انکار طریق یخالف السنۃ والکتاب۔ علی راس المنبر وبطن المحراب۔ وان من مصلحتی ان یکتم ہذا السر۔ لئلا یلحقنی الضر والشر۔ وہو المامول من جنابکم۔ ومن قاری کتابکم۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ ویکون ہذا السر جہرا۔ وہا انا قد اشتد الانتظار منی۔ ان تبشرونی برضاکم عنی۔ رضی اللہ عنا و عنکم وعن جمیع المسلمین۔ بحق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابد الآبدین۔

۲۹ ذی قعدہ ۱۳۱۴ھ ہجری

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۰ سے آگے) بعض اقارب کا وہ طرزِ عمل اختیار کر لیا ہے جو حضرت کے طریق عمل کے خلاف ہے۔ پس ضرور ہے کہ آپ معذرت کریں اور مولانا کو راضی کریں۔ یہ خبر سُن کر مجھے نہایت صدمہ اور بہت رنج ہُوا۔ اپنے آپ کو مَیں نے ملامت کی اور سچ کے سوائے کسی شئے کو نجات دینے والا نہ سمجھا۔ پس اے ہمارے آقا مَیں اُس وقت حیرت اور طلب کے دریا میں ڈُوبا ہُوا تھا اور اس بات کا متجسس تھا کہ کوئی مجھ کو اس رنج و فکر سے چھُڑا لے۔ ناگاہ میرے قصد اور ارادہ کے بغیر قریب سے ایک منادی نے مجھے پکارا کہ "لا اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے تجھے اس گہرے سمندر سے نجات دوں گا"
اور ظاہر ہے کہ ڈوبتا ہُوا شخص تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے کیونکہ وہ پریشانی و تشویش میں مبتلا ہے اور میرا تو یہ حال تھا کہ اپنے پیارے فریادرس طبیب (اعلیٰحضرت حاجی صاحبؒ) سے کئی دریا پار پڑا تھا (پس اُس ندا کی طرف جُھک گیا) مگر باوجود اس کے مَیں نے بزرگوں کی اس نصیحت کو ایک دن بھی نہ چھوڑا کہ "صفا صفا لے لو گدلا گدلا چھوڑ دو" پھر جب میری سعی نے ندا کنندہ کی خاک بوسیٔ نعلین تک مجھ کو پہنچا دیا اور ان کی خدمت میں حاضر ہُوا تو مَیں نے بیعت کی تجدید کر لی اس امید پر کہ شاید مافات کی مکافات ہو جائے۔ جب واپس ہُوا ہوں تو پیاس بڑھی ہُوئی پائی اور قریب تھا کہ دھوکہ کھاؤں) سپید ریت کو رکا ہُوا پانی سمجھ جاؤں اور مَیں نے آپ کو دیکھا کہ سوائے حیرت و توحش ہوتی اور تنگدلی و دہشت کے کچھ نہ پایا تب مَیں نے اپنے محبوب کو سارا حال لکھ دیا۔ دل سے یوں عرض کیا میرے مرشد میرے مولی کے انیس میری دُنیا کے مربیّ! دین کے اے جائے پناہ! میرے فریادرس مجھ پر ترس کھاؤ کہ مَیں آپ کی حُب کے سوا رکھتا نہیں توشہ راہ۔ خلق فائز ہو سبھا آپ سے اور مَیں حیران۔ رحم کی ہادی سن اب تو ادھر کو بھی نگاہ۔ میرے سردار! (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ ۱۵۲ پر)

مکتوب نمبر ۱۶۴ : حضرت گنگوہی

اما بعد[۱] حمداللہ علیٰ نوالہ۔ والصلوۃ علیٰ رسولہ محمد وآلہ۔ فقد وصلت صحیفتکم الی۔ وقرأت رقیمتکم علی۔ حتی تبینت معذرتکم لدی۔ فحبالکم ان اجبتم طریق السنۃ۔ ولاشقاق بیننا بعد ذاک ولاظنہ۔ غیرانی اسمع منکم ترتکبون اموراہی

(بقیہ حاشیہ صد ۱۵۱ سے) خدا واسطے کچھ تو دیجئے۔ آپ معطی ہیں مرے میں ہوں سوالی اللہ۔"

پس اعلحضرت نے میری معذرت قبول فرمائی اور مدد کی اور محبت و بزرگی کے ساتھ لیا اور سلامتی کے کنارہ پر لا کھڑا کیا جس کے سبب بہ شوق میں نے اس طرح نغمہ سرائی کی اور بہ ذوق یہ ابیات پڑھیں ؎

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند — واندراں ظلمت شب آب حیاتم دادند
کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں — خاک اوگشتم وچندیں درجاتم دادند
ڈس لیا عشق کی ناگن نے کلیجہ میرا — کون منتر پڑھے اور کس سے رکھوں جان کی آس
ہاں وہ جاناں کہ مری جان ہے جس پر قرباں — جھاڑنا جانتا ہے رکھتا ہے تریاق کو پاس

اور میں بخدا راضی ہوا۔ اللہ کو رب سمجھنے سے اور اسلام کو دین بنانے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ماننے اور اپنے شیخ حضرت امداد اللہ کو عالم کامل مرشد اور ولی اور آپ کو اسے ہمارے آقا رہبر اور ہدایت یاب سمجھنے سے، سو جو کچھ عرض ہوا یہ ہے میرا قصہ اور حقیقت الامر جو بخدا عین صدق اور محض حق ہے جس میں نہ جھوٹ ہے نہ افترا، اور نہ دھوکہ ہے نہ مزاح۔ پس اے میرے سردار اللہ واسطے میرا عذر اپنے اخلاق سے قبول فرما اور کان بھی نہ لگائیے کسی بدگو عیب چیں چغلخور کی طرف۔ مجھے اپنی جماعت سے ہرگز خارج نہ سمجھئے۔ میں تو واقعی اُمید رکھتا ہوں کہ آپ کے ساتھ محشور ہوں گا۔ قیامت کے دن ولیکن میری ہمت اُس کی متحمل نہیں ہوسکتی کہ کھلم کھلا (ندا کنندہ) کی مخالفت کرنے لگوں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارتبہ ہو۔ پس اس کو ایذا پہنچانی موجب ذلّت وخسارہ بن جائے۔ اس میں شک نہیں کہ میں اس کو مستحق ملامت گروہ میں سمجھتا ہوں ولیکن امامت کا منصب نہیں (کہ روک سکوں) ہاں اپنے نفس پر میں نے لازم سمجھ لیا ہے کہ جو طریق سنت وکتاب اللہ کے مخالف ہو اس کا انکار بالائے ممبر اور اندرونِ محراب کرتا رہوں اور میری مصلحت اس کی مقتضی ہے کہ یہ راز مخفی رہے تاکہ مجھے کوئی ضرر یا شر نہ پہنچے اور اسی کی آپ کی جناب سے اور نیز خطوط کے پڑھنے والے سے امید بھی ہے۔ کیا عجب ہے کہ حق تعالیٰ اس کے بعد کوئی بات پیدا فرمادیں اور یہ راز آشکارا ہوجائے۔ مجھے سرتاپا انتظار تصور فرمادیں کہ بس کا کہ آنحضرت کے مجھ سے راضی ہوجانے کا مژدہ مجھ تک پہنچے۔ حق تعالیٰ سدا راضی رہیں ہم سے اور آپ سے اور تمام مسلمانوں سے بطفیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے۔"

۲۹ر ذی قعدہ ۱۳۱۴ھ

[۱] جواب حضرت مولانا قدس سرہٗ :-
" اللہ کی عطاؤں پر اُس کی حمد اور اُس کے رسولؐ اور آل رسول پر صلوٰۃ کے بعد مطالعہ فرمادیں۔ آپ کا (بقیہ حاشیہ اگلے صد ۱۵۳ پر)

عندی بدعۃ ۔ ولعلکم لم تظنوہا داخلۃ فی تلک الشرعۃ۔ لکن ہذا من مثلکم بعید۔ ولیس العرض عن سبل الاسلاف برشید۔
واما بادرۃ البیعۃ۔ ثم التدارک عنہا بالرجعۃ۔ فما احمد ہذا العود واحسن لولا انکم تبتم سراواتیتم الذنب بالعلن ۔
مع ان التوبۃ۔ علی حسب الحوبۃ۔ کیف وانتم ممن یقتدی بہ فی دیارۃ حتی ان بیعتکم ہذہ زادتہ بہجۃ فی امصارہ ۔
وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا واجر من عمل بہا الی یوم القیامۃ ومن سن سنۃ سئیۃ فعلیہ
وزرہا ووزر من عمل بہا الی یوم القیمۃ وقال ومن وقر صاحب بدعۃ فقداعان علی ہدم الدین فاخاف ان یؤل الیکم وزر
ہذا التضلیل۔ ہذا وانتم اعلم بکم واللہ علی مانقول وکیل ۔

۵ر ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ ہجری

(بقیہ حاشیہ صد ۱۵۲ سے آگے) خط پہنچا مضمون پڑھا۔ آپ کی معذرت ظاہر ہوئی۔ مجھے آپ سے محبت ہوئی کہ آپ نے طریق سُنت کو محبوب سمجھا۔ اب تو مجھ میں آپ میں کوئی امر خلاف اور بد گمانی کا رہا ہی نہیں بجز اس کے کہ میں سُنتا ہوں آپ چند امور ایسے اختیار کئے ہوئے ہیں کہ جو میرے نزدیک درست نہیں اور شاید آپ بھی اُن کو شریعت میں داخل تو نہ سمجھتے ہوں گے تاہم آپ جیسے شخص سے اتنا بھی بعید ہے" اپنے بزرگوں کے طریق سے روگردانی کرنے والا صاحب رشد وخلف رشید نہیں ہے۔ اب رہا (اُس شخص سے) بیعت میں جلدی کرنا اور پھر اُس سے رجوع کے ساتھ اس کی تلافی، سو اس کو میں پسند نہیں کرتا کہ گناہ تو اعلانیہ ہو اور توبہ خفیہ، یہ ظاہر ہے کہ توبہ حسبِ گناہ ہونی چاہیئے۔ بھلا یہ پوشیدہ توبہ کیونکر کافی ہو سکتی ہے درانحالیکہ اس شخص کے اطراف بلاد میں لوگ آپ کا اقتدار کرتے ہیں حتیٰ کہ آپ کی بیعت نے اُن اطراف میں اُس شخص کی رونق بڑھا دی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں :

"جس نے کسی طریق مستحسن کی بنا ڈالی تو اُس کو اس کا بھی اجر ملے گا، اور جو بھی اس طریق پر عمل کرے گا سب کا اجر اُس کو حاصل ہو گا اور جس نے کسی بُرے طریق کی طرح ڈالی تو اس پر اُس کا بھی گناہ ہے اور ان سب کا وبال اُس کی گردن پر ہے جو آئندہ اس پر عمل کریں گے۔"

نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :-

"جس شخص نے بدعتی کی توقیر کی اُس نے دین کے منہدم کرنے میں اعانت کی۔"

پس مجھے تو اس کا اندیشہ ہے کہ دُوسروں کو گمراہ بنانے کا گناہ آپ پر نہ ہو۔ بغور سوچئے اور آئندہ آپ اپنے حال سے زیادہ واقف ہیں۔

واللہ علی مانقول وکیل

۵ر ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ

دُوسرا مکتوب : از حضرت تھانویؒ

بحضور لامع النور مخدوم و مطاع نیاز مندان دامت فیوضہم و بر کاتہم۔ بعد تسلیم خادمانہ عرض ہے والا نامہ ۸ ر ذی الحجہ کو شرفِ صدور لایا معزز و ممتاز فرمایا۔ قلب حزیں کو تسلی ہوئی۔ اب تک اس سوچ میں کہ کیا عرض کروں جواب میں تاخیر ہوئی مگر چونکہ اظہارِ مرض میں شرم کرنے سے معالجہ بگڑتا ہے اس لئے کچھ عرض کرنا ضروری معلوم ہُوا جن دو امروں کی نسبت حضور نے ارشاد فرمایا وہ بہت صحیح اور بجا ہے فی الواقع مجھ کو اُن میں ابتلاء ہُوا۔ اب حضور کے الطاف و اخلاق کے وثوق پر دونوں امر کی نسبت بے تکلف اپنے خیالات ظاہر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ اُمید ہے کہ اُس میں غور فرما کر جو حکم میری حالت کے مناسب ہو صادر فرمایا جائے۔ خدا کی قسم! میں جو کچھ لکھتا ہوں محض استشارۃً و استرشاداً لکھتا ہوں۔ نعوذ باللہ طالب علمانہ قیل و قال مقصود نہیں اور میں سچے دل سے پکا وعدہ کرتا ہوں کہ بعد حصول شفاء قلب جس طرح حکم ہو گا اُس میں ہر گز حیلہ و عُذر نہ ہو گا۔ اُمید ہے کہ میری بے تکلفی کو معاف فرمایا جائے کیونکہ بدوں اظہار اپنے جمیع ما فی الضمیر کے جواب شافی نہیں ہوتا ؎

چندانکہ گفتیم غم با طبیباں ‌‌‌‌ ‌ درماں نہ کردند مسکین غریباں

ما حال دل را با یار گفتیم ‌ ‌ نتواں نہفتن درد از طبیباں

امرِ اول شرکت بعض مجالس کی۔ الحمد للہ مجھ کو نہ غلو و افراط ہے نہ اُس کو موجب قرب سمجھتا ہوں مگر توسع کسی قدر ضرور ہے اور منشاء اس توسع کا حضرت قبلہ و کعبہ کا قول و فعل ہے مگر اُس کو حجتہ شرعیہ نہیں سمجھتا بلکہ بعد ارشاد اعلیٰ حضرت کے خود بھی میں نے جہاں تک غور کیا اپنے فہم ناقص کے موافق یوں سمجھ میں آیا کہ اصل عمل تو محل کلام نہیں ہے البتہ تقییدات و تخصیصات بلا شبہ محدث ہیں۔ سو اس کی نسبت یوں خیال میں آیا کہ ان تخصیصات کو اگر قربت و عبادت مقصودہ سمجھا جاوے تو بلا شک بدعت ہیں اور اگر محض امور عادیہ مبنی بر مصالح سمجھا جاوے تو بدعت نہیں بلکہ مباح ہیں۔ گو مباح کبھی بوجہ واسطہ عبادت بن جانے کے لغیرہ عبادت سمجھ لیا جاوے۔ چنانچہ بہت سے مباحات کی یہی شان ہے اور میرے فہم ناقص میں تخصیصات طرق اذکار و اشغال اسی قبیل سے معلوم ہوئیں جو کہ اہلِ حق میں بلا نکیر جاری ہیں۔ کوئی معتد بہ فرق تامل سے بھی نہ معلوم ہُوا۔ ہاں اُن تخصیصات کو کوئی مقصود بالذات سمجھنے لگے تو اُن کے بدعت ہونے میں بھی کلام نہ ہو گا۔

اس کے ساتھ ایک اور خیال بھی آیا کہ گو اس صورت میں یہ بدعت اعتقادی نہ ہو گا مگر اس کا اہتمام و التزام بدعت عملی تو ہو گا لیکن خصوصیات طرق ذکر اس میں بھی ہم پلہ معلوم ہوئے۔ تیسرا اور خیال ہُوا کہ گو ایسے فہیم آدمی کے حق میں بدعت نہ ہو گا مگر چونکہ عوام کو اس سے شُبہ اس کی ضرورت یا قربت کا ہوتا ہے اُن کے حفظ عقیدہ کے لئے یہ واجب الاجتناب ہو گا مگر اس کے ساتھ ہی یہ احتمال ان تخصیصات اذکار میں بھی نظر آیا کہ اکثر عوام اس طریق کی خصوصیات کو بہت ضروری سمجھتے ہیں اور علماً و عملاً اُن کا پُورا التزام کرتے ہیں مگر اُن کا خیال خواص کے

فعل میں مؤثر نہیں سمجھا جاتا۔
چوتھا خیال ایک اور پیدا ہوا کہ سب کچھ سہی مگر یہ خصوصیات بعض قواعد و اصول فقہ حنفی کے خلاف معلوم ہوتے ہیں مگر یہی امر ان خصوصیات اعمال و اشغال میں بھی معلوم ہوا بلکہ ذکر جہر وغیرہ تو امام صاحبؒ کے قول کے صریح خلاف ہے۔ مگر باوجود ان سب قصوں کے جب خصوصیات طرق سلوک شائع و ذائع ہیں تو اس سے یوں سمجھ میں آیا کہ تخصیص وہی بدعت ہوگی جو عقیدۃً ہو اور التزام بھی وہی ممنوع ہوگا جس کے ترک پر شرعی حیثیت سے ملامت ہو اور عوام کا شبہ خواص کے حق میں اس عمل کو بدعت نہ بناوے گا اور بعض اصولِ حنفیہ کی مخالفت شرع کی مخالفت نہ سمجھی جائے گی۔
ان خیالات کے ذہن نشین ہونے سے ان خصوصیات کے انکار میں کمی پیدا ہوئی۔ اس کا مرتبہ فروع و مسائل اختلافیہ کا سا آنے لگا مگر اس کے ساتھ ہی نہ کسی دن ان اعمال کی وقعت ذہن میں آئی نہ خود رغبت ہوئی نہ اوروں کو ترغیب دی بلکہ اگر کبھی اس قسم کا تذکرہ آیا تو یہی کہا گیا کہ اولیٰ یہی ہے کہ خلافیات سے بالکل اجتناب کیا جاوے مگر جس جگہ میرا قیام ہے وہاں ان مجالس کی کثرت تھی اور بے شک ان لوگوں کو غلو بھی تھا۔ چنانچہ ابتدائی حالت میں اس انکار پر میرے ساتھ بھی لوگوں نے مخالفت کی مگر میں نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ تین چار ماہ گزرے تھے کہ حجاز کا اول سفر ہوا تو حضرت قبلہ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ اس قدر تشدد و انکار مناسب نہیں ہے جہاں ہوتا ہو انکار نہ کرو جہاں نہ ہوتا ہو ایجاد نہ کرو اور اس کے بعد جب میں ہند کو واپس آیا تو طلب کرنے پر شریک ہونے لگا اور یہ عزم رکھا کہ ان لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی جاوے۔ چنانچہ مختلف مواقع و مجالس میں ہمیشہ اس کے متعلق گفتگو کرتا رہا اور جتنے امور اصل عمل سے زائد تھے سب کا غیر ضروری ہونا اور ان کی ضرورت کے اعتقاد کا بدعت ہونا صاف صاف بیان کرتا رہا حتیٰ کہ اس وقت میرے رائے میں ان کا عقیدہ بعض کا عین توسط پر بعض کا قریب توسط کے آپہنچا مگر بوجہ قدامت عادت کے عمل کے ارتفاع کی امید نہیں ہے۔ عدم شرکت میں اس اصلاح کی ہرگز توقع نہ تھی۔ ایک غرض تو شرکت سے میری یہ تھی۔
دوسرے میں نے وہاں دیکھا کہ وعظ میں لوگ کم آتے ہیں اور ان مجالس میں زیادہ اور ہر مذاق اور ہر جنس کے چنانچہ ان مجالس میں مواقع اُن کے پند و نصائح اور اصلاح عقائد و اعمال کا بخوبی ملا اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی اپنے عقائد فاسدہ و اعمال سئیہ سے تائب و صالح ہو گئے۔ بہت روافض سُنّی ہو گئے۔ بہت سے سود خوار و شرابی و بے نماز وغیرہم درست ہو گئے۔ غرض اکثر حصہ وعظ ہوتا تھا دوسرا بیان برائے نام۔
تیسرے میں نے دیکھا کہ وہاں بدوں شرکت ان مجالس کے کسی طرح قیام ممکن نہیں۔ ذرا انکار کرنے سے وہابی کہہ دیا۔ درپے تذلیل و توہین زبانی و جسمانی کے ہو گئے اور حیلہ و بہانہ ہر وقت ممکن نہیں یہ تو ممکن ہے اور کرتا بھی ہوں کہ فیصدی نوّے موقع پر عذر کر دیا اور دس جگہ شرکت کر لی اور شرکت بھی اس نظر سے کہ ان لوگوں کو ہدایت ہوگی اور یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب سے دوسرے مسلمانوں کے فرائض و واجبات کی

حفاظت ہو تو اللہ تعالیٰ سے اُمید تسامح ہے۔ بہرحال وہاں بدوں شرکت قیام کرنا قریب بمحال دیکھا اور منظور تھا وہاں رہنا۔ کیونکہ دنیوی منفعت بھی ہے کہ مدرسہ سے تنخواہ ملتی ہے اور بفضلہٖ تعالےٰ وعظ وغیرہ کے بعد تو لینے کی مطلقاً میری عادت نہیں ہے باوجود اصرار کے صاف انکار کر دیتا ہوں مگر تنخواہ ضرور لیتا ہوں اور دینی منفعت بھی میرے زعم میں تھی اور اب بھی ہے بلکہ روزافزوں ہے۔ کیونکہ تعلیم و تدریس و وعظ وغیرہ کا سلسلہ جاری ہے۔ ان منافع کی تحصیل کی غرض سے منظور تھا کہ قیام کروں اور بدوں شرکت قیام دشوار تھا۔ اس ضرورت سے بھی شرکت اختیار کی لیکن ان سب اسباب و ضرورت کے ساتھ بھی اگر کسی دلیل صحیح و صریح سے مجھ کو ثابت ہو جاتا کہ اس کی شرکت موجب ناراضی اللہ تعالیٰ و رسولؐ کی ہے تو لاکھ ضرورتیں بھی ہوتیں سب پر خاک ڈالتا۔ بفضلہٖ تعالےٰ بہت سے منافع مالیہ کو اسی وجہ سے خیرباد کہہ چکا ہوں۔ توسع رائے کے اسباب اوپر معروض ہو چکے ہیں۔ بہرحال میرے خیال میں یہ امور خلافِ اولیٰ ضرور ہیں مگر بمصالح دینیہ ان کے فعل میں گنجائش نظر آتی ہے اور عوام کی اصلاح بھی ساتھ ساتھ واجب سمجھتا ہوں اور اپنی وسعت کے موافق کرتا بھی رہتا ہوں۔

اور اس کے ساتھ ایک خیال اور بھی ہوا اور وہ بہت نازک بات ہے وہ یہ کہ اگر یہ شرکت بالکل اللہ اور رسولؐ کی رضا کے خلاف ہے تو حضرت قبلہ کے صریح ارشاد کی کیا تاویل کی جاوے بلکہ اہلِ علم کے اعتقاد و تعظیم و تعلق و ارادت سے عوام کا ایہام ہے۔ اس سے ہنڈپھر کر یہی اطمینان ہوتا ہے کہ شرعاً گنجائش ضرور ہے۔ یہ خلاصہ میرے خیالات و حالات کا تھا۔ اب حضور جیسا ارشاد فرماویں۔ اگر اس میں بالکل گنجائش نہیں ہے تو میں آج ہی تعلق ملازمت کو قطع کر دوں گا۔ رزاقِ حقیقی حق سبحانہ تعالیٰ ہے قیامت میں کوئی کام نہ آوے گا مگر اس صورت میں حضرت قبلہ و کعبہ کے ساتھ شرعاً کیا تعلق رکھنا چاہیئے اور حضرت کے قول و فعل کو کیا سمجھنا چاہیئے اور اگر تھوڑی بہت گنجائش ہو خواہ عموماً یا خاص میری حالت جزئی کی مصلحت سے تو اُس گنجائش سے تجاوز نہ کیا جائے گا اور اُس کے کتمان کا حکم ہوگا تو انشاء اللہ تعالےٰ عمر بھر اُس کا انتساب حضور حضرت کی طرف میری زبان و قلم سے نہ نکلے گا۔ غرض جس طرح حضور کا ارشاد ہوگا انشاء اللہ تعالےٰ بسر و چشم منظور ہوگا اور شاید کچھ شبہ پیدا ہو تو بے تکلف اس کے مکرر پیش کر دینے کی اجازت کا خواہاں ہوں۔

امرِ دوم میرے تعلق سے عوام کا معتقد ہو جانا مجھ کو چند بار اس امر میں اندیشہ سخت ہوا مگر جہاں تک میں نے سوچا شاید بمشکل دو تین آدمی ایسے نکلیں گے جن کو اس وجہ سے اعتقاد ہوا، ورنہ خود اپنی رائے سے بعض عوام معتقد ہو گئے قبل میرے تعلق کے۔ جن لوگوں کو مجھ سے حسن ظن تھا اُنہوں نے اس روایت ہی کی تکذیب کی اور جن کو کچھ احتمال سے ہوا بھی سو وہ مجھ سے بدگمان ہوئے اُن سے نیک گمان نہیں ہوئے اور زیادہ وہی لوگ معتقد ہیں جن کو عمر بھر بھی مجھ سے کچھ تعلق عمومی یا خصوصی نہیں ہوا۔ اب جہاں تک غور کرتا ہوں بالتعیین عدم قابلیت کے اعلان میں بہت سے مفاسد نظر آتے ہیں۔ اوّلاً اب تک اکثر لوگ اس تعلق کی تکذیب کرتے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے نہ اس کا مشاہدہ کیا نہ معتبر ناقل سے ان کو یہ خبر پہنچی۔ ایک آدھ غیر معتبر عامی اس کے ناقل ہیں جن

کی اکثر لوگ تکذیب کرتے ہیں اور میں نے ہمیشہ اس کا کتمان کیا اگر اعلان رجوع کا کیا جاوے تو مرجوع عنہ کا اقرار لازم آتا ہے۔

دوسرے چونکہ اس اعلان میں صورۃً اُن کی اعانت ہے اس لئے اندیشہ ہے کہ اس میں زیادہ شور وشر پھیل جاوے جس کا اثر معلوم نہیں اجانب واقارب میں کہاں تک پہنچے۔ اس لئے یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک خط توبے تعلقی کی اطلاع کا اُن کو لکھ دیا جائے۔ وہ خود اگر اس کا اظہار کر دیں تو اس میں کوئی فتنہ نہ ہوگا کیونکہ اگر اظہار کیا جائے گا تو اُس عنوان میں میری اہانت کی جاوے گی اور فتنہ کا احتمال اُن کی اہانت میں ہے اور دوسرے لوگوں کے اطلاع کا یہ طریق ہو کہ تعیین بلا اعلان ہو جاوے اور اعلان بلا تعیین خفیۃً اطلاع کر دی جائے اور عام مجمع میں بطور قاعدہ کلیہ کے شرائط اہلیت بیعت کے بیان کر دیئے جائیں کہ جس شخص میں فلاں فلاں امور پائے جائیں وہ قابلِ بیعت ہے ورنہ نہیں۔ چنانچہ بندہ نے دونوں امر کا اہتمام کیا ہے اور بھی زیادہ کرنے کا ارادہ ہے۔ چنانچہ جمعہ گذشتہ میں بندہ نے یہ مضمون بہت تفصیل سے بیان کیا ہے اور شرائط بیعت کو تبلا کر تمثیلاً حضور والا کا اسم گرامی بھی بتلا دیا کہ جس شیخ کی ایسی شان ہو اُس کا غلام بننا چاہیئے ورنہ اجتناب چاہیئے۔

اس مضمون کو مکرر بھی بیان کرنے کا ارادہ ہے اور خاص طور پر بالتعیین بعض سے کہا جاتا ہے بعض سے کہنا باقی ہے بلکہ یہ فکر ہے کہ جو لوگ اپنی رائے سے بھی معتقد ہو گئے ہیں اُن کو بھی جہاں تک قدرت ہو سمجھایا جاوے۔ چنانچہ بعض مواقع پر کامیابی ہوئی بلکہ یوں خیال ہے کہ خود صاحب تعلق کو بھی بذریعہ خط امور حقہ پہنچائے جائیں اور دعا بھی کی جاوے۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح یہ تعلق سِرّاً ہُوا ہے قطع تعلق بھی سِرّاً ہو جاوے اور جس قدر اُس میں جہر و اعلان ہُوا ہے قطع تعلق میں بھی جہر و اعلان ہو جاوے بلکہ طریق مذکور میں جہر و اعلان کسی قدر زیادہ ہی ہے۔ اس صورت میں مقصود بھی حاصل ہو جاوے گا اور فتنہ بھی نہ ہوگا ورنہ بہت سے خلجانات معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن اگر شرعاً یہ طریق کافی نہ ہو اور مشاق و متاعب کا برداشت کرنا ضروری ہو تو بفضلہ تعالےٰ اللہ و رسول کی تحصیل رضا میں مجھ کو یہ سب کچھ گوارا ہے۔ اگر اللہ و رسول ناراض رہے تو جان و مال و آبرو کو کیا چولہے میں ڈالوں گا۔

احقر نے بلا تکلف اپنا مافی الضمیر پورا پورا حضور میں عرض کر دیا اب حضور ان مضامین میں اور میرے مصالح دنیویہ واخرویہ میں خوب غور فرما کر ارشاد فرماویں۔ مَیں ہندوستان میں بجز حضور والا کے کسی عالم یا درویش پر اطمینان کامل نہیں رکھتا نہ کسی کو اپنا خیر خواہ سمجھتا ہوں نہ کسی سے اس قدر عقیدت و محبت ہے۔ حضور کی سختی کو اوروں کے لطف پر ترجیح دیتا ہوں۔ گو ان امور کا عرض کرنا گستاخی سے خالی نہیں۔ مگر اللہ جانے ولولہ قلبی اس عرض کا باعث ہے۔ آج کل بحصول رخصت وطن میں ہوں بوجہ حجاب اور نیز بایں خیال کہ مشافۃً اس قدر انبساط ممکن نہ تھا حاضری سے قاصر رہا۔ ۲۲ر تاریخ کو اپنے مدرسہ چلا جانے کا

ارادہ ہے۔ اگر ۱۹ر کو بھی جواب تحریر فرمایا جاوے تو یہاں مل سکتا ہے ورنہ مدرسہ میں اب آخر عرض ہے کہ اگر کوئی مضمون خلاف مزاج والا معروض ہوا ہو تو معاف فرمایا جائے۔ دوسرے توقف جواب سے شاید حضور کو انتظار کی تکلیف ہوئی ہو اُس کو عفو فرمایا جاوے۔ زیادہ حد ادب والسلام خیر ختام۔ فقط

۱۳ر ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ

مکتوب نمبر ۱۶۵ : از حضرت گنگوہیؒ

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفا عنہ۔ بعنایت فرمائے بندہ مولوی محمد اشرف علی صاحب دام مجدہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا عنایت نامہ بجواب نیاز نامہ بندہ کے پہنچا۔ اُس وقت میرے پاس کوئی سنانے والا نہ تھا اور ہر کسی کو اُس کا دکھانا مناسب نہ جانا۔ بعد مدت کے مولوی محمد صدیق گنگوہی گڑھی سے یہاں آئے۔ اُس خط کے سرنامہ کو دیکھ کر انھوں نے اس کے دیکھنے کی خواہش کی چونکہ وہ بھی محرم راز تھے اُن سے بندہ نے پڑھوا کر سُنا مگر موقع جواب کا اُس وقت نہ ملا بانتظار مولوی محمد یحییٰ صاحب کے کہ وہ اُس وقت اپنے گھر گئے ہوئے تھے اُس خط کو اُٹھا رکھا جب وہ گنگوہ آئے تو آج دوسری محرم کو اُس کا جواب لکھواتا ہوں۔

مکرما امر اول کے باب میں آپ کو جو کچھ اشتباہ واقع ہوا ہے وہ دو امر ہیں :-

امر اول اشغال طرق مشائخ علیہم الرضوان۔ امر ثانی اشارہ جناب مرشد طال بقاؤہ۔ لہٰذا ہر دو امر کے باب میں بندہ کچھ لکھتا ہے سو آپ بغور ملاحظہ کریں کہ اشغال مشائخ کی قیود و تخصیصات جو کچھ ہیں وہ اصل سے بدعت ہی نہیں اُس کو مقیس علیہ ٹھہرانا سخت حیرانی کا موجب ہے۔ خاص کر تم جیسے فہمیدہ آدمی سے کیونکہ تحصیل نسبت اور توجہ الی اللہ مامور من اللہ تعالیٰ ہے۔ اگرچہ یہ کلی مشکک ہے کہ ادنیٰ اس کا فرض اور اعلیٰ اُس کا مندوب اور صدہا آیات و احادیث سے مامور ہونا اُس کا ثابت ہے اور طرح طرح کے طرق و اوضاع سے اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ خاص حق تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے گویا ساری شریعت اجمالاً وہی ہے کہ جس کا بسط بوجہ طول ناممکن ہے۔ اگر آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ ہر آیت و ہر حدیث سے وہی ثابت ہوتا ہے۔ پس جس چیز کا مامور بہ ہونا اس درجہ کو ثابت ہے اُس کی تحصیل کے واسطے جو طریقہ مشخص کیا جاوے گا وہ بھی مامور بہ ہوگا اور ہر زمانہ اور ہر وقت میں بعض موکد ہو جاوے گا اور بعض غیر موکد۔ لہٰذا ایک زمانے میں یہ صوم و صلوٰۃ و قرآن و اذکار مذکورۂ حدیث اس مامور بہ کی تحصیل کے واسطے کافی و وافی تھے۔ اُس زمانہ میں یہ اشغال بایں قیود اگرچہ جائز تھے مگر اُن کی حاجت نہ تھی۔ بعد چند طبقات کے جو رنگ نسبت کا دوسری طرح پہ بدلا اور طبائع اُس اہل طبقہ کی بسبب بُعد زمانِ خیریت نشان کے دُوسرے ڈھنگ پر آگئیں تو یہ اوراد اُس زمانہ کے اگرچہ تحصیل مقصود کر سکتے تھے مگر بدقت و دشواری۔ لہٰذا طبیبانِ باطن نے کچھ اُس میں قیود بڑھائیں اور کمی و زیادتی اذکار کی کی۔ گویا کہ حصولِ مقصود ان قیود پہ موقوف ہو گیا تھا لہٰذا ایجادِ بدعت نہ ہوا بلکہ اگر کوئی ضروری

کہہ دیوے تو بجا ہے۔ کیونکہ حصولِ مقصود بغیر اس کے دشوار ہوا اور وہ مقصود مامور بہ تھا اُس کا حاصل کرنا بمرتبۂ خود ضروری تھا۔ پس گویا قیود مامور بہ ہوئیں نہ بدعت۔

بعد اس کے دوسرے طبقہ میں اسی طرح دوسرا رنگ بدلا اور وہاں بھی دوبارہ تجدید کی حاجت ہوئی ثُمّ وثُمّ۔ جیسا کہ طبیب موسم سرما میں ایک علاج کرتا ہے کہ وہ علاج موسم گرما میں مفید نہیں ہوتا بلکہ حصولِ صحت کو بعض اوقات مضر ہو جاتا ہے اور باعتبار اختلاف زمانہ کے تدبیر علاج اول دوسرے وقت میں بدلی جاتی ہے جو معالجات کو سو برس پہلے ہمارے مُلک کے تھے اور جو مطب کہ کتب سابقین میں لکھے ہوئے ہیں اب ہرگز وہ کافی نہیں اُن کا بدل ڈالنا کتب طب کے اصل قواعد کے موافق ہے اگرچہ علاج جزوی کے مخالف ہو۔ پس اس کو فی الحقیقت ایجاد نہ کہا جاوے گا بلکہ تعمیل اصل اصول کی قرار دی جاوے گی۔

دوسری نظیر اعلاء کلمۃ اللہ ہے جس کو جہاد کہتے ہیں بتامل دیکھو کہ طبقہ اولیٰ میں تیر اور نیزہ اور سیف بلکہ پتھر بھی کافی تھا ملاحظہ احادیث سے آپ کو معلوم ہے اور اس زمانہ میں استعمال اُن آلات کا سراسر مضر اور ایجاد توپ اور بندوق اور تارپیڈو کا واجب ہو گیا کیونکہ تحصیل اعلاء کلمۃ اللہ بدوں اس کے محال۔ اب ان ایجادات کو نہ کوئی بدعت کہہ سکے اور نہ تشبہ بکفار کہہ کر حرام بنا سکے بلکہ اُس کو فرض اور واجب اور مامور بہ کہنا ہوگا کیونکہ تحصیل مقصود اس پر موقوف ہی ہو گئی ہے۔ پس یہ بھی مامور بہ ہو گیا علیٰ ہذا القیاس اشغال کا حال ہے۔ میں تعجب کرتا ہوں کہ آپ نے اشغال کو کیسے مقیس علیہ بنا لیا۔ اس واسطے کہ مقیس علیہ ضروری اور مامور بہ اور مقیس نہایت سے نہایت مباح اور کسی وجہ سے موقوف علیہ کسی امر مندوب کا بھی نہیں بلکہ بعض امور اُس میں حرام اور مکروہ پھر اس کو اُس پر قیاس کرنا آپ جیسے آدمی سے کس طرح موجبِ حیرانی نہ ہو۔ لہٰذا اس آپ کے قیاس کو اس پر حمل کیا جائے کہ آپ نے بدعت کے مفہوم کو ہنوز سمجھا ہی نہیں۔ کاش ایضاح الحق الصریح آپ دیکھ لیتے یا براہین قاطعہ کو ملاحظہ فرماتے یا یہ کہ تسویل نفس و شیطان ہوئی اُس پر آپ بدوں غور عامل ہو گئے۔ اب اُمید کرتا ہوں کہ اگر آپ غور فرمائیں گے تو اپنی غلطی پر مطلع و متنبہ ہو جاویں گے۔

اور امر ثانی کے باب میں اگرچہ سردست آپ کو بوجہ فرطِ عقیدت و محبت کے ناگوار گزرے اور اس بندہ کو گستاخ و بے ادب تصور کرو مگر حق کہہ دینے سے مجھے یہ امر مانع نہیں وہ یہ ہے کہ بندہ جو حضرت شیخ سے بیعت ہوا ہے اور جتنے اہل علم ذی فہم قدیم سے بیعت ہوتے رہتے تھے اور ہوتے رہے ہیں تو باوجود علم غیر عالم سے جو بیعت ہوئے تو اس خیال سے بیعت ہوئے اور ہوتے ہیں کہ جو کچھ اُستادوں سے کتب دینیہ میں اُنہوں نے پڑھا اور علم حاصل کیا کسی شیخ عارف سے اُس علم کو علم الیقین بنا لیویں تا کہ عمل کرنا نفس کو اُس علم پر سہل ہو جاوے اور معلوم مشہود بن جاوے علیٰ حسب استعداد اس واسطے کوئی بیعت نہیں ہوا اور ہوتا کہ جو کچھ ہم نے پڑھا ہے اُس کے صحت و سقم کو کسی شیخ غیر عالم سے پڑتال لیں اور احکام محققہ قرآن و حدیث کو اُس کے قول سے مطابق کر لیں کہ جس کو وہ غلط فرما دیں اُس کو آپ غلط مان لیں اور جس کو صحیح کہیں اُس کو صحیح رکھیں کہ

یہ خیال سراسر باطل ہے۔

پس اگر کسی کا شیخ کوئی امر خلاف امر شرع کے فرماوے گا تو اُس کا تسلیم کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ خود شیخ کو ہدایت کرنا مُرید پر واجب ہوگا کیونکہ ہر دو کا حق ہر دو پر ہے اور شیوخ معصوم نہیں ہوتے اور جب تک شیخ کسی مسئلہ کو جو بظاہر خلاف شرع ہو بدلائل شرعیہ قطعیہ ذہن نشین نہ کر دے مُرید کو اُس کا قبول کرنا ہرگز روا نہیں اس کی نظیریں احادیث سے بکثرت ملتی ہیں ایک نظیر بیان کرتا ہوں اُس پر غور کیجئے۔

جب واقعہ مسیلمہ میں قرآء بہت سے شہید ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ذھابِ کَثِیْرٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کا ہُوا انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کا مشورہ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعد مباحثہ بسیار قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قبول فرمایا اور اُس کا استحسان اُن کے ذہن نشین ہو گیا اور دونوں کی رائے متفق ہو گئی اور سنیت بلکہ وجوب مقرر ہو گیا اور پھر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس امر کے واسطے فرمایا تو باوجود اس بات کے کہ شیخین رضی اللہ عنہما زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے علم و فضل میں بہت زیادہ تھے اور صحبت اُن کی بہ نسبت زید کے طویل تھی اور اُن کے باب میں حکم عام شارع علیہ السلام سے ہو چکا تھا کہ :

اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر۔ رواہ البخاری

"اقتدا کیجیو اُن کا جو میرے بعد (جانشین) ہوں گے یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کا۔" روایت کیا اس کو بخاری نے ۱۲

معہذا زیدؓ نے چونکہ اس امر کو محدث سمجھا تو یہی فرمایا :

کیف تفعلون شیئًا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

اور اُن کے کہنے کو ہرگز تسلیم نہ کیا کیونکہ ایجاد بدعت اُن کے نزدیک سخت معیوب تھا اور شیخین کو معصوم نہ جانتے تھے لہٰذا مناظرہ شروع کر دیا مگر جس وقت حضرات شیخینؓ نے اُن کو سمجھا دیا اور سنیت اس فعل کی زیدؓ کو ثابت ہو گئی تو اُس وقت بہ دل و جان قبول کر کے اُس کی تعمیل میں مصروف ہو گئے۔ بخاری کو تم نے خود پڑھا پڑھایا اور دیکھا ہے زیادہ کیا لکھوں ؟

پس ایسا بدست شیخ ہو جانا کہ مامور و منہی کی کچھ تمیز نہ رہے یہ اہلِ علم کا کام نہیں لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق یہ امر بھی عام ہے اس سے کوئی مخصوص نہیں اور اگر کسی عالم نے اُس کے خلاف کیا ہے تو بسبب فرطِ محبت کے اور جنون عشقیہ کے کیا ہے سو وہ قابل اعتبار کے نہیں اور ہم لوگ اپنے آپ کو اس درجہ کا نہیں سمجھتے

ع بمی سجادہ رنگیں کن اگر پیر مغاں گوید

اُنہی لوگوں کی شان میں ہے اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ کہ مجلس سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے مجتنب رہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ "فعل مشائخ سنت نباشد" آپ نے سُنا ہوگا اور حضرت

---

[1] کیونکر کرو گے ایسا کام جس کو نہیں کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ - مؤلف

سلطان المشائخ کا اس پر یہ فرمانا کہ " نصیر الدین درست کہتا ہے تصدیق تحریر بندہ کی کرتا ہے۔ وہ امر بہت باریک ہے جو آپ نے لکھا ہے اُس کے جواب میں اسی قدر کافی ہے۔ اسی واسطے مشائخ اپنے مریدین علماء سے مسائل دین کی تحقیق کرتے رہتے تھے اور کرتے رہے ہیں اور اپنی معلوماتِ مخالفہ سے تائب ہو جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت نے غذائے رُوح میں قصہ اُس عارف کا جو غار میں رہتا تھا اور ٹکیہ موم کی آنکھ میں اور بتی نجاست کی ناک میں رکھتا تھا لکھا ہے کہ انہوں نے مرید کے اس کہنے سے کہ اس صورت میں نماز نہیں ہوتی اپنی نمازوں کا اعادہ کیا اور اس مسئلہ کو قبول کیا۔

اور خود بندہ کو یہ واقعات پیش آئے ہیں کہ جناب حضرات حاجی صاحبؒ و حافظ صاحبؒ جو پہلے سے مولوی شیخ محمد صاحب سے مسائل دریافت کر کے اُن پر عامل تھے بندہ کے کہنے سے کتنے مسائل کے تارک ہو گئے اور واللہ کہ حافظ صاحبؒ نے یہ کلمہ میرے سامنے فرمایا کہ " ہم کو بہت سے مسائل میں ہمیشہ دھوکہ رہا " پس چونکہ بندہ ابتدائے صحبت سے خوکردہ ایسی عادات کا ہے اور فرطِ محبّت و عقیدت سے عاری حضرت کے ارشاد کو جو بسبب تصدیق کرنے قول بعض مریدین بدفہم یا کم فہم کے اور مریدین خود غرض بدنام کنندہ پیران کے بحسن ظن خود صحیح سمجھ گئے ہیں سر دست قبول نہیں کرتا بلکہ حضرت کو معذور جان کر خطا سے بری سمجھتا ہوں۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: من افتی بغیر علم فاثمہ علی من افتاہ۔

لہٰذا حضرت کو معذور و بری جان کر اُن خود غرضوں کو آثم اور ضال و مضل و مکتسب امتعہ دنیویہ در پردۂ دین یقین کرتا ہوں اور واللہ باللہ کہ تم پر خاصۃً ہرگز مجھے یہ گمان نہیں ہے بلکہ تم کو جو کچھ پیش آیا ہے بفرط عقیدت واقع ہوا ہے۔ پس تم کو بھی اس امر میں معذور سمجھتا ہوں اور تمہارے واسطے دعائے خیر کرتا ہوں اگرچہ میں تمہارا شاکی بھی ہوں مگر یہ شکوہ میرا بوجہ محبت کے ہے کیونکہ شکوہ اپنوں کا ہی ہوتا ہے غیروں سے کسی کو شکوہ نہیں ہوتا امر اول کا جواب تمام ہو چکا۔

امر ثانی کے باب میں جو کچھ آپ نے تدبیریں لکھی ہیں اُس میں بندہ کچھ دخل نہیں دیتا جس طرح مناسب

لہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

" جس نے فتوےٰ دیا بلا علم کے پس اُس کا گناہ اُس شخص پر ہے جس نے فتویٰ دیا تھا "

مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ بایں وجہ معذور اور خطاء سے بری تھے کہ کسی دوسرے مفتی کے فتوے پر عمل فرماتے تھے۔ پس اس کا گناہ تو مفتی مولوی پر ہوا نہ کہ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر۔"

عاشق الٰہی - ۱۲

جانو اور مصلحت سمجھو اُس کی تدبیر کرو۔ غرض خلق خدا کو مبتدع کے پنجہ سے بچانا منظور ہے جس طرح حاصل ہو اور جو تشدد کہ موجب فساد ہو اُس سے بچنا مناسب ہے۔

اس مرتبہ کے مواعظ و بیانات آپ کے جو تھانہ بھون ہوئے اُن کو سن سنکر بندہ بہت خوش ہوا اور تمہارے واسطے دعائے خیر کرتا ہوں۔ فقط

اس تحریر میں اگر کوئی آپ کو شبہ ہو تو اُس کے اظہار کی اجازت ہے ہرگز شرم نہ کریں بندہ ہرگز ناخوش نہ ہوگا۔ اگر مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہوگی تو بشرطِ فہم اس کے قبول کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ

۵ر محرم الحرام

تیسرا خط از حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ

از کمترین خدام محمد اشرف علی صاحب۔ بعالی خدمت سراپا برکت دستگیر درماندگان رہنمائے راہ گم گشتگان حضرت مولانا الحاج الحافظ المولوی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم۔ بعد تسلیم نیاز خادمانہ التماس ہے کہ والانامہ عین انتظار میں شرفِ صدور لایا۔ حضور نے جو اس نادان ناکارہ کی دستگیری فرمائی اگر ہر بُن مو سے اس کا شکر ادا کروں تو محال ہے پس بجز اس کے کیا عرض کروں۔

ع شکر نعمت ہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو

بالخصوص کلمات محبت وشفقت آمیز سے جو کچھ مسرت وطمانینت ہوئی شاید عمر بھر بھی کبھی مجھ کو میسر نہیں ہوئی اللہ تعالےٰ حضور کی ذات اقدس کو بایں افادہ ہم نیازمندوں کے سر پر سلامت رکھے۔ چونکہ حضور کے دربار سے مکرر استفسار کی اجازت عطا ہوئی ہے اس لئے بہت ادب سے پھر اپنے بعض خیالات بغرض استشفا عرض کرتا ہوں۔

امرِ اول میں ارشاد عالی اچھی طرح سمجھ میں آگیا مگر ابھی اس قدر شبہ باقی ہے کہ مقیس کو اگر ذریعہ حصول ایک امر مامور بہ کا کہا جاوے تو ممکن ہے یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف کرنا اور آپ کی محبت وعظمت کا دل میں جگہ دینا ضرور مامور بہ ہے۔ زمان سابق میں بوجہ شدت ولہ وولع خود جا بجا پر چا بھی رہتا تھا اور عظمت ومحبت سے قلوب بھی لبریز تھے۔ بعد چندے لوگوں کو ذہول ہوا محدثین رحمہم اللہ تعالےٰ نے آپ کے اخلاق وشمائل ومعجزات وفضائل جدا گانہ مدوّن کئے تاکہ اُس کے مطالعہ سے وہ غرض حاصل ہو۔ پھر یہی مضامین بہئیت اجتماعیہ منابر پر بیان کئے جانے لگے۔ پھر اہلِ ذوق نے اور کچھ قیود وتخصیصات جن میں بعض سے سہولت عمل مقصود تھی۔ بعض سے ترغیب سامعین بعض سے اظہار فرح وسرور، بعض سے توقیر وتعظیم اس ذکر وصاحب ذکر کی منظور تھی بڑھا لی مگر مطمحِ نظر وہی حصول حب وتعظیم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رہا گو کہ حصول حب وعظمت کا توقف اس ہیئتِ خاصہ پر بمعنیٰ لولاہ لامتنع عقلاً ثابت نہیں مگر یہ توقف مقیس علیہ میں بھی نہیں وہاں بھی توقف بمعنی ترتب ہے یا لولاہ لامتنع عادتاً سو اس کی گنجائش مقیس میں بھی ہے کیونکہ ترتب تو ظاہر ہے اور عندالتامل امتناع عادی ہی

ہے گو اس قدر فرق بھی ہے کہ یہ امتناع مقیس علیہ میں باعتبار اکثر طبائع کے ہے اور مقیس میں باعتبار بعض طبائع کے۔ چنانچہ دیار و امصار شرقیہ میں بوجہ غلبہ الحاد و دہریت یا کثرت جہل و غفلت یہ حال ہے کہ وعظ کے نام سے کوسوں بھاگتے ہیں اور ان محافل میں یا بوجاہت میزبان یا اور کسی وجہ سے آ کر فضائل و شمائل نبویہ اور اس ضمن میں عقائد و مسائل شرعیہ سُن لیتے ہیں۔ اس ذریعہ سے میرے مشاہدہ میں بہت لوگ راہِ حق پر آ گئے ورنہ شاید اُن کی عمر گزر جاتی کہ کبھی اسلام کے اصول و فروع اُن کے کان میں بھی نہ پڑتے اور اگر توقف سے قطع نظر کیا جاوے تب بھی ترتب یقیناً ثابت ہے سو جواز کے لئے یہ بھی کافی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور کا ارشاد ہے کہ اُس زمانے میں یہ اشتغال بایں قیود اگرچہ جائز تھے مگر ان کی حاجت نہ تھی انتہی

اس سے معلوم ہُوا کہ جو چیز ذریعہ تحصیل مامور بہ کا ہو خواہ وہ محتاج الیہ ہو یا نہ ہو جائز ہے سو ذریعہ ہونا اس کا تو بہت ظاہر ہے۔ سامعین کے قلوب اُس وقت آپ کے احترام و عظمت و شوق و عشق و ادب و توقیر سے مملو و مشحون ضرور نظر آتے ہیں۔ البتہ اس میں جو امور مکروہ و حرام مخلوط ہو گئے ہیں وہ واجب الترک ہیں۔ چنانچہ احقر ہمیشہ سے اس میں ساعی ہے اور رہا۔ بعض اصلاحیں جو کئی ماہ وعظ میں تفصیلاً بیان کی گئی تھیں بعض لوگوں نے اختصار کے ساتھ اُسے چھاپ کر شائع بھی کر دیا تھا۔ ملاحظہ کے لئے مرسل ہیں۔

بفضلہ تعالےٰ سب نے اس کو تسلیم کیا اور اکثروں نے عمل بھی کیا۔ سو ایسے امور مکروہہ مقیس علیہ میں بھی بہت سے شامل ہو گئے ہیں جن کی اصلاح واجب ہے اور انشاء اللہ تعالےٰ اس کے متعلق بھی ایک رسالہ عنقریب لکھ کر حضور کے ملاحظہ میں بنظر اصلاح پیش کروں گا۔ دُعا کا امیدوار ہوں کیونکہ جہلاء صوفیاء کے سبب زندقہ کی بہت ترقی ہو رہی ہے سو اب تک مقیس و مقیس علیہ میں اچھی طرح سے فرق سمجھ میں نہیں آیا۔ براہین میں بدعت کی تعریف دیکھ لی۔ وہ ماشاء اللہ تعالےٰ بالکل مقبول و صحیح ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ تمام معروضات میں وہ پیش نظر رہا کرے گی۔

دوسرا امر جو متعلق اتباع شیوخ کے ارشاد ہُوا ہے الحمدللہ کہ میرا اعتقاد کبھی اس کے برخلاف نہیں ہُوا۔ امر ناجائز شیخ کے فرمانے سے کبھی جائز نہیں ہو سکتا۔ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق پر ایمان و ایقان ہے مگر اتنا ضرور میرے خیال میں ہے کہ اگر مختلف فیہ مسئلہ میں شیخ کامل کسی شق کا حکم کریں اُس کا اتباع اقل درجہ جائز ہے، تین شرط سے:

اوّل[1] یہ کہ اُس مسئلہ میں دلائل و قواعد شرعیہ سے اختلاف کی گنجائش ہو۔

دوسرے[2] یہ کہ شیخ گو عالم اصطلاحی نہ ہو مگر نورانیت قلب و شرح صدور و سلامت فہم رکھتا ہو جس سے یہ توقع ہو کہ اُس میں ایک شق کے ترجیح دینے کی قابلیت ہے بالخصوص جبکہ شیخ کے مسئلہ کے متعلق دونوں حکم متعارض پیش کئے جاویں اور دلائل جانبین کے بھی ذکر کر دیئے جائیں اور پھر وہ ایک شق کو ترجیح دیں۔

تیسرے[3] یہ کہ مرید کو بھی خواہ دلیل سے یا تصرف شیخ سے شرح صدر ہو جاوے سو احقر کے نزدیک مسئلہ متکلم فیہا

ہیں یہ سب امور موجود ہیں۔ یعنی بوجہ اس کے کہ ایک جمِ غفیر اُس کے جواز کی طرف گئے ہیں مختلف فیہ و مجتہد فیہ معلوم ہوتا ہے اور حضرت شیخ مدظلہٗ کے فہم میں اس قدر قوت ضرور سمجھ رہا ہوں کہ قولین متعارضین کے پیش ہونے کے بعد ایک جانب کو ترجیح دے سکیں اور مجوّزین سے حضرت صاحب مدظلہٗ کو گو حسنِ ظن ہے مگر میں تو خود مشاہدہ کر آیا ہوں کہ اُن میں سے کوئی بھی حضرت شیخ کی نظر میں خدام والا کی برابر مقبول و منظور و مبصر و محقق نہیں۔ بار ہا اس قسم کے تذکرے آئے۔ حضرت صاحب خدام والا کی نسبت "نعمتِ عظمیٰ و غنیمتِ کبریٰ اور ہندوستان میں عدیم النظیر" وغیرہ وغیرہ الفاظ ارشاد فرماتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ "خدام والا کے جمیع احکام و فتاویٰ محض للّٰہیت پر مبنی ہیں"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو خود اس مسئلہ میں شرحِ صدر ہے اور اس کو باصرار فرماتے ہیں اور دوسرے قول پر انکار بھی نہیں فرماتے ہیں اور مخاطب کو حضرتؒ کے ارشاد سے اطمینان بھی ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں اتباع کو اب تک جائز سمجھا ہوا ہوں، یہ اظہار تھا ما فی الضمیر کا۔

احقر نے بہت کوشش کی ہے کہ تمام عریضہ میں کسی مضمون میں مناظرہ کا رنگ نہ آنے پائے محض استفادہ و استشارہ مقصود ہے۔ شاید بلا قصد کہیں ایسا ہو گیا ہو تو حضور کے مکارمِ اخلاق اور مراحمِ اشفاق سے امید ہے کہ انما الاعمال بالنیات[1] پر نظر فرما کر معاف فرمایا جاوے۔ حضور نے جو محبت کے ساتھ شکوہ فرمایا ہے اُس پر اُسی قدر مسرور ہوں جیسے کہ بنی مسلمہ و بنی حارثہ آیۃ واذ همت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیهما کے نزول پر۔ اللہ تعالیٰ حضور کی برکت سے ہم بے راہوں کو راہ پر لگا دے۔ انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے باب میں خصوصاً و عموماً سعی کی جاوے گی۔ دُعا سے مدد فرمائیے۔ مواعظ پر حضور نے اپنی خوشنودی کا مژدہ ارشاد فرمایا۔ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ حضور کی رضا کو دلیلِ قبول و وسیلۂ نجات سمجھتا ہوں۔ خدا کرے صدورِ خطاء پر بھی حضور ہم خدام سے کبھی ناخوش نہ ہوں بلکہ تنبیہ فرماویں۔

بخدمت جناب کاتب صاحب کہ غالباً مولوی محمد یحییٰ صاحب ہیں سلامِ شوق قبول ہو۔ اگر کوئی اور صاحب ہوں تو اسمِ گرامی سے مطلع فرماویں۔ میں خط سے نہیں پہچان سکا۔ باقی خیریت ہے۔ والسلام مع الاکرام

از کانپور ۸ رمحرم الحرام یوم الخمیس ۱۳۱۵ھ ہجری

مکتوب نمبر ۱۶۶ : از حضرت گنگوہیؒ

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا آپ نے جو شبہ مساوات کی مقیس و مقیس علیہ میں لکھا ہے موجبِ تعجب ہے مگر بمقتضائے حبك الشئی یعمی و یصم ایسے شبہات کا ورود عجیب نہیں بغور

---

[1] اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔

دیکھو کہ مقیس علیہ خود ذکر ہے کہ مطلق ذکر ماموربہ کا فرد ہے اور اُس کے ملاحظات و ہیئات یا ذکر ہیں یا وہ امور ہیں کہ نص سے اُن کی اصل ثابت ہے۔

پس وہ ملحق بالسنۃ ہیں اور بضرورت موقوف علیہ مقصود کے تخصیص اور تعیین اُن کی کیفیت اور عوام تو کیا خواص میں بھی صدہا میں معدود شخص عامل ہیں۔ لہٰذا عوام کے ضرر سمجھ جانے کا وہاں محل نہیں اور مقیس میں جو قیود مجلس ہیں بعض موہم شرک ہیں اور بعض امور در اصل مباح مگر بسبب اشاعت ہر خاص و عام کے ملوث بدعت ہو کر ممنوع ہو گئے کہ عوام اُن کو ضروری بلکہ واجب جانتے ہیں اور مجالس مولود میں جس قدر عوام کو دخل ہے خواص کو نہیں اور یہ قیود مذکورہ غیر مشروعہ موقوف علیہ محبت کے ہر گز نہیں آپ خود معترف ہیں۔ پس اس کو مقیس علیہ کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟ اور داعی عوام کو سماع ذکر کی طرف ہونا اُس وقت تک جائز ہے کہ کوئی منع شرعی اس کے ساتھ لاحق نہ ہو ورنہ رقص و سرود زیادہ تر دواعی ہیں اور روایات موضوعہ زیادہ تر موجب محبت گمان کی جاتی ہیں۔

پس کون ذی فہم بعلت دعوۃ عوام ان کا مجوز ہو جائے گا یہ جواب آپ کی تقریر کا ہے کہ سماع ذکر ولادت بہیئت کذائیہ کو آپ موجب الدیا[1] محبت تصور کر رہے ہے اور بذریعہ غیر مشروع کے تحصیل محبت کی اجازت دیتے ہیں ورنہ فی الحقیقت جو امر خیر کہ بذریعہ نامشروعہ حاصل ہو وہ خود ناجائز ہے اور جو کچھ بندہ کا مشاہدہ ہے وہ یہ ہے کہ مولود کے سُننے والے اور مشغوف مجالس مولود صدہا ہوتے ہیں کہ اُن میں ایک بھی سُنت کا متبع اور محب نہیں ہوتا اور عمر بھر مولود سننے سے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و محبت سُنت ذرہ بھر بھی اُن کے دل میں پیدا نہیں ہوتی بلکہ بے اعتنائی عبادات اور سُنن سے بعید اُن کے جی میں آجاتی ہے اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ آپ کی محفلِ میلاد خالی ہے جملہ منکرات سے اور کوئی امر نامشروع اس میں نہیں ہے تو دیگر مجالس تمام عالم کی تو سراسر منکر ہیں اور یہ فعل آپ کا اُن کے لئے مؤید ہے اور یہ فعل مندوب آپ کا جب مُغوی خلق ہُوا تو اس کے جواز کا کیسے حکم کیا جاوے گا۔ اگر حق تعالیٰ نے نظرِ انصاف بخشی تو سب واضح ہے ورنہ تاویل و شبہات کو بہت کچھ گنجائش ہے۔ مذاہبِ باطلہ کی اہلِ حق نے بہت کچھ تردید کی مگر قیامت تک بھی اُن کے شبہات تمام نہ ہوں گے۔ فقط

امر ثانی میں سُنئے کہ حضرت اعلیٰ کا ارشاد پانچ چھ سال پہلے یہی تھا کہ "نفس ذکر جائز اور قیود بدعت" چنانچہ اس قسم کی تحریرات اب بھی موجود ہیں مگر بعد حضور مجوّزین کے جو تحقیق ہُوئی ہے خلاصہ اُس کا ہفت مسئلہ میں آپ نے خود لکھا ہے کہ جناب حضرت مدظلہٗ مجوّزین و مانعین ہر دو کی تصویب فرما رہے ہیں حالانکہ ایک مسئلہ جزئیہ عملیہ جو مجتہدین میں مختلف فیہ ہے عند اللہ حق اُس میں ایک ہی ہے اور دوسرا غلط تو کشف سے اگر صاحب کشفِ حق

---

[1] گمراہ کنندہ - ۱۲ ؞

ایک جانب کو حق جان لیوے تو دوسری جانب کو حق نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ کشفاً ایک ہی حق ہوتا ہے۔ پس دونوں کی تصویب اور ایک کے ترجیح کے کیا معنی سوائے اس کے کہ دونوں جانب علماء تصور فرما کر اس مسئلہ کو مختلف فیہ خیال فرمایا اور اُس کو مسئلہ فرعیہ تصور فرمایا۔ حالانکہ یہ مسئلہ اعتقادیہ ہے۔ اگرچہ بادی النظر میں مسئلہ فرعیہ خیال کیا جاتا ہے۔ اور مسئلہ اعتقادیہ میں حق ایک ہی ہوتا ہے ظاہر میں بھی مثل باطن کے اسی واسطے اہل اہوا اگرچہ صدہا علماء ہیں اُن کی کثرت پر نظر نہیں ہوتی اور مسئلہ مختلف فیہا نہیں کہا جاتا اور حضرت اعلیٰ وجہ ترجیح کو خود ہی تحریر فرماتے ہیں۔ آپ نے اپنے قلم سے لکھا ہے کہ ان قیود کو بدعت ہی نہیں سمجھا کیونکہ فرماتے ہیں کہ "بدعت وہ ہے کہ غیر دین کو دین میں داخل کیا جاوے"۔ اور اس پر حدیث "من احدث فی امرنا ہذا" الخ کو دلیل لائے ہیں۔ اس سے صاف واضح ہے کہ یہ ترجیح کشفی نہیں ہے۔

باقی یہ بات کہ ترجیح اعلحضرت کی صحیح نہیں اس کو میں نہیں لکھتا اگرچہ یہ اصل اُن کی صحیح ہے مگر اندراج اس جزئیہ کا اس اصل میں صحیح نہیں ہے آپ تامل کریں گے تو واضح ہو جاوے گا۔ اور اس مسئلہ کو مختلف فیہا و مجتہد فیہا سمجھنا تم سے تعجب ہے۔ کیونکہ وہ مسئلہ مختلف فیہا بظاہر دونوں طرف صواب ہوتا ہے کہ مجتہد مطلق یا مقید یا علماء راسخین ملحق بہم میں مختلف فیہ ہُوا اور عوام علماء کا اختلاف مسئلہ کو مجتہد فیہ نہیں بناتا بلکہ اُس میں ایک ہی جانب حق ہوتی ہے کہ جو موافق قانون شریعت کے ہو اور دُوسری رائے باطل ہوتی ہے۔ فقط

اور یہ جو کچھ بندہ نے لکھا ہے اگر میں بھی یہ کہنے لگوں کہ مَیں نے بھی کشفاً اس کو معلوم کر لیا ہے تو بجا ہے مگر میرا مُنہ اس کلمہ کے کہنے کا نہیں ہے اور چونکہ آپ کو بحسن عقیدت اس کے خلاف شرح صدر ہو گیا ہے تو امید ہے کہ کسی کا لکھنا یا کہنا آپ کو مفید نہ ہو گا۔ البتہ اس میں شک نہیں کہ ہم نے اہل مولود میں سے آج تک کسی کو متبع سُنت نہیں دیکھا۔ فقط والسلام

مورخہ ۱۲ محرم ۱۳۱۵ھ ہجری

چوتھا مکتوب: از مولانا الحافظ الحاج المولوی اشرف علی صاحب مدت فیوضہ

از احقر خلق محمد اشرف علی عفی عنہ بخدمت سراپا برکت حضرت مولانا مقتدانا سیدنا الحافظ الحاج المولوی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم۔ پس از تسلیمات مقرون باآلاف التکریم واصناف التعظیم معروض آنکہ والانامہ موجب اعزاز و افتخار ہوا۔ اپنی کج فہمی پر حضور کے اشفاق کو کہ برابر تفہیم فرماتے ہیں دیکھ کر نہایت شرماتا ہوں اور شرم سے دوبارہ عرض کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ مگر حضور کی اجازت پر اس سے پہلے عریضہ میں اپنے شبہات کو پیش کیا تھا لیکن اس والانامہ کا یہ مضمون (اور چونکہ آپ کو بحسن عقیدت اس کے خلاف شرح صدر ہو گیا ہے تو اُمید ہے کہ کسی کی تحریر آپ کو کافی نہ ہو گی) کسی قدر موہوم تکدر خاطر خدام والا ہُوا۔ اعوذ باللہ من غضب اللہ وغضب رسول اللہ وغضب ورثۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی وجہ سے کچھ عرض کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی کئی روز

اسی شش و پنج میں گزر گئے۔ مگر آخر میں یہ رائے ہوئی کہ انما شفاء العی السوال بے عرض کئے ہوئے کیسے دل صاف ہوگا اور یہ خیال ہوا کہ اب تک اس شرم ہی شرم میں شبہات پیدا ہو گئے۔ اگر پہلے سے تھوڑی جرأت کی جاتی تو یہ نوبت کاہے کو آتی؟ اس وجہ سے پھر عرض کرنے کی ہمت ہوئی لیکن اس کے ساتھ ہی یہ التماس ہے کہ اگر میرا عرض کرنا خدام والا کو ذرہ بھر بھی موجب تکدر ہو تو بے تکلف صراحۃً فرما دیا جاوے میں انشاء اللہ بلا حجت اتباع کروں گا۔ کیونکہ احقر اپنی نسبت حضور سے ایسی سمجھتا ہے کہ جیسے مقلد کی نسبت مجتہد سے اور اگر اجازت ہوگی تو عرض کر سکوں گا۔

احقر بقسم کہتا ہے کہ میرے قلب میں تو نہ اس عمل کی محبت ہے نہ اُس کے ساتھ شغف، بلکہ میں خود اس کے ترک کو افضل و اولیٰ سمجھتا ہوں۔ چنانچہ اسی قسم کے امور کی بنا پر جلسہ ہائے دستار بندی کا اہتمام ترک کر دیا گیا اور اُس مضمون کو چھاپ کر شائع بھی کر دیا مگر یہاں کے مجموعی حالات کے مقتضی ایسے ہیں کہ مخالفت کرنا سخت دشوار و موجب فتنہ ہے اور اس موقع پر ہر قسم کے لوگ مواعظ بھی سُن لیتے ہیں۔ منکرات کی اصلاح بھی اس طرح سے سہل ہے شریک ہو جاتا تھا مگر جب ہی تک کہ اس کو جائز سمجھا جائے۔ اسی واسطے جو شبہات دل میں آئے معروض ہوئے اور اُن سے مقصود محض حصول شفاء ہے کہ جس سے مجھ کو بفضلہ تعالےٰ جلدی امید اور متعصبین کو تو دل سے طلب حق مقصود نہیں ہوتی اس لئے اُن کو عمر بھر حق کا پتہ نہیں لگتا۔ میں تو ہر نماز کے بعد دل سے دُعا مانگتا ہوں اھدنا الصراط المستقیم الخ ربنا لا تزغ قلوبنا الخ اللھم ارنا الحق حقا الخ تنہائی میں بیٹھ کر سوچا کرتا ہوں کہ حق کیا ہے؟ میرے اختیار میں بجز طلب و توجہ الی اللہ و سوال علماء محققین اور کیا ہے؟ آئندہ اللہ تعالےٰ کو اختیار ہے اور توبہ توبہ میں کیا میرا شرح صدر کیا؟ اور حضور کے جن کمالات کا مجھے اعتقاد ہے اُن کے روبرو کشف کیا چیز ہے؟ جس کی تصدیق میں مجھ کو تردد ہو آپ کے ارشاد کو بدل و جان تصدیق کرتا ہوں مگر بمقتضائے حدیث "انما شفاء العی السوال" اس وقت پھر کچھ عرض کرتا ہوں۔

امر ثانی میں تو مجھ کو اجمالاً یوں اطمینان و شفاء کامل ہو گئی کہ اعلیٰحضرت مدظلہم کی معرفت جس قدر حضور کو ہے ہم لوگوں کو قیامت تک بھی نصیب نہ ہوگی اُس میں کلام طویل کرنا خدام والا کو پریشان کرنا ہے۔ اب صرف امر اوّل رہ گیا سو مقیس و مقیس علیہ میں واقعی یہ فرق تو ہے کہ مقیس علیہ کے عامل خواص میں بھی کم ہیں۔ اگرچہ اس وقت مدعیوں نے عوام جہلاء میں بھی یہ قصہ پھیلا دیا ہے اور وہ بھی بُرے عقیدوں کے ساتھ مگر پھر بھی مقیس کی برابر شیوع نہیں اور یہ بات بھی ہے کہ عاملان مقیس میں متبعان سنت کم ہیں اگرچہ اس کی وجہ سوء تعلیم بیان کرنے والوں کی ہو مگر خیر کچھ سہی قلت ضرور ہے اور یہ امر بھی یقینی ہے کہ جو امر خیر بذریعہ غیر مشروع حاصل ہو وہ امر خیر نہیں ہے اور جب قیود کا غیر مشروع ہونا ثابت ہو جاوے تو اُس کا ثمرہ کچھ ہی ہو جائز الحصول نہ ہوگا اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ مجالس منکرہ بکثرت ہوتی ہیں اور منکر کی تائید اگر غیر منکر سے ہو تو وہ بھی

سزاوار ترک ہے۔ جبکہ عندالشرع فی نفسہٖ ضروری نہ ہو۔

اب اس وقت دو امر قابلِ عرض ہیں کہ تقئید مطلق کی آیا مطلقاً ممنوع ہے یا جبکہ اُس قید کو مرتبہ مطلق میں سمجھا جاوے۔ یعنی اگر مطلق واجب تھا تو قید کو بھی واجب سمجھا جائے اور اگر وہ مندوب و موجب قرب تھا تو قید کو بھی مندوب اور موجب قرب سمجھا جاوے۔ درصورت اولیٰ تقئیدات عادیہ میں شُبہ ہوگا اور صورت ثانیہ میں جب مطلق کو عبادت سمجھا اور قید کو بناء علی مصلحۃ ما عادت سمجھا جاوے تو فی نفسہٖ اُس میں قبح نہ ہوگا۔ ہاں اگر مودی بہ فساد عقیدہ عوام ہو تو اُس میں قبح لغیرہ ہوگا۔ لیکن اگر اُس کا فاعل زبان سے اصلاح عقیدہ عوام کی بالاعلان کرتا رہے اُس وقت بھی یہ قبح رہے گا یا نہیں؟ اگر نہ رہے گا فبہا اور اگر رہے گا تو اس صورت میں بعض اعمال میں جو عوام میں شائع ہو رہے ہیں اور ظاہراً اُن کی عقیدت میں اُن کی نسبت غلو و افراط بھی ہے اور خواص کے فعل بلکہ حکم سے اور قول سے بھی اُس کی تائید ہوتی ہے اور اس کا وجوب شرعی بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں ہُوا اور عوام بلکہ بعض خواص میں اُس پر مفاسد بھی مرتب ہو رہے ہیں۔ ایسے اعمال میں شُبہ واقع ہوگا۔

مثلاً تقلید شخصی کہ عوام میں شائع ہو رہی ہے اور وہ اُس کو علماً اور عملاً اس قدر ضروری سمجھتے ہیں کہ تارک تقلید سے گو کہ اُس کے تمام عقائد موافق کتاب و سنت کے ہوں اس قدر بغض و نفرت رکھتے ہیں کہ تارکین صلوٰۃ فساق و فجار سے بھی نہیں رکھتے۔ اور خواص کا عمل و فتویٰ وجوب اس کا مؤید ہے گو خواہ اُن کی علی سبیل الغرض اتنا غلو نہ ہو اور دلیل ثبوت اس کی یہ مشہور ہے کہ ترک تقلید سے مخاصمت و منازعت ہوتی ہے جو کہ ممنوع ہے۔ سو مودی الی الممنوع ممنوع ہوگا۔ پس اس کی ضد واجب ہوگی مگر دیکھا جاتا ہے کہ بوجہ اختلاف آراء علماء و کثرت روایات مذہب واحد معین کے مقلدین میں بھی عوام کیا خواص میں مخاصمت و منازعت واقع ہے اور غیر مقلدین میں بھی اتفاق و اتحاد پایا جاتا ہے۔

غرض اتفاق و اختلاف دونوں جگہ ہے اور مفاسد کا ترتب یہ کہ اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اس قدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے اُن کے قلب میں انشراح و انبساط نہیں رہتا بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید ہو اور خواہ دوسری دلیل قوی اُس کے معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل اُس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہ ہو۔ بلکہ خود اپنے دل میں اُس تاویل کی وقعت نہ ہو مگر نصرت مذہب کے لئے تاویل ضروری سمجھتے ہیں دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کر لیں۔ بعض سنن مختلف فیہا مثلاً آمین بالجہر وغیرہ پر حرب و ضرب کی نوبت آجاتی ہے اور قرون ثلٰثہ میں اس کا شیوع بھی نہ ہُوا تھا بلکہ کیفما اتفق جس سے چاہا مسئلہ دریافت کر لیا۔ اگرچہ اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر مذہب خامس مستحدث کرنا جائز نہیں۔ یعنی جو مسئلہ چاروں مذہبوں کے خلاف ہو اُس پر عمل جائز نہیں کہ حق دائر و منحصر ان چار میں ہے مگر اس پر بھی

کوئی دلیل نہیں کیونکہ اہلِ ظاہر ہر زمانہ میں رہے ہے اور یہ بھی نہیں کہ سب اہل ہوٗ ہی ہوں۔ وہ اس نفاق سے علیحدہ رہے۔ دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہو جاوے مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہیں ہوا۔ البتہ ایک واقعہ میں تلفیق کرنے کو منع لکھا ہے تاکہ اجماع مرکب کے خلاف نہ ہو جاوے۔ باوجود ان سب امور کے تقلید شخصی کا استحسان و وجوب مشہور و معمول ہے سو اس کا قبح کس طرح مرفوع ہوگا۔ دوسرا امر یہ کہ مسئلہ متکلم فیہا کے اعتقادی ہونے کی کیا صورت ہے؟ بادی النظر میں تو فرعی عملی معلوم ہوتا ہے۔

تتمیم فائدہ کے لئے دو امر کی تحقیق اور منظور ہے کہ تشبہ منہی عنہ کی حد جامع و مانع کیا ہے؟ بعض طرق ریاضت کے مثل حبس دم وغیرہ کے اہلِ ہند کے اعمال سے ہیں۔ انگرکھا اہل ہند کے لباس سے ہے رجعت قہقری کعبہ سے وداع کے وقت اس میں تخصیص بھی ہے اور نسواں اہلِ ہند اپنے معابد کے ساتھ کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ التزام مالایلزم اعتقاد وجوب سے ممنوع ہوتا ہے یا بلا ناغہ اُس کے استمرار سے بھی گو کسی قدر صلابت و اہتمام کے ساتھ ہو التزام ممنوع ہو جاتا ہے۔ صحابی ملتزم قرأت "قل ہو اللہ احد" سے "ماحملک علی لزوم ہذہ السورۃ" دریافت فرما کر نہی نہ فرمانا دلیل تقریری جواز لزوم عمل کی معلوم ہوتی ہے۔ ان شبہات کے صاف ہونے کے بعد اُمید ہے کہ انشاء اللہ تعالےٰ حضور کو تکلیف دینے کی نوبت نہ آوے گی۔ مَیں بہت ادب سے اس جرأت کی معافی چاہتا ہوں مگر کیا کروں خدا جانے سب جگہ سے نا امید ہو کر خدام والا سے رجوع کیا ہے۔ اگر حضور بھی نااُمید کر دیں گے تو پھر کہاں جاؤں گا؟ پھر شیطان بہکاوے گا کہ اجتہاد کر پھر خرابی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو باایں فیوض و برکات سلامت باکرامت رکھے۔ آمین!

تازہ خبر حسرت اثر یہ ہے کہ کل مکہ معظمہ سے میرے ایک ملاقاتی کا خط ایک حاجی صاحب لائے ہیں لکھا ہے کہ حافظ حاجی احمد حسین صاحب امین الحجاج ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ کو رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ط اللھم ارحمھم رحمۃ واسعۃ۔ نہایت رنج ہے کئی طرح سے اوّل خود اُن کے انتقال کا رنج دوسرے اُن سے حجاج کو کس قدر نفع تھا؟ تیسرے حضرت صاحب کی تنہائی و تشویش کا چوتھے چھوٹے چھوٹے بچوں کا خیال۔ پانچویں خدا کرے رو دائع میں کوئی قصہ نہ ہو اور اعلیٰحضرت بفضلہ تعالےٰ خیریت سے ہیں مداللہ تعالےٰ ظلال فیوضھم زیادہ حدادب۔ بخدمت مولوی محمد یحییٰ صاحب کاتب خطوط و مولوی صادق الیقین صاحب اگر حاضر ہو گئے ہوں سلام مسنون۔ از کانپور۔ ۱۸ محرم ۱۳۱۵ھ ہجری

مکتوب نمبر ۱۶۷ : از حضرت گنگوہیؒ

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ خط آپکا آیا بظاہر آپ نے جملہ مقدمات محررہ بندہ کو تسلیم کر لیا اور قبول فرمالیا البتہ تقلید شخصی کے سبب کچھ تردد آپ کو باقی ہے لہٰذا اُس کا جواب لکھواتا ہوں۔ مقید بامر مباح میں اگر مباح اپنی حد سے نہ گزرے یا عوام کو خرابی میں نہ ڈالے تو جائز ہے اور اگر ان دونوں سے

کوئی امر واقع ہو جاوے تو ناجائز ہو گا۔ اس مقدمہ کو خود تسلیم کرتے ہو۔ اب تقلید کو سنو کہ مطلق تقلید مامور بہ ہے لقولہٖ تعالیٰ: فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون" اور بوجہ دیگر نصوص مگر بعد ایک مدت کے تقلید غیر شخصی کے سبب مفاسد پیدا ہوئے کہ آدمی بسبب اُس کے لاابالی اپنے دین سے ہو جاتا ہے اور اپنی ہوائے نفسانی کا اتباع اس میں گویا لازم ہے اور طعن علماء مجتہدین وصحابہ کرام اس کا ثمرہ ہے۔ ان امور کے سبب باہم نزاع بھی پیدا ہوتا ہے۔ اگر تم بغور دیکھو گے تو یہ سب امور تقلید غیر شخصی کے ثمرات نظر آئیں گے اور اس پر اُن کا مرتب ہونا آپ پر واضح ہو جائے گا۔ لہٰذا تقلید غیر شخصی اس بدنظمی کے سبب گویا ممنوع من اللہ تعالیٰ ہوگئی۔ پس ایسی حالت میں تقلید شخصی گویا فرض ہوگئی اس واسطے کہ تقلید مامور بہ کی دو نوع ہیں شخصی وغیر شخصی اور تقلید بمنزلہ جنس ہے اور مطلق کا وجود خارج میں بدوں اپنے کسی فرد کے محال ہے۔

پس جب غیر شخصی حرام ہوئی بوجہ لزوم مفاسد تو اب شخصی معین مامور بہ ہوگئی اور جو چیز کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہو اگر اُس میں کچھ مفاسد پیدا ہوں اور اُس کا حصول بدوں اُس ایک فرد کے ناممکن ہو تو وہ فرد حرام نہ ہو گا۔ بلکہ ازالہ اُن مفاسد کا اُس سے واجب ہو گا اور اگر کسی مامور کی ایک نوع میں نقصان ہو اور دوسری نوع سالم اُس نقصان سے ہو تو وہی فرد خاصتہً مامور بہ بن جاتا ہے اور اُس کے عوارض میں اگر کوئی نقصان ہو تو اُس نقصان کا ترک کرنا لازم ہو گا نہ اُس فرد کا۔

یہ حال وجوب تقلید شخصی کا ہے اسی واسطے تقلید غیر شخصی کو فقہاء نے کتابوں میں منع لکھا ہے مگر جو عالم غیر شخصی کے سبب مُبتلا ان مفاسد مذکورہ کا نہ ہو اور نہ اُس کے سبب سے عوام میں ہیجان ہو اُس کو تقلید غیر شخصی اب بھی جائز ہو گی۔ مگر اتنا دیکھنا چاہیئے کہ تقلید شخصی وغیر شخصی دو نوع ہیں کہ شخصیت وغیر شخصیت دونوں فصل ہیں، جنس تقلید کی کہ تقلید کا وجود بغیر ان فصول کے محال ہے کیونکہ یہ فصول ذاتیات میں داخل ہیں۔ پس اس کا حال قیود مجلس میلاد سے جُدا ہے، بادی النظر میں یہ دونوں یکساں معلوم ہوتے ہیں ورنہ اگر غور کیا جاوے تو واضح ہے کہ ذکر ولادت جُدا شئے ہے اور فرش وفروش و روشنی وغیرہ قیود مبحوثہ کوئی فصل ذکر کی نہیں بلکہ امور منضمہ ہیں کہ بدوں ان کے ذکر ولادت حاصل ہو سکتا ہے۔ سو ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں۔ معہذا اُوپر کے کُلیہ سے مباح منضم کا حال معلوم ہو چکا کہ جب تک اپنی حد پر ہو گا جائز اور جب اپنی حد سے خارج ہُوا تو ناجائز اور امور مرکبہ میں اگر کوئی ایک جزو بھی ناجائز ہو جاوے تو مجموعہ پر حکم عدم جواز کا ہو جاتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مرکب حلال و سے حرام ہوتا ہے یہ کلیہ فقہ کا ہے۔ مَیں اُمید کرتا ہوں کہ اس تقریر سے آپ کی اُس طویل تقریر کا جواب حاصل ہو گیا ہو گا جو آپ نے دربارہ تقلید لکھی ہے لہٰذا زیادہ بسط کی حاجت نہیں ہے کیونکہ تم خود فہیم ہو۔

اس مسئلہ کے باب عقائد میں سے ہونے کا سبب دریافت فرمایا ہے سو غور کیجئے کہ جو امور مبتدع اور محدَث ہیں اُن سب کو ناجائز اور موجب ظلمت عقیدہ کرنا واجب ہے۔ پس یہ اعتقاد کلیات میں داخل ہے۔ اگرچہ عمل اُن کا عملیات سے ہے۔ یہی وجہ ہے کُتب کلام میں جواز مسح خف وجواز اقتدا فاسق وجواز صلوٰۃ علی الفاسق وغیرہ بھی

لکھتے ہیں۔ کیونکہ گو یہ اعمال ہیں مگر اعتقاد جواز و عدم جواز اعتقادیات میں داخل ہیں۔ آپ نے تشبہ منہی عنہ کی تعریف دریافت کی ہے۔ سو تشبہ امر مذموم میں مطلقاً حرام ہے اور جو امر غیر مذموم مباح ہے وہ اگر خاصہ کسی قوم کا ہو تو بھی ناجائز اور اگر بقصد تشبہ کوئی فعل کیا جاوے تو وہ مطلقاً درست ہے سوائے اس کے اور سب درست ہے اور یہ بحث براہین قاطعہ میں بسط سے لکھی گئی ہے۔ اس میں دیکھ لیویں اور یہ بھی استطراداً لکھتا ہوں کہ شارح منیہ شرح کبیری منیہ میں جو دہلی میں چھپ گئی ہے صلوٰۃ الرغائب کی کراہت کے جو وجوہ لکھے ہیں اُن کو آپ دیکھیں کہ مجلس مولود کا حال اُس پر قیاس کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔

رہا حبس دم سو وہ فی حد نفسہ مباح ہے اور عقلاً اس میں چند منافع ہیں جذب رطوبات اور جلب حرارت اور رفع تشتت خواطر چنانچہ اطباء اس کو صراحۃً معالجہ رطوبت قلبیہ میں تحریر کرتے ہیں اور ہر عاقل اس کو جان سکتا ہے لہٰذا جوگیوں نے مورث صفائے باطن جان کر اس کو اختیار کیا اور اسلامیین نے بھی اس وجہ سے اس کو اختیار کیا، جوگیوں کا فعل ہونے کی وجہ سے نہیں لیا بلکہ عقلاً اس کو نافع سمجھ کر اختیار کیا ہے۔ اسی واسطے قادریہ وچشتیہ کے یہاں چونکہ حرارت کی ضرورت ہے۔ انہوں نے اس کو موکداً اپنے اعمال میں داخل کیا اور نقشبندیہ کے یہاں استحساناً کہ وہ حرارت کو ضروری نہیں جانتے اور بعض درجہ میں بعض وجہ سے یعنی بوجہ استحکام ذکر اس کو مستحسن سمجھتے ہیں اور سہروردیہ کے ہاں چونکہ حرارت کی مطلقاً حاجت نہیں لہٰذا اُن کے ہاں ممنوع ہے بلکہ وصول کے واسطے عدم حبس کو شرط کرتے ہیں۔

پس اس کا اختیار کرنا اس ضرورت کے واسطے ہے اور حبس خاصہ جوگ کا نہیں بلکہ یہ امر عقلی ہے کہ سب عقلاء اپنے اپنے موقع پر اُس کو کرتے ہیں اور نظیر اس کی شرع میں موجود ہے کہ تشہد میں رفع سبابہ کر کے ادامۃ النظر الی السبابہ مشروع ہے اور غض بصر تحصیل خشوع کے واسطے اور غض بصر غیر محارم سے رفع تشتت کے واسطے۔ پس اس میں تشبہ کا کیا امکان ہے یہ کوئی امر حسی نہیں اور نہ خواص کفار سے اور متضمن منافع ضروریہ کا لہٰذا اس کے جواز میں کلام نہیں ہو سکتا اور اگر کھا ہر دو فریق میں شائع ہے اس میں تشبہ نہیں ہو سکتا۔ البتہ پردہ کا فرق ہے سو اُس میں تشبہ حرام ہے علیٰ ہذا۔ رجعت قہقری خاصہ کسی قوم کا نہیں ہے۔

التزام مالا یلزم بدوں اعتقاد وجوب بھی ممنوع ہے اگر باصرار ہو اور اگر امر مندوب پر دوام ہو بلا اصرار وہ جائز ہے اور مستحب ہے بشرطیکہ عوام کو مضر نہ کرے اور اگر عوام کے اعتقاد میں نقصان ڈالے تو وہ بھی مکروہ ہے چنانچہ کتب فقہ میں سورۃ مستحبہ کا التزام مکروہ لکھا ہے اور سورہ قل ہو اللہ احد کی صورت میں جو آپ نے لکھا ہے خود ہی غور فرماؤ کہ جب اُس صحابی نے اس پر التزام کیا اور جملہ صحابہ نے اُس پر اعتراض کیا تو اعتراض صحابہ کا اس التزام پر بلا وجہ شرعی نہ تھا اسی واسطے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ امر پیش ہوا تو آپ نے صحابہؓ کو منع نہ فرمایا کہ اس امر پر کیوں اُس کے ساتھ تکرار کرتے ہو بلکہ خود اُن کو بلا کر پوچھا کہ اُن کا کہنا کیوں نہیں مانتے ہو۔ پس اگر یہ امر ناجائز و موہم نہ ہوتا تو آپ صحابہؓ کو ہی منع کر دیتے اور جب اُس شخص نے

اپنی محبت کا حال بیان کیا تو اُس وقت آپ نے اُن کو اجازت دی کی فی حد ذاتہ یہ امر جائز تھا اور فضل اُس سورۃ کا محقق تھا اور اس اجازت سے ایہام رفع ہوگیا تھا۔ کیونکہ ایہام کا غیر مشروع ہونا سب صحابہؓ پر واضح ہو گیا کیونکہ اُس وقت کے آدمی ایسے عوام کے درجہ میں نہ تھے کہ باوجود اس واقعہ کے پھر بھی اُس کو واجب جانتے اور پچھلوں کے واسطے یہ انکار صحابہؓ کا اور تقریر اُن کے انکار کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہونا حجت ہو گیا تو اس واقعہ سے کچھ شُبہ نہیں ہو سکتا۔ اس بحث کو براہین میں بسط سے لکھا ہے مگر آپ نے اُس کتاب کو دیکھا ہی نہیں۔ مَیں اُمید کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص براہین کو اوّل سے آخر تک بتدبر دیکھے تو باب بدعات میں اُس کو کوئی شُبہ نہ ہو کیونکہ اُس کے مؤلف نے اس باب میں سعی بلیغ کی ہے۔ جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ اگر آپ کو بھی بھی کوئی شُبہ ہو تو بندہ کی طرف سے اجازت ہے۔ آپ اُس کو ظاہر کریں۔ اگر گنجائش جواب ہوگی تو انشاء اللہ تعالےٰ جواب لکھوں گا ورنہ خیر مگر تحریرات بندہ کو تدبر سے محفوظ کر کے اُس کے بعد شُبہ کرنا چاہیئے۔ عوام علماء کو جو جرأت ازتکاب بدعت کی ہُوئی تو کلام اہلِ حق کے عدم فہم سے ہُوئی۔ فقط

والسلام علیکم وعلی من لدیکم ۲۵ محرم ۱۳۱۵ھ ہجری

جواب از مولانا المولوی اشرف علی صاحب ادام اللہ ظلہ‘

بوالاخدمت بابرکت قدوۃ العرفاء زبدۃ الفضلاء حضرت مولانا رشید احمد صاحب دامت برکاتہم تسلیم بصد تعظیم قبول باد۔ والا نامہ شرف صدور لایا معزز فرمایا۔ حضرت عالی کے ارشادات سے اس عمل کے جو مفاسد علمیہ وعملیہ عوام میں غالب ہیں پیشِ نظر ہو گئے اور ارادہ کر لیا کہ ہرگز ایسی مجالس میں شرکت نہ ہو گی۔ اب یہاں کی حالت عرض کر کے حکم کا انتظار ہے۔

الحمد للہ کہ مَیں یہاں نہ کسی کا محکوم ہوں نہ کسی سے مجبور۔ مگر پوری مخالفت کر کے قیام دشوار ہے۔ گو اب بھی یہاں کے بعض علماء مجھ کو وہابی کہتے ہیں اور بعض بیرونی علماء بھی یہاں آکر لوگوں کو سمجھا گئے کہ یہ شخص وہابی ہے اس کے دھوکہ میں مت آنا۔ مگر چونکہ من وجہ عوام سے موافقت عملی تھی اس لئے کسی کی بات نہ چلی۔ اب چونکہ شرکت عملی کا بھی ارادہ نہیں تو دقتیں ضرور پیش آویں گی۔ اب تین صورتیں محتمل ہیں :

ایک یہ کہ ایسے مواقع پر کوئی حیلہ کر دیا کروں گا مگر اس کا ہمیشہ چلنا محال ہے۔

دُوسرے یہ کہ صاف مخالفت کی جاوے مگر اس میں نہایت شور و فتنہ ہے جس کی حد نہیں۔ دنیوی مضرت یہ ہے کہ اس میں جہلاء عوام سے ایذاء رسانی کا اندیشہ ہے۔ دینی مضرت یہ ہے کہ اب تک جو ان لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کی گئی سب بے اثر و بے وقعت ہو جاوے گی۔ اس بدگمانی میں کہ یہ شخص تو وہابی ہے اب تک پوشیدہ رہا۔

تیسری صورت یہ کہ یہاں کا تعلق ملازمت ترک کر دیا جائے اور مَیں تو اس صورت کو بلا انتظار حکم عالی

اختیار کرلیتا۔ مگر دو امر کا خیال ہُوا۔ ایک یہ کہ خود سبب معیشت کو ترک کرنا اکثر موجب ابتلاء وامتحان ہوتا ہے کہ خدا جانے اُس کا تحمل ہو یا نہ ہو اور اموال موروثہ کا تیا پانچا پہلے سے کرچکا ہوں اور دوسری جگہ تعلق ملازمت سے اعلیحضرت منع فرما چکے ہیں اور میرا بھی دل نہیں چاہتا۔

دوسرا خیال یہ ہُوا کہ بظاہر بجز بقاء مدرسہ کا دشوار ہے اور یہاں دین کا چرچا عوام وطلباء میں اس مدرسہ ہی کے سبب ہے ورنہ عوام میں دہریت خواص میں فلسفیت کا بڑا زور تھا۔ حضور کے امر سے یہ دونوں اندیشے مرتفع ہو جاویں گے یعنی انشاء اللہ مجھ کو بھی دشواری پیش نہ آوے گی یا اگر آوے گی تو اُس کی برداشت کی قوت ہو جاوے گی۔ اور مدرسہ بھی حضور کی دُعا سے چلتا رہے گا اب جو ارشاد ہو عمل میں لاؤں۔ یہاں ربیع الاوّل والآخر میں ان مجالس کی زیادہ کثرت ہے۔ سو اگر شق ثالث کا حکم ہو تو اختتام صفر تک اس کا انتظام کرلوں۔ حقوق وغیرہ ادا کردوں۔ مدرسہ کا کوئی مناسب انتظام بتدریج کردوں۔ اور اب سے انشاء اللہ تعالیٰ کوئی نیا کام بلا استجازۃ حضرت والا کے وقوع میں نہ آوے گا اور اگر غلطی سے کوئی امر صادر ہو جائے تو بے تکلف احقر کو متنبہ فرما دیا جایا کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ امتثالِ امر میں کوتاہی نہ ہوگی۔ اب جواب عریضہ کے ساتھ اس امر سے بھی اطمینان فرما دیا جاوے کہ اب تو حضور کو کسی قسم کی ناخوشی اس خادم سے نہیں ہے۔ زیادہ حد ادب بخدمت مولوی محمد یحییٰ صاحب سلام مسنون۔

اشرف علی از کانپور ۲۹ محرم ۱۳۲۵ھ ہجری

اس کے جواب میں حضرت قدس سرہٗ نے مولانا کے اس رجوع الی الحق کا شکریہ اور اس پر شاباش تحریر تحریر فرمائی اور جواب الجواب میں مولانا مدظلہ کی طرف سے شکریہ آکر کتابت ختم ہوئی۔

ختم اللہ لنا بالحسنیٰ۔ آمین!

(از صـ ۱۱۳ ج ۱ تا صـ ۱۳۶ ج ۱)

سُلطان جہاں بیگم صاحبہ والیہ ریاست بھوپال نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی درخواست کی تھی اس پر حضرت قدس سرہٗ نے انہیں درج ذیل مکتوب تحریر فرمایا

مکتوب نمبر ۱۶۸

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ عنایت فرمائے برحال بندہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام۔ مطالعہ فرمایند! بندہ بخیریت ہے آپ کے لئے دست بدعا ہے۔ آپ کا عنایت نامہ مشتمل بر استدعائے بیعت نواب سلطان جہاں بیگم

صاحبہ کئی روز ہوئے آیا تھا مگر چونکہ بمقتضائے سن وبوجہ عروض عوارض مختلفہ میری طبیعت مضمحل رہتی ہے نیز دربارہ تحریر جواب مجھے تردد بھی تھا اس لئے تحریر جواب کی ہنوز نوبت نہ آئی تھی کہ آپ کا دوسرا عنایت نامہ بغرض تقاضائے جواب آگیا اس لئے اب جواب لکھواتا ہوں کہ بیعت دو وجہ سے کی جاتی ہے :-

ایک تو بغرض تحصیل نسبت وحصول برکات طریقت۔ اس کے لئے ایک مدت دراز مرشد کے پاس رہنا ضروری ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نہ میں وہاں آسکتا ہوں نہ بیگم صاحبہ کی یہاں تشریف آوری مناسب ہے اور بدوں اس کے یہ بیعت بے کار ہے۔

دوسری بیعت بغرض شرکت وتعلق بزرگان جس میں محض دخول سلسلہ ہوتا ہے اور اس کو اول تو بندہ کچھ مفید نہیں جانتا۔ دوسرے اس وجہ سے رئیسہ دام اقبالہا کو جو میرے حال پر نظر عنایت وتوجہ اور التفات ہوگی اُس سے مجھے سخت ندامت ہوگی۔ نیز اس کی شہرت سے اہل حاجات بھی بندہ کو روز روز تنگ کریں گے جن میں سے کسی کی سعی و سفارش مناسب ہوگی کسی کی غیر مناسب۔ پھر یہ کہ جب رئیسہ دائم اقبالہا کو میرے ساتھ محبت واخلاص ہے تو یہ تعلق واتحاد حاصل ہے۔ بااین ہمہ اگر اصرار ہو تو دو شرط سے مجھے منظور ہے۔ ایک یہ کہ میرے ساتھ قدیمی برتاؤ میں کوئی تفاوت نہ آوے اور میرے ساتھ کسی قسم کی مروت واحسان نہ ہو۔ دوسرے اس امر کا اظہار نہ ہو۔

اگر یہ دونوں امر منظور ہوں تو میں اُن کی بیعت اس امر پر قبول کرتا ہوں کہ اتباع سنت اور اجتناب بدعت کو اپنا شعار رکھیں اور حق پرستی وعدل گستری وانصاف سے رعایا پروری میں مصروف رہیں۔

والسلام ۔ (ص ۱۰۳ ج ۲)

مکتوبات ماخوذ از آپ بیتی شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا کاندھلوی قدس سرہ

طبع شدہ : معہد الخلیل الاسلامی۔ کراچی

مکتوب نمبر ۱۶۹

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۔ بعد سلام مسنون آنکہ بندہ بخیریت ہے۔ آپ کے خط سے حال دریافت ہوا۔ عرصہ کے بعد آپ کا خط آیا۔ مجھے آپ کے لئے دعائے خیر سے کیا دریغ ہے۔ آپ لکھیں یا نہ لکھیں میں اپنے احباب و متعلقین کے لئے ہمیشہ دست بدعاء رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے۔ آپ کو شاید پہلے بھی کسی وقت لکھا گیا ہو اب پھر تحریر ہے کہ آپ بعد نمازِ عشاء پانچ سو بار حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھ لیا کریں اور اللہ تعالےٰ پر بھروسہ رکھیں۔ وہی سب کا کفیل اور کارساز ہے۔ فقط والسلام

از بندہ محمد یحییٰ۔ السلام علیکم۔ آپ کی تشویش سے تشویش ہے۔ داموں کا کچھ تقاضا نہیں ہے۔ مگر اپنی عملداری میں ان دو پرچوں کی کافی تشہیر فرماویں۔ فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۷۰

بعد سلام مسنون آنکہ بندہ بخیریت ہے۔ مژدۂ عافیت باعث طمانیت ہوا میں دعاگو ہوں دعائے خیر کرتا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ چونکہ نجات اور فلاح بجز اتباعِ سنت کے میسر و نصیب نہیں ہے۔ اس لئے اتباع سنت سے چارہ نہیں ہے۔ اسی لئے بیعت کی جاتی ہے اور اسی کے واسطے تحصیل علم ہے۔ جب یہ نہیں ہے تو سب ہیچ اور بے فائدہ ہیں۔ زیادہ اس بارے میں لکھنے کی حاجت نہیں اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول اور فاتبعونی یحببکم اللہ۔ خود وارد ہوا ہے۔ فقط والسلام

از کاتب الحروف یحییٰ عفی عنہ بعد سلام مسنون

گزارش آنکہ یہ اشتہار دو چار کی نظر سے گزار دیں۔ اس میں تعلیم الدین، امداد السلوک، اتمام النعم، جزاء الاعمال نہایت مفید ہے اور ہر شخص کے دیکھنے کے قابل ہے۔ فقط والسلام

۱۷ ذی قعدہ ۱۸ھ (صفحہ ۵۲)

اس کے علاوہ آپ بیتی نمبر ۶ میں صفحہ ۳۳۰ میں مکاتیب رشیدیہ کے حوالہ سے ایک مکتوب درج ہے۔

"مکاتیب رشیدیہ" ماخوذ از مکتوبات اکابر دیوبند

مرتبہ: مولانا نسیم احمد امروہوی

ناشر: معراج بک ڈپو۔ دیوبند۔ یوپی

مکتوب نمبر ۱۷۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون ایں کہ خط آیا حال معلوم ہوا۔ بندہ دعاگو ہے اور آپ درود شریف کا التزام رکھو کہ حاجتِ دارین کے واسطے مفید ہے۔ پانچ سو بار کوئی صیغہ درود کا ہر روز پڑھ لیا کرو۔ اور بعد عشاء استغفار سو بار۔ حق تعالیٰ بہتر فرماوے گا۔ فقط والسلام۔ سب کو میرا سلام پہنچے۔

شنبہ مورخہ ۱۶ ر صفر ۱۳۰۷ھ

پتہ:۔ در دیوبند۔ بمطالعہ مولوی ضیاء الحق صاحب سلمہٗ

شنبہ ۱۶ ر صفر۔ بندہ رشید احمد عفی عنہ از گنگوہ

مکتوب نمبر ۱۷۲

۷۸۶

برادرم محمد ضیاء الحق سلمہٗ۔ السلام علیکم

بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ بے شک مولوی صاحب کا (مدینہ منورہ) چلا جانا تمہارے واسطے سخت صدمہ ہے۔ بندہ دعاگو ہے۔ دعا خیر سے ہرگز دریغ نہیں۔ مگر مولوی صاحب کا آنا بعد حج اب مناسب نہیں۔ بدیں وجہ کہ معاملہ کوٹھی کا اب تک صاف نہیں ہوا۔ اگر وہ آگئے تو یقین کرتا ہوں کہ ایک غوغا قائم ہو جاوے گا اور خود وہ اسی وجہ بھی خفیہ نکل گئے ہیں کہ سوائے اس کے کوئی مفر ان کو نہ ملا۔ دوسرے یہ کہ وہ دیوبند سے بوجہ معاملاتِ خانگی اس قدر رنجیدہ اور تنگ ہو کر نکلے ہیں کہ آپ کو سب ظاہر ہے۔ ایسے حالات میں ان کا جلد آنا اور پھر اسی بھڑکتی آگ میں پڑنا مناسب معلوم نہیں ہوتا اور جو سب اپنے حضرت سلمہٗ حضرت سلمہٗ کی خدمت میں ظاہر فرماویں گے تو یقین کرتا ہوں حضرت سلمہٗ بھی اجازت قیامِ عرب دیدیں گے۔ لہٰذا

تحریر بندہ کی بے سود محض معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا بندہ اس باب میں لکھے گا۔ آپ مطمئن رہیں۔ فائدہ ہو یا نہ ہو۔ فقط والسلام ۔ سب کو میرا سلام کہہ دیں۔ فقط

بندہ رشید احمد عفی عنہ از گنگوہ

۱۴ رمضان ۱۳۰۸ھ

مکتوب نمبر ۱۷۳

۷۸۶

برادرم محمد ضیاء الحق سلمہٗ ۔ از بندہ رشید احمد عفی عنہ

بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ بندہ بعافیت ہے۔ آپ کا خط آیا۔ حال دریافت ہوا۔ بارہ تسبیح اور شغل پاسِ انفاس برابر جاری رکھئے اور قلب بائیں جانب زیرِ پستان چپ ہے۔ قدر دو انگشت مائل بہ سینہ لطیفۂ قلب ہے اس کی محاذات میں جانبِ راست وہ لطیفۂ روح ہے اور قلب کے اوپر مائل بہ سینہ لطیفۂ سر ہے اور روح کے اوپر مائل بہ سینہ لطیفۂ خفی ہے اور اُن دونوں کے اُوپر مابین دونوں کے لطیفۂ اخفیٰ ہے۔ ان سب کو خیال کر کے متحرک کر لو اور ذکر اللہ ان سب جگہ سے اُس صُورت پر تصوّر کرو اور وہ جو قرع معلوم ہوتا ہے وہ آواز قرع قلب کی ہے۔ یہ عمدہ بات ہے اس کا خیال رکھو۔ باقی سب خواب تمہارے مبارک عمدہ خواب ہیں حاجتِ تحریر نہیں خود ظاہر ہے۔ فقط والسلام۔ باقی خیریت ہے ۔ از گنگوہ

مکتوب نمبر ۱۷۴

۷۸۶

برادرم محمد ضیاء الحق سلمہٗ ۔ از بندہ رشید احمد عفی عنہ

بعد سلام مسنون ایں کہ آپ کا خط آیا۔ حال معلوم ہوا۔ کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ جو شخص کسی کو کچھ ثواب ہبہ کرتا ہے تو حق تعالےٰ بمحض احسان مثل اُس ثواب کے اُس کو یعنی جس کو اُس نے بھیجا ہے عطا فرماتا ہے اور فرستندہ کا اصل ثواب فرستندہ کے واسطے رکھتا ہے اور باقی میت کے ثواب کا حال کسی کتاب میں نہیں دیکھا ہے اور بندہ اب تندرست ہے۔ بیماری رفع ہو گئی لیکن کچھ ضعف باقی ہے۔ فقط والسلام

۱۷ رمضان ۱۳۱۲ھ ۔ از گنگوہ

مکتوب نمبر ۱۷۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء : کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ذاتِ باری عز اسمہٗ موصوف بصفتِ کذب ہے یا نہیں ؟ اور خدا تعالیٰ جھوٹ بولتا ہے یا نہیں ؟ اور جو شخص خدا تعالیٰ کو یہ سمجھے کہ وہ جھُوٹ بولتا ہے وہ کیسا ہے ؟ بَیِّنُوْا تُوجَرُوا ۔

الجواب :- ذاتِ پاک حق تعالےٰ جل جلالہٗ کی پاک اور منزہ ہے اس سے کہ متصف بصفتِ کذب کی جاوے۔ معاذ اللہ اُس کے کلام میں ہرگز ہرگز شائبہ بھی کذب کا نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ : وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا (فرمایا اللہ تعالےٰ نے، بات میں کوئی اللہ تعالےٰ سے زیادہ سچا نہیں) جو شخص حق تعالےٰ کی نسبت یہ عقیدہ رکھے یا زبان سے کہے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے وہ قطعًا کافر ملعون ہے اور قرآن و حدیث و اجماعِ اُمت کا مخالف ہے ہرگز مومن نہیں۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا (اللہ تعالےٰ ظالموں کی بات سے بہت ہی اُونچا ہے) البتہ یہ عقیدہ سب اہلِ ایمان کا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے مثلاً فرعون و ہامان و ابی لہب کو قرآن مجید میں جہنمی ہونے کا ارشاد فرمایا ہے وہ حکم قطعی ہے اس کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرے گا۔ مگر بایں ہمہ وہ تعالےٰ قادر ہے[1] اس بات پر کہ اُن کو جنت دیدے۔ اُس حکمِ مذکور کی وجہ سے عاجز نہیں ہوگیا اگرچہ کبھی ایسا نہ کرے گا۔ قال اللہ تعالےٰ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَیْنَا کُلَّ نَفْسٍ ھُدٰھَا وَلٰکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَھَنَّمَ مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔ (فرمایا اللہ تعالےٰ نے اور اگر چاہتے ہم تو ہر شخص کو ہدایت دیتے۔ لیکن یہ بات پکی ہو چکی کہ جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھریں گے)۔

اس بات سے واضح ہے کہ اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو سب کو مومن بنا دیتا۔ مگر جو فرما چکا ہے اس کے خلاف نہ کرے گا۔ اور یہ سب یعنی کسی کو کافر بنا دینا، کسی کو مومن بنا دینا اپنے اختیار سے ہے اضطرار سے نہیں وہ فاعل مختار فعّال لما یرید ہے۔ یہی عقیدہ تمام علماء امت کا ہے۔ فقط واللہ تعالےٰ اعلم

کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

رشید احمد
۱۳۰۱ھ

---

[1] امام المفسرین رئیس المتکلمین فخر الدین رازی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ تفسیر کبیر میں تحت تفسیر (ان تعذبھم فانھم عبادک الایۃ) فرماتے ہیں یجوز علی مذھبنا من اللہ تعالیٰ ان یدخل الکفار الجنۃ وان یدخل الزھاد والعباد النار لان الملک ملکہ ولا اعتراض لاحد علیہ۔ یعنی اہل سنت کے مذہب کے موافق جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کفار کو جنت میں داخل کر دے اور تمام زاہدوں و عابدوں کو جہنم میں داخل کر دے کیونکہ تمام جہان اُس کا مملوک ہے وہ سب کا مالک ہے اس پر کوئی کسی قسم کا اعتراض نہیں کر سکتا۔

قال اللہ تعالیٰ : لا یسئل عما یفعل و ھو یسئلون۔
"وہ اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اور سب سے باز پُرس کی جاوے گی"

مکتوبات بزرگان (رحمہم اللہ تعالیٰ)

باہتمام محمد صاحب

شائع گشت : مورخہ ۱۱ ستمبر ۱۹۶۶ء ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

مطبع تحریر نہیں کیا

مکتوب نمبر ۱۷۶

کیا فرماتے ہیں علماء حقانی اس مسئلہ میں کہ کیا درمختار مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف نورالہدایہ میں ترجمہ اردو اور شرح وقایہ میں لکھا ہے۔ اگر عورت زکوٰۃ اپنے خاوند کو دے دیوے تو صاحبین کے نزدیک جائز ہے آیا یہ مسئلہ مفتیٰ بہ ہے یا نہیں ؟

(۲) ایک شخص مر گیا، متوفی کے وارث ایک دختر دو بیٹے اور زوجہ ہے کہ اولاد مذکر ہی وارث ہوتی ہے، مؤنث کو کچھ دیتے ہی نہیں۔ اگر اولاد مذکر ایسی جائداد جو شرعی حیثیت سے تقسیم نہیں کی بلکہ اپنی بہنوں کو محروم کر دیا۔ اگر یہ اولاد مذکر اپنی جائیداد کو ہبہ یا رہن کریں تو شرعاً کیا حکم ہے ؟ صحیح ہے یا نہیں ؟ اور مشتری عنداللہ ماخوذ ہوگا یا نہیں ؟

(۳) شرعاً اگر متوفی نے جائیداد سے بہن یا والدہ کو حصہ نہیں دیا تو اولاد متوفی کو لازم ہے کہ ان کو حصہ دے دے ؟

(۴) مشاع کا ہبہ جبکہ اپنے شریک کو کرے جائز ہے یا نہیں ؟

(۵) عورت اگر عورتوں کی جماعت کراوے تو جہریہ نمازوں میں خفیہ پڑھے یا بلند ؟

(۶) اگر صرف دو عورتیں ہوں تو دوسری عورت امام عورت کے محاذی کھڑی ہو یا پیچھے ؟

(۷) مسافر کو جب کہ رمضان المبارک میں وہ روزے رکھتا ہے۔ تراویح معاف ہے یا ضرور پڑھے ؟

(۸) بیع اُدھار ثمن کا وعدہ کرنا کہ فلاں روز دوں گا ضروری ہے یا نہیں ؟

جواب :

۱۔ سوال اول اس باب میں احوط مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا ہے کہ خاوند کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

۲۔ اگر شئی مشترک کو فروخت کرے تو صرف اسی کا حصہ فروخت ہوگا۔ دوسرے شریکوں کا حصہ اُن کی اجازت سے جائز ہوگا اور مشتری کو بیگانی شئے کا خرید نا درست نہیں۔ اگر باقی شرکاء نے وقت بیع انکار کیا تھا تو مشتری

فسخ کرسکتا ہے۔

۳۔ اُس کی اولاد پر ضروری ہے کہ حصّہ داروں کا حصّہ الگ کر کے مالکوں کو دے دیں۔ فقط

۴۔ ہبہ مشاع کا درست نہیں۔ اگرچہ شریک کو ہو۔ لیکن شریک کے ہاتھ بیع کر کے ثمن ہبہ کر سکتا ہے۔

۵ - ۶ - عورتوں کی جماعت مکروہ ہے لیکن اگر کریں امام وسط میں کھڑی ہو اور جہریہ نمازوں میں جہر کرے[1] فقط

۷۔ مسافر کو تراویح و دیگر سُنن نہ پڑھنے کی رخصت ہے۔ فقط

کتبہ : رشید احمد عفی عنہ ۲۴ر شعبان سنہ نامعلوم

۲۱ر جون ۱۸۹۸ء

مکتوب نمبر ۱۷۷

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی ۔ بعد سلام مسنون مطلع فرمایند کارڈ پہنچا۔ حال معلوم ہوا۔ جواب مسئلہ یہ ہے کہ ایسا شخص جس کے صفات آپ نے مسئلہ میں کیے ہیں فاسق ہے۔ ایسے شخص کی تعظیم کرنا گناہ ہے اور جو شخص ایسے شخص کی تعظیم کرے وہ گناہگار ہے۔ فقط والسّلام

۱۵ر شوال ۱۳۱۷ھ

مکتوب نمبر ۱۷۸

الجواب :۔ قربانی کا گوشت کافر کو دینا اور بھنگی اور چمار کو درست ہے اور اس کا چمڑہ فروخت کر کے مسکین کو دینا واجب ہے اور تیل چٹائی دینا اس کا مسجد میں درست نہیں اور روٹی کھلا دینا بھی درست نہیں۔ ہاں روٹی اگر بازار سے خرید کر روٹی کا مالک کر دیا یہ درست ہے۔

یہ صورت جو سوال میں درج ہے اس میں قربانی واجب نہیں۔ اگر چہار پائے حاجت سے زائد ہوں تو قربانی واجب ہوگی۔

ایسے مقام پر جمعہ ادا نہیں ہوتا۔ ظہر جماعت سے پڑھنا چاہیئے۔ فقط والسّلام

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

۱۱ر اپریل ۱۸۹۸ء

۷ر ذی قعدہ

[1] اس کے لئے عین الہدایہ مولانا امیر علیؒ کا دیکھنا چاہیئے۔ محمد عفا اللہ عنہ

مکتوب نمبر ۱۷۹

الجواب :

صحتِ نمازِ جمعہ کے لئے ملکِ تام یا وقف ہونا مسجد کا شرط نہیں ہے۔ پس یہ مواضع اگرچہ ملک مسلمانان نہیں ہیں تب بھی اگر وہ جگہ شہر ہو تو وہاں جمعہ درست ہے۔ اگر گاؤں ہو تو جمعہ درست نہیں ہے۔ حاصل یہ کہ شہر میں اگر اذنِ عام نہ ہو اور کسی جگہ خاص میں جماعت ادا کی جائے جہاں ہر ایک نہ جاسکتا ہو تو نمازِ جمعہ درست نہیں۔ اگر شہر میں اذنِ عام ہو تو نمازِ جمعہ درست ہے اگرچہ وہاں مسجد نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح
خلیل احمد عفی عنہ مدرس اول
مظاہر العلوم

الجواب صحیح
عنایت الٰہی عفی عنہ
مدرس دوم

الجواب صحیح
ثابت عفی عنہ
مدرس سوئم

الجواب صحیح
عبد الکریم عفی عنہ۔ مدرس چہارم

الجواب صحیح
محمد احکم عفی عنہ۔ مدرس پنجم

متعلق فتویٰ سابق بعد سلام مسنون عرض یہ کہ شہر اور گاؤں کی تعریف الگ الگ تحریر فرمائیں۔

والسلام اضعف العباد فتح الدین

مکتوب نمبر ۱۸۰

الجواب :

شہر اور گاؤں عرفی امر ہیں۔ اہل عرف اس کو پہچانتے ہیں۔ گاؤں اور قصبہ کا فرق سب بستی والوں کو معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ اس کو بیان نہیں کر سکتے۔ ہمارے یہاں چار پانچ ہزار کی بستی جس میں ڈاک خانہ، شفاخانہ، وغیرہ بھی ہوتا ہے قصبہ و شہر کہلاتے ہیں۔

مگر یہ دونوں امر بھی مدار مصریت نہیں۔ محلہ اور کوچہ اور بازار ہر طرح کے حوائج دستیاب ہونا جیسے ہدایہ وغیرہ میں لکھا ہے، یہ علاماتِ شہر ہیں۔ مگر ان پر مدار نہیں ہے۔ چونکہ وہ ایک امر عرفی ہے اس لئے اس کی تعریف کی طرف توجہ نہیں کی گئی ہے اور کثرت سے تعریفات اُس کے کتب میں مذکور ہیں کیونکہ کسی نے کوئی علامت معرفت سمجھ کر بیان کی کسی نے کوئی۔

واللہ تعالےٰ اعلم

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

مکتوب نمبر ۱۸۱

الجواب

ضاد۔ دال، ظاء یہ سہ حروف جُدا گانہ ممتاز ہیں ان کو ایک جاننا یا ایک طرح پڑھنا باوجود قدرت کے درست نہیں ہے اور جو شخص کہ اس کو ضاد کے اصلی مخرج سے ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو اگر بصورت دال پُر ادا کرے گا تو اُس کی نماز ہو جاوے گی۔ کیونکہ دال پُر کوئی حرف مستقل حرف نہیں ہے۔ پس جو شخص کہ بصورت دال پُر ضاد ادا کرتا ہے مگر وہ اصل مخرج سے بوجہ معذوری ادا نہیں کر سکتا۔ پس اُس کی نماز ادا ہو جاوے گی اور جو شخص جان بُوجھ کر باوجود قدرت کے ضاد کو دال محض یا ظاء محض ادا کرے نماز اس کی اکثروں کے نزدیک ہو جاوے گی۔ فقط والسلام

بندہ رشید احمد عفی عنہ

ماخوذ از تبرّکات

از نور الحسن راشد کاندھلوی

ناشر: (مفتی) الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ مظفر نگر۔ یوپی

مکتوب نمبر ۱۸۲

مشفقی حافظ اللہ دیہ صاحب۔ دام شوقہ باللہ تعالےٰ

از احقر الناس رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون۔ مشہود باد۔ یہ عاجز مع تمام قافلہ بخیریت تمام جمعہ کے دن بیسویں تاریخ جمادی الاول (۱۲۷۹ھ ۱۴ر نومبر ۱۸۶۲ء) کو فیروز پور پہنچا اور ایک مکان بوساطت منشی دوست علی اور حاجی محمد یعقوب کاندھلوی شہر میں مستعار ہاتھ آیا۔ راحت کا مکان تھا۔ مرد الگ اور عورتیں جدی (جُدا) مکان میں رہیں۔ شنبہ کو دو کشتی متوسط کرایہ کی۔ آجکل کرایہ کشتی کا نہایت گراں ہے اس واسطے کہ پنبہ اور سرسوں بہت کثرت سے ولایت کو جاتی ہے۔ فی من پنبہ ۱۴؍ عصہ اور باقی اجناس فی من ۱۴ر کرایہ ہے۔ سو جو کشتی سو من بار لاد سکتی ہے کم سو روپیہ سے کرایہ نہیں ہوتی۔ اس ناچاری کو بڑی کشتی کرایہ نہ کی۔ کیونکہ بڑی کشتی کوئی ہزار من کوئی اس سے زیادہ بار اُٹھاتی ہے۔ سو اس قدر کرایہ کہاں سے دیا جاتا؟ ناچار دو کشتی کہ ہر ایک سو من تقریباً بار لے جا سکے کرایہ کیں۔ اس پر بھی ایک کشتی دو سو پچیس روپیہ کو۔ اور ایک دوسری دو سو ساٹھ کو۔ ہر چند کہ یہ کرایہ متوسط کشتی کا

نہایت گراں ہے مگر کیا کیا جائے ؟ اور چھپر بندی میں اس قدر دیر ہو کہ اور خسارہ ہُوا کہ کچھ کہا نہیں جاتا کہ ایک کشتی کے چھپروں کا تئیس (۲۳) روپے آٹھ آنے دیئے گئے۔ خیر الخیر فیما وقع۔

غرض دونوں کشتی اور دونوں کے چھپر پانچ سو تریسٹھ روپیہ میں تیار ہُوئے اور قافلہ کے چھیالیس (۴۶) آدمی تھے۔ بارہ بارہ روپیہ دو، دو آنہ اور چند پائی فی نفر پڑی۔ الحاصل جو کچھ ہُوا سو ہُوا۔

(عبارت مٹ گئی) دس روز قیام فیروز پور میں رہا۔ اس شہر کو نہایت بد معاملہ پایا۔ بعد دس روز کے گاڑی چھکڑا کرایہ کرکے یک شنبہ ۲۹ر تاریخ کو گھاٹ گندھو پر پہنچے اور دوشنبہ یکم تاریخ بعد ظہر روانہ ہُوئے اور چھ سات کوس پر قیام کیا۔ اگلے روز سارے دن چلے۔ تیسرے روز آخر شب میں بارش اور ہَوا رہی۔ اور بعد دن چڑھنے کے ہَوا بند ہوگئی۔ مگر میر بحر کو تلاش ملاح کی تھی اس واسطے توقف رہا۔

غرض قریب عصر کے چلے اور مغرب تک تین چار کوس چل کر قیام کیا۔ پھر چوتھے روز اول وقت عصر کے کچھ حرج رہا کہ کھونٹا کشتی کا ٹوٹ گیا تھا۔ غرض پانی دریا میں بہت کم ہے کہ اکثر جا کشتی ریگ پر ٹھہر جاتی ہے۔ آج ششم تاریخ (جمادی الاخریٰ ۲۹ر نومبر) روز شنبہ اور چھٹی منزل ہے۔ اگر حق تعالےٰ چاہتا ہے جلد کوٹلی پہنچیں گے ورنہ جو کچھ رضا اُس کی ہے اُس پر تسلیم ہے۔ عنایاتِ الٰہی سے ہر طرح خوش ہوں۔ اگرچہ سفر میں تکلیف ہوتی ہے مگر کچھ تکلیف نہیں۔ اس خط کے مضمون سے جو کچھ شکایات سمجھی جاتی ہیں، شکایات حال نہیں بلکہ حسبِ وعدہ حکایت واقعہ ہے۔ ورنہ اگر اپنے آپ کو دیکھوں اور اس راہ کو خیال کروں تو میری زبان نہیں کہ شکر ادا کروں۔

اور یہ خط دریا میں پہر دن چڑھے لکھا ہے تاجب کوئی ڈاک خانہ ملے روانہ کیا جائے تم خط سکھر پر روانہ کیجئو تا تمہاری خیریت معلوم ہو۔

اور مولوی مظفر حسین صاحب کو سلام مسنون نہایت شوق سے عرض کیجئو اور دُعا خیریت خاتمہ چاہیئو۔ دل میں شوق زیارت کا رہ گیا۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ بخدمت مولوی نور الحسن صاحب کے اور میر رستم علی صاحب و مولوی مخدوم صاحب اور الٰہی بخش، حافظ عبداللہ وغیرہ جو عنایت فرما ہیں سب کو سلام عرض کہہ دیجئو اور مولوی صاحب کی خدمت میں حکیم ضیاء الدین اور حافظ وحید الدین اور عبدالرحمٰن اور حافظ یوسف، حافظ احمد اور حسام الدین اور حسن محمد سب سلام مسنون عرض کرتے ہیں اور تم کو بھی سلام کہتے ہیں۔

آج ہم گھاٹ پاک پٹن شریف پر پہنچے کل مقام ہوگا اور زیارت حضرت سے مشرف ہو کر پرسوں روانہ ہوویں گے۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

(حاشیہ) دو کشتی میں بیٹھنے کو جائے بہت ہے مگر سب کشتی کے اندر سو نہیں سکتے۔ چھ آدمی فراغت سے ایک مردانہ چھپر میں پڑتے ہیں اور آٹھ تنگی سے اور باقی چار پانچ آدمی زمین پر پڑتے ہیں۔

☆

مکتوب دوم

مشفق و مہربان بندہ حافظ اللہ دیہ صاحب دام شوقہ باللہ تعالے

از احقر الناس رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مشہود آنکہ پنجم رجب چار گھڑی روز بر آئیدہ بمقام سکھر رسیدیم و خط آں مہربان قریب دوپہر شخصے رسانید بسبب آنکہ آں روز نہایت فرصت قلیل بود از جوابش مقصر ماند۔ ششم از سکھر روانہ شدہ امروز ۱۷ ر رجب بمقام کوٹری کہ کرایہ کشتی تا ہمیں جا بود قریب دوپہر رسیدیم و از سکھر تا ایں جا اکثر باد تندی در رزید۔ یک مقام ہم بموضع سواں کہ مزار شہباز قلندر را نجاست واقع شد مگر ڈاکخانہ بجز ایں جا نہ بود کہ جواب نبشتی المرام، شکر حق تعالے می کنیم کہ محض باحسان خود ایں مشتِ خاک را تا ایں جا رسانید شکر ایں عطیہ نمی توانم کرد۔

آنچہ از طمانیت قلب در ذکر نگاشتہ اند خیلے فرحت اندوختم حق تعالی ترقی کند نزد ایں نحیف سکون و طمانیت از ہزار کرامت خوشتر است و آنچہ از حدوث سہ عوارض لبستہ اند پس ایں ہر سہ مرض را باستغفار دفع کنند و خود را محض ناکارہ فہمیدہ باشند و چوں رمضان قریب است بالفعل دور قرآن شریف فرمایند از اں بعد ترجمہ قرآن شریف مستحسن می نمایند و مثنوی شریف ہم عمدہ نعمت است مگر ترجمہ شریف را برائے شما ترجیح می دہم۔ پس بعد رمضان مبارک ترجمہ شروع سازند۔

و فردا ۱۸ ر روز جمعہ قیام است۔ پس فردا انشاء اللہ روانہ خواہم شد۔ اگر خدا تعالے خواست از کراچی یک خط خواہم نبشت فقط۔

از حکیم ضیاء الدین و دیگر جملہ اہلِ قافلہ سلام خواہند از بندہ و حکیم صاحب و میاں عبد الحق و عبد الرحمٰن وغیرہ جملہ مردمان قافلہ مولوی مظفر حسین صاحب و مولوی نور الحسن را سلام می گویند و سلام بندہ جملہ احباب را فرمایند۔ فقط

ترجمہ :-

میرے مشفق و مہربان۔ احقر رشید احمد کی جانب سے بعد سلام مسنون معلوم ہو کہ پانچ رجب (۱۲۷۹ھ ۵ ر دسمبر ۱۸۶۲ء) کو علی الصباح (ہم سب) سکھر پہنچے۔ دوپہر کے قریب ایک شخص نے تمہارا خط لا کر دیا۔ چونکہ اس دن فرصت بہت کم تھی اس لئے فوراً جواب نہ لکھ سکا۔ ۶ تاریخ کو سکھر سے روانہ ہو کر آج ۱۷ ر رجب (۸ ر جنوری ۱۸۶۳ء کو) دوپہر کے قریب کوٹری پہنچے۔ کشتی یہیں تک کرایہ کی تھی۔ سکھر سے یہاں تک اکثر تند و تیز ہوائیں چلتی رہیں راستہ میں ایک جگہ اور قیام ہوا تھا۔ سیوان میں جہاں شیخ شہباز قلندر کا مزار ہے مگر یہاں کے علاوہ کہیں اور ڈاک خانہ نہیں تھا کہ جواب لکھ کر ڈال دیتا۔ حق تعالے کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے اپنے احسان سے اس مشتِ خاک کو یہاں تک پہنچایا۔ اس عطیہ کا شکر ادا نہیں ہو سکتا (تم نے) جو کچھ ذکر میں طمانیت قلب کے

متعلق لکھا اس سے مجھے مسرت ہوئی۔ حق تعالےٰ اس میں ترقی عطا فرمائے۔ اس فقیر کی رائے میں سکون و طمانیت ہزار کرامتوں سے بہتر ہے اور جو کچھ تم نے تین عوارضات کے متعلق لکھا ہے۔ ان تینوں کو استغفار کے ذریعے دور کرو اور خود کو ناکارہ محض خیال کرو اور فضل الٰہی پر نظر رکھو۔ انشاء اللہ کوئی تکلیف نہ ہوگی اور رمضان المبارک قریب ہے اس میں قرآن شریف کا دَور اہتمام سے کریں۔ رمضان کے بعد ترجمہ قرآن شریف زیادہ بہتر ہے اور مثنوی شریف بھی عمدہ نعمت ہے۔ مگر تمہارے لئے ترجمۂ قرآن کو ترجیح دیتا ہوں اس لئے رمضان کے بعد ترجمہ قرآن شروع کر دیں۔

کل ۱۸ ر روز جمعہ میں قیام ہے۔ انشاء اللہ پرسوں روانہ ہوں گے۔ حق تعالےٰ کو منظور ہوا تو کراچی سے بھی ایک خط لکھوں گا۔

حکیم ضیاء الدین اور جملہ اہلِ قافلہ سلام کہتے ہیں۔ نیز بندہ اور حکیم صاحب اور میاں عبدالحق و عبدالرحمٰن، وغیرہ قافلہ کے تمام افراد مولوی مظفر حسین صاحب اور مولوی نور الحسن کو سلام کہتے ہیں۔ جملہ احباب سے بندہ کا بھی سلام کہہ دیں۔

مکتوب نمبر ۱۸۴

از بندہ رشید احمد۔ بخدمت پیر جیو احمد حسین دام اشفاقہٗ! بعد سلام مسنون مشہود آنکہ جواب خط سامی از سکھر روانہ کردہ شد از آنجا روانہ شدہ۔ ۱۷ ر در کوٹڑی حیدر آباد رسیدہ کہ کرایہ کشتی تاہما نجا بود رسیدیم۔ روز جمعہ در آنجا بودہ شب شنبہ بعد نہ گھنٹہ نواختہ شب در ریل سوار شدہ قریب طلوع آفتاب روز شنبہ شبا شب در کراچی کہ قریب صد کردہ از کوٹڑی بود رسیدیم، فی کس عہ/ کرایہ ریل دادیم و در بارہ اسباب و اجناس فی من ۸ ر کرایہ دادہ شد، از کراچی مراکب بمسقط می روند و ایں راہ دشوار است و پُر تکلیف و بعدن آنگاہ می برند کہ کسے تمام مرکب را بکرایہ گیرد کرایہ کم از یک ہزار و پانصد نمی شود۔ ازیں سبب از ہر دو، راہ اعراض کردہ قصد بمبئی داریم۔

امروز ۲۲ ر رجب در سہ شنبہ کہ چار روز در کراچی شد کرایہ بغلہ روندۂ بمبئی نشد، ہرگاہ قرار دادمی شود قصد آنجا خواہد شد غالباً پنج شش روز دیگر اینجا گزرد، باقی سابق تحریر شُد کہ ازیں راہ خشکی ارجح و انسب است ورنہ ہر چہ می آید می گزرد۔ و تکلیف دریں راہ ہم نیست مگر حرج بسیار است و آخر کار مرجع بر بمبئی می شود۔ بمبئی ازیں جا پانصد کردہ و راہ دریا پنج شش روز یا زیادہ طے راہ می شود۔ باقی خیر دریں جا بہمہ وجوہ خیریت است۔

محمد احسن و محمد حسن و امیر احمد و والدہ صاحبہ خود را و ہمہ اعزہ خود را سلام و دُعا فرمایند و دیگر احباب ہر کہ یادگار بود، درجہ بدرجہ و نمبردار میاں محمد حسن صاحب وغیر آں سلام برسانند۔ ابوالنصر حکیم ضیاء الدین ہمہ سلام

می گویند حافظ محمد صاحب، ممانی صاحبہ خود را و محمد امیر وغیرہ را اسلام و دُعا می رسانند۔

ترجمہ :۔

بندہ رشید احمد کی جانب سے۔ بخدمت پیرجی احمد حسین صاحب بعد سلام مسنون ! واضح ہو کہ آپ کے خط کا جواب سکھر سے روانہ کر دیا تھا (ہم سب) سکھر سے روانہ ہو کر ۲۷ ر کو کوٹری حیدر آباد پہنچے۔ کشتی وہیں تک کرایہ کی تھی۔ جمعہ کے دن وہاں قیام کر کے شنبہ کی رات میں تقریباً ۹ بجے ریل میں سوار ہوئے اور پوری رات کے سفر کے بعد طلوع آفتاب کے وقت کراچی پہنچے جو کوٹری سے تقریباً سو کوس ہے۔ فی کس دو روپے ساڑھے نو آنے ریل کا کرایہ دیا اور سامان کے لئے فی من ۸ ر آنہ دیئے گئے۔ کراچی سے مسقط بھی جاتے ہیں۔ یہ راستہ بہت مُشکل اور تکلیف دہ ہے اور کبھی عدن سے بھی جاتے ہیں۔ اس کے لئے اگر کوئی پوری کشتی کرایہ پر لے تو ہزار پانچ سو سے کم کرایہ پر نہیں ملتی۔ اس لئے دونوں راستوں سے بچ کر بمبئی کا ارادہ کر رہے ہیں۔

آج ۲۲ ر رجب سہ شنبہ (۱۳ ر جنوری ۱۸۶۳ء) کو کراچی میں چار دن ہو گئے۔ اب تک بمبئے جانے والا کوئی بغلہ کرایہ پر نہ مل سکا۔ جب بھی مل جائے گا وہاں کا قصد کریں گے۔ پانچ چھ روز غالباً اور یہیں گزریں گے۔ باقی پہلے لکھ چکا ہوں کہ اس راستہ سے خشکی کا راستہ زیادہ مناسب ہے ورنہ جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ اس راستہ میں کوئی تکلیف تو نہیں لیکن حرج بہت ہوتا ہے۔ آخر بمبئی آنا ہوتا ہے۔ بمبئی یہاں سے پانسو کوس ہے دریا کی راہ سے پانچ چھ دن یا اس سے زیادہ میں مسافت طے ہوتی ہے۔ باقی خیریت ہے۔ یہاں ہر طرح سے خیریت ہے۔

محمد احسن محمد حسن امیر احمد، اپنی والدہ صاحبہ اور اپنے تمام اعزّہ سے سلام و دُعا فرمائیں۔ احباب میں پرسانِ حال سے درجہ بدرجہ سلام کہہ دیں۔ نمبردار میاں محمد حسن صاحب وغیرہ سلام کہتے ہیں۔ ابوالنصر حکیم ضیاء الدین سب سلام کہتے ہیں۔ اور اپنی ممانی صاحبہ اور محمد امیر وغیرہ کو سلام و دُعا پہنچا دیں۔

مکتوب نمبر ۱۸۵

مشفق مہربانم حافظ اللہ دیہ صاحب !

از رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون واضح باد۔ بتاریخ ۱۸ ر صفر از جدہ روانہ شدہ بعد قیام یازدہ یوم در اثناء راہ در مدین و دمخہ بتاریخ ۵ ر ربیع الاول یوم پنجشنبہ بر بندر بمبئی و بیوم جمعہ در شہر رسیدہ وخط آں صاحب از مولوی صاحب مولوی عنایت اللہ موصول شد و خیریت آنجا دریافت۔ الحمدللہ کہ حضرت قطب عالم در مکہ طیبہ خوش وخرم اند وبس۔ و بتاریخ ۱۶ ر ربیع الاول ۱۲۸۰ھ شیخ لطف علی نانوتوی از قضائے الٰہی فوت شد و باقی جملہ قافلہ بخیریت است و راقم را از عرصہ دوازدہ یوم بخار می آید و بسبب شدت دردِ سر خط از قلم عزیزی

ابوالنصر نگاشتہ روانہ نمود۔

بخدمت جناب مولوی مظفر حسین صاحب و مولوی نورالحسن صاحب و قاضی محمود احمد سلام مسنون۔
از بندہ ابوالنصر عفی اللہ عنہ۔ بمکتوب الیہم و اشار الیہم سلام مسنون برسد۔

راقم رشید احمد عفی اللہ عنہ ، بقلم ابوالنصر

ترجمہ :۔

مشفق مہربان حافظ اللہ دیہ صاحب سلمہٗ !

رشید احمد کی جانب سے بعد سلام مسنون واضح ہو کہ ۱۸ رصفر (۱۲۸۰ھ ۴ راگست ۱۸۶۳ء) کو جدہ سے روانہ ہوئے۔ درمیان میں بارہ دن مدین اور دمخہ کے قیام کے بعد ۲۵ ربیع الاوّل (۱۰ رستمبر) یوم پنجشنبہ ممبئی کی بندرگاہ پر اور جمعہ کے روز شہر میں پہنچے۔ آپ کا خط مولوی عنایت اللہ صاحب سے ملا جس میں وہاں کی خیریت دریافت کی تھی۔ الحمد للہ حضرت قطب عالم مکّہ مکرّمہ میں بخیر ہیں اور بس۔

مورخہ ۱۶ ربیع الاوّل ۱۲۸۰ (یکم ستمبر) کو شیخ لطف علی نانوتوی کا انتقال ہو گیا۔ باقی سب اہل قافلہ بخیر ہیں۔ مجھے ۱۲ روز سے بخار آرہا ہے اور درد سر کی شدت کی وجہ سے خط بھی عزیز ابوالنصر سے لکھوا کر بھیج رہا ہوں۔

جناب مولوی مظفر حسین و مولوی نورالحسن صاحب اور قاضی محمد احمد کی خدمت میں سلام مسنون کہہ دیں۔ بندہ ابوالنصر کی جانب سے آپ کو اور ان سب حضرات کو سلام مسنون پہنچے۔

مکتوب نمبر ۱۸۶

برادرم حافظ اللہ دیہ صاحب !

بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند نامۂ شما رسیدہ موجب پریشانی گردد، چو پریشانی یاراں ہمہ را می رسید۔ حق تعالےٰ شما را حافظ باد آنچہ پرسیدہ اند اگر جواب اہل اللہ گویم اینست کہ ہمہ را گزارید حق تعالےٰ مددگار است آنچہ حق شما نزد کسے شد اگر دہد بہتر ورنہ صبر کنید و آنچہ حق دیگر نزد شما است او را بحق داراں رسانید زنہار زنہار نزد خود نہ دارید، و حقوق دیگراں کہ اجداد شما و از دو سہ سال خود شما می خوردید چہ مضائقہ شُد ؟ اکنوں حقے شما ہم کسے دیگر ایں را کفارہ آں دانید۔ لیکن زنہار چناں نشود کہ مال و حق کسے بر شما ماند، روز قیامت حق تعالےٰ از حقوق خود جملہ گناہاں مغفرت کرد مگر در حقوق العباد انصاف خواہد شد۔ در حدیث است اگر کسے ترک مخاصمت کند و مال خود را نزد دیگر بگزارد برائے او حق تعالےٰ در جنت مکانے خواہد داد۔ پس بر شما باد کہ بالکل ترک قصہ سازید، در حق و ہم در نا حق حق تعالےٰ رزاق است آخر آنا کہ ملک نہ دارہ می خورند بجارت و نوکری می کنند معاملہ دُنیا چند روزہ است ہر چہ گزرد گزرد دین از دست نہ رود۔ دین باشد دیگر

ہر چہ باشد نہ باشد۔

واگر جواب حسب شریعت گویم پس ایں ست کہ چوں معیشت ظاہر شما است۔ پس در آنچہ حق شما است مخاصمۃ مضائقہ ندارد لیکن اگر دانید کہ در حق مخاصمۃ نمی توانید و در مخاصمۃ حق ظلم بر دیگراں است ترک سازید۔ مگر دانم کہ در مخاصمۃ کچہری انگریزی بدوں کذب و افترا ر کار نہ بر آید۔ پس آنچہ رائے بہرہ است می گویم کہ اگر کار بصدق و دیانت بر آید قلیل و کثیر ہر چہ باشد از حقوق خود بر آوردن مضائقہ نیست اگر بچناں فراغت نیست پس بر خدا تعالےٰ گذاشتہ صبر کنید و ہمہ امور را باو گزارید، او رکار پرداز بندگانِ خود است و نفس را بآیات قرآنی صبر دہانید ہر چہ دانم کہ دریں باب منازعت بسیار خواہد کرد مگر آں برادر از فضل الٰہی از مردان خدا تعالےٰ اند و جواب نفس خواہند کرد۔ ایں نالائق ہم برائے شما دعا می کند کہ دُعائے من در باب شما قبول افتد۔ خط مورخہ ۸ ربیع الثانی آمدہ بود بشما ہم حضرت سلمہٗ سلام علیک نوشتہ بودند۔

ترجمہ :-

برادرم حافظ اللہ دیہ صاحب !

بعد سلام مسنون معلوم ہو کہ تمہارا خط پہنچ کر باعث پریشانی ہوا۔ کیونکہ دوستوں کی پریشانی سے سب کو پریشانی ہوتی ہے (دُعا ہے کہ) اللہ تعالےٰ تمہارا محافظ ہو۔ تم نے جو کچھ پوچھا ہے اُس کے بارہ میں اگر اہل اللہ کا جواب دوں تو یہ ہے کہ سب چھوڑ دو حق تعالےٰ مدد گار ہے۔ تمہارا جو حق کسی پر ہو وہ اگر دیدے تو اچھا ہے ورنہ صبر کرو۔ اور جو دوسروں کے حقوق تم پر ہیں ان کو حق داروں کو پہنچاؤ۔ ہرگز ہرگز اپنے پاس نہ رکھو اور دوسروں کے حقوق جو تمہارے اجداد اور دو تین سال سے تم خود کھا رہے ہو اس میں کیا حرج ہے؟ کیونکہ تمہارے بھی ان لوگوں پر حقوق ہیں اس کو ان کا کفارہ سمجھو لیکن ایسا ہرگز نہ ہو کہ کسی کا مال یا حق تم پر رہ جائے۔ قیامت کے دن حق تعالےٰ اپنے حقوق اور تمام گناہوں کی مغفرت فرما دے گا مگر حقوق العباد میں (صاحبِ حق سے) انصاف ہو گا۔

حدیث پاک میں ہے کہ "اگر کوئی ترکِ مخاصمت کرے اور اپنا حق دوسروں پر اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دے تو حق تعالےٰ قیامت کے دن (اس کے بدلہ میں) جنت میں ایک مکان عطا فرمائیں گے"۔ اس لئے تمہیں چاہیئے کہ اس قصّہ کو بالکل ترک کر دو چاہے تم حق پر ہو یا ناحق پر، حق تعالےٰ رزاق ہے آخر وہ لوگ بھی تو کھاتے ہیں جو کوئی اثاثہ نہیں رکھتے۔ تجارت اور نوکری کرتے ہیں۔ دُنیا کا معاملہ چند روزہ ہے جس طرح گزار اسکو گزار لو لیکن دین کو ہاتھ سے نہ جانے دو دین محفوظ رہے۔ دوسری کوئی چیز ہو یا نہ ہو۔

اور اگر جواب شرعی دوں تو یہ ہے کہ چونکہ اس پر بظاہر تمہاری معاشں کا مدار ہے اس لئے جو تمہارا حق ہو اس کے لئے جھگڑنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر یہ معلوم ہو کہ حق حاصل کرنے کی صورت میں دوسروں پر ظلم ہو گا تو اسے چھوڑ دو۔ مگر میں جانتا ہوں کہ انگریزی کچہری تک معاملہ لے جانے میں بغیر کذب و افترا ر کے

کام نہ بنے گا۔اس لئے (اپنی رائے) لکھتا ہوں کہ اگر صدق و دیانت سے یہ کام ہو سکے تو کم یا زیادہ جو کچھ حاصل کر سکو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اگر اس طرح سے ممکن نہ ہو تو خدا تعالےٰ پر چھوڑ کر صبر کرو اور تمام کام اُس کے سپرد کر دو۔ وہ اپنے بندوں کا بہترین کارساز ہے اور دل کو آیاتِ قرآنی سے صبر دو۔ اگرچہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ نفس اس میں بہت جھگڑے گا۔ مگر اے برادر! آپ خدا کے فضل سے مردانِ الٰہی میں ہو اپنے نفس کو مطمئن کر دو گے۔ یہ نالائق بھی تمہارے لئے دُعا کرتا ہے کہ میری دُعا تمہارے لئے قبول ہو۔

خط مورخہ ۸ ربیع الثانی آیا ہے۔ حضرت سلمہ نے تمہیں بھی سلام لکھا ہے۔

مکتوب نمبر ۱۸۷

برادرم حافظ اللہ دیہ دام شوقکم الی اللہ تعالےٰ!

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند برخیریت خود و ہمہ اقارب و احباب خود شکر دارم و صحت آں برادر مطلوب (بعد سلام مسنون معلوم ہو کہ اپنی اور تمام اعزہ اور دوستوں کی خیریت پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں اور تمہاری خیریت کا طالب ہوں۔)

تمہارے خط سے قصّہ تمہارا معلوم ہُوا۔ سوائے دُعا کے چارہ اس بے چارہ کا نہیں۔ اکثر دُعا کرتا ہوں اور خیال تمہارے اس رنج و تردّد کا رہتا ہے۔ مگر مالکِ حقیقی تعالےٰ شانہٗ سے یوں توقع ہے کہ تم کو دین و دُنیا میں بانصرت رکھے۔ اگرچہ اعدار تمہاری فکر میں ہیں۔ دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است (دشمن اگر قوی ہے تو نگہبان قوی تر ہے۔)

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ ۔ (جس نے اللہ پر بھروسہ کیا، اللہ اُس کے لئے کافی ہے)

کچھ فکر نہیں تمہارا حامی ذات پاک احکم الحاکمین مالک الملک شہنشاہ تعالیٰ شانہٗ ہے۔ درصورتیکہ تم کو یقین ہے کہ قربان بیگ بالکل ناحق پر ہیں۔ اس کا کچھ حصّہ ہی نہیں اور ثالث لوگوں کی عادت ہے کہ کیسا بھی ناحق پر ہو اس کو چیزے بہ چیزے دلاتے ہی ہیں۔ پھر کیونکہ ثالثی درست ہو گی؟ ہاں اگر خاص اپنے حصّہ میں سے دے کر راضی کر دو تو کچھ مضائقہ نہیں یا مجموعہ سے جو کچھ دیا جائے اس کا جو کچھ حصّہ یتیم اور صغیر کا ہے وہ مجرا نہ دیا جائے اور جو کچھ عاقل و بالغ مرد و زن کا ہو اس کو ان کی رضا سے لگا دیا جاوے تو کچھ ڈر نہیں۔ جو لوگ ہیں تمہاری ...... کے ان کو فہمائش کرو۔ جو وہ سب بالغ جوان راضی ہو ویں تو ثالث کر لو پھر جو کچھ دیا جاوے حصّہ میں سے اُن بالغین کے ہو۔ حصّہ یتیموں کا کامل ان کو دیا جاوے۔ ورنہ دیدہ و دانستہ جو تم جانتے ہو کہ ثالث دیتے ہی ہیں اور دیویں گے ہی پھر تمہارے دینے اور ان کے دینے میں کچھ فرق نہیں۔ تمہاری رضاء سے انہوں نے دیا۔

تمہارا (خط) دسویں شوال کو آیا تھا اس قدر ہجوم کم فرصتی ہُوا کہ امروز و فردا کرتے ۱۷ تاریخ آگئی مختصر جواب

لکھتا ہوں اور مولوی منعم وکیل فریق ثانی کو اطلاع کروں گا کہ وکالت سے ان لوگوں کی انکار کردیں۔ فقط
حافظ عبدالرحمٰن خوش ہیں، سلام کہتے ہیں۔ پیر جیو محمد بخش، حکیم محمد حسن ابوالنصر وغیرہ سلام کہتے ہیں۔

مکتوب نمبر ۱۸۸

از بندہ رشید احمد عفی عنہ!

برادرم حافظ اللہ دیہ صاحب سلمہٗ! بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند دو خط تمہارے پہنچے۔ ایک تو نانوتہ مجھ کو ملا۔ اس کے جواب میں یہ تردد رہا کہ وہ خط میرے پاس اٹھائیسویں کو پہنچا۔ یہ جاتا کہ مرافعہ کے خرخشے میں تم الہ آباد گئے ہوگے، جواب میں دیر ہوئی۔ دوسرا خط پھر پہنچا تو تمہارے سہارنپور دوبارہ جانے کا خدشہ ہوا۔ لہٰذا تامل رہا۔ اب محض انتظار تمہاری فتح کی خبر سننے کا ہے۔ تعبیر خواب تمہارے کی یہی معلوم ہوتی ہے اور آیت فال قرآن شریف بھی بہت صریح اس فتح کی خبر دیتی ہے۔

باقی فال کا مسئلہ؟ سو بطور دل خوش کرنے کے مضائقہ نہیں اور اگر تشبہ اہلِ بدعت کا کہ فال نکالتے ہیں یا ہنود کا خیال کیا جائے تو البتہ موجب کراہت معلوم ہوتا ہے۔ اور شاید بعضے علماء نے اسی واسطے منع بھی لکھا ہے۔ لہٰذا احتیاط ترک میں ہے۔ کاندھلہ سے تھانہ بھون ایک منزل ہے اور تھانہ سے رامپور ایک منزل اور سہارنپور سے رامپور پوری منزل نہیں۔ لہٰذا اس راہ میں قصر نہیں چاہیئے اور براہِ مظفرنگر قصر کرو اگرچہ ریل میں چلو کیونکہ وہ تین منزل کامل ہے۔ فقط

حافظ الٰہی بخش یہاں سے دہلی گئے تھے غالباً واپس آگئے ہوں گے؟ بنظرِ جواب یہ فقرہ لکھا ہے ورنہ اب حاجتِ جواب نہ تھی۔

مکتوب نمبر ۱۸۹

از رشید احمد عفی عنہ

برادرم حافظ اللہ دیہ صاحب دام شوقکم۔

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آنکہ خط تمہارا آیا۔ تمنائے مطلوب وحسرتِ نایافت لکھی تھی نہایت فرحت حاصل ہوئی۔ حق تعالیٰ شوق اور تمنا تمہاری زیادہ کرے اور مجھ کو بھی حصہ تمنا کا عطا کرے۔

برادر! کار بندہ کا یادِ پروردگار ہے اور عطیہ ہدیہ کا کارساز ہے۔ اگر بعد ہزار سالہ مجاہدہ حسرت اور درد نایافت کا آدمی کو حاصل ہو تو واللہ طمانیت نایافت سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ کس سعادت مند کو یہ تمنا ملتی ہے۔ بعد بارہ روز کے جو کہ احوال ہے کچھ عجب نہیں یہ کہ حال سے نہیں بلکہ الفت قلبی ہے۔ تا وقتِ ملاقات اس شغل میں رہو۔ اب کی دفعہ انشاء اللہ تعالیٰ زبانی خود کہوں گا۔ میرا ارادہ پانچ چار روز میں نانوتہ کا ہے

اور رامپور بھی جانا ہوگا۔ جب وہاں سے عود کروں گا تو تم کو اطلاع دوں گا۔ اور یہ شعر سعدی علیہ الرحمۃ کا مدِنظر رکھو ؎

سعدیؔ بجفا ترکِ محبت نہ تواں کرد ! بر در بنشینم چو از خانہ بر اند !

"سعدی! دوستوں کی بے وفائی کی وجہ سے ان سے ترکِ محبت نہ کرنی چاہیئے۔ اگر دوست اپنے گھر سے اُٹھا دے تو اُس کی دہلیز پر بیٹھ جاؤ"

اور عدم ورود حال کا کچھ غم نہ کرو کیا خوش ہے کہ نام مالک کا زبان پر رہے۔ بخدا! کہ توفیق ذکر الہی بڑی کرامت ہے کہ ہزار مکاشفہ اور لاکھ خرق عادت اس کے برابر نہیں۔ مشائخ کرام اتفاق رکھتے ہیں کہ ذکر منشور ولایت است ہر کہ را ذاکر داند نامۂ ولایت باد سپردند و از ہر کہ ذکر گرفتند حکم نامۂ ولایت از و سلب کردند (ذکر منشورِ ولایت ہے اولیاء اللہ جس کو ذاکر جانتے ہیں اُسے خلافت نامہ دیدیتے ہیں اور جس کو دیکھتے ہیں کہ اُس نے ذکر چھوڑ دیا اس سے خلافت نامہ واپس لے لیتے ہیں) اپنے اور دو خواب جو تم نے لکھے ہیں وہ دونوں بشارت حصولِ نسبت دیتے ہیں۔ مبارکباد و ہل من مزید باد ! والسّلام

چہ خوش بود کہ از مناقشہ و تنازعہ بشما فراغت شود چرا کہ در خواب قول کنجشک کہ اکنوں وقت نوم است صبح نزد تو خواہم رسید اشارہ ہمیں است کہ نوام وقتِ غفلت است و صباح وقتِ فراغت و تیقظ۔ فقط۔

"کیا اچھا ہوا کہ تمہیں اس تنازعہ سے فراغت ہو گئی۔ خواب میں چڑیا کا یہ کہنا کہ یہ سونے کا وقت ہے میں صبح کو تیرے پاس پہنچوں گی اسی کی طرف اشارہ ہے کہ رات سونے اور غفلت کا وقت ہے اور صبح بیداری اور ہوشیاری کا"

بخدمت مولوی مظفر حسین صاحب و مولوی نور الحسن صاحب و مولوی عبد الرزاق و حافظ عبد الرزاق و دیگر ہر کہ مناسب داند سلام علیک باد۔ (ان کے علاوہ اور جس سے مناسب سمجھو سلام کہہ دینا)۔

حواشی : برائے مکتوب ۱۸۲ تا ۱۸۹

مرتبہ : مولانا راشد الحسن کاندھلوی

لہ حافظ اللہ دیا بیگ کاندھلوی :۔ پاکیزہ سیرت اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔ حافظ صاحب موصوف کے نام حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے گرامی نامہ (مورخہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۲۸۶ھ) سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حاجی صاحبؒ سے بیعت کا تعلق رکھتے تھے۔ حاجی صاحب کی وفات کے بعد محدث گنگوہیؒ سے رجوع ہوئے۔ محدث گنگوہی سے بہت قریبی اور محبانہ تعلقات تھے۔ آخر میں محدث گنگوہی کے مجاز بھی ہو گئے تھے، اس کے اشارات پیشِ نظر خطوط میں بھی ملتے ہیں۔ سنہ وفات اور مفصل حالات معلوم نہیں۔

کہ کاندھلہ میں عبداللہ نامی کئی اشخاص ہوئے ہیں۔ (۱) حافظ عبداللہ بن حافظ صابر بخش (تحریکِ جہاد حضرت سید احمد شہید کے سرگرم رکن اور جنگ بالاکوٹ کے شریک) یہ تو یقیناً مراد نہیں کیونکہ ان کا وصال ۱۲۵۷ھ/۱۸۴۱ء میں ہو چکا تھا۔ (۲) مولانا عبداللہ خاں کاندھلوی، تلمیذ رشید حضرت مفتی الٰہی بخش، ان کا امکان کذب میں مولانا مولانا فضل حق خیرآبادی سے سہارنپور میں مناظرہ ہوا جس کے نتیجہ میں بقول امیر شاہ خاں خورجوی "مولانا خیرآبادی کو بھرے مجمع میں الزام ہوگیا۔" (ارواح ثلاثہ صد ۳۷۲)۔ (۳) مولوی عبداللہ ادائیں۔ یہ بھی مفتی صاحب کے شاگرد ہیں۔ ان کا "تقویۃ الایمان" کے سلسلہ میں مولانا وجیہہ الدین سہارنپوری سے مناظرہ ہوا تھا۔ اس کے بعد مولانا وجیہہ الدین نے شاہ اسماعیل شہیدؒ کی مخالفت ترک کردی تھی اور اُن کے ہمنوا ہو گئے تھے (ارواح ثلاثہ صد ۶۹) مولوی ضیاء الحسن محمد صادق (خلف اکبر مولانا نور الحسنؒ) کی ڈائری میں بھی ایک جگہ حافظ عبداللہ کا ذکر ملتا ہے۔ اس سے ان دونوں صاحبان میں سے کوئی مراد ہیں یا کوئی تیسرے حافظ عبداللہ تھے۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے خدام اور شاگردوں میں بھی ایک مولوی عبداللہ نامی شخص تھے جو بعد میں مہتمم کتب خانہ مدرسہ صولتیہ مقرر ہوتے۔ ایک مجاہد معمار از مولانا محمد سلیم عثمانی صد ۵۹ یہاں مذکورہ بالا شخصیتوں میں سے کوئی مُراد ہیں یا ان کے علاوہ کوئی اور بزرگ تھے کسی ذریعہ سے تحقیق نہیں ہوسکی۔

سہ حافظ مرزا الٰہی بخش مغلیہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں کاندھلہ آ گئے تھے۔ کاندھلہ آکر آخون جی کی مسجد میں قیام کیا جو بہت مختصر اور تنگ تھی۔ کچھ دنوں کے بعد اپنے ہاتھوں سے اینٹیں تھاپ کر اس مسجد کی از سرِ نو تعمیر کی۔ مرزا الٰہی بخش صاحب کے متوسلین خاص میں شمار ہوتے تھے۔ حج بیت اللہ کی سعادت بھی پائی۔

حاجی صاحب مکہ مکرمہ میں ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :-

"ونیز مجموعہ ارشاد الطالبین کہ فارغ بود بدست حافظ الٰہی بخش دہلوی و کریم بخش سہارنپوری

کہ حامل رقعہ اند فرستادہ آمد از رسید ہم مطلع نمایند مکتوب بست و ہشتم۔ امداد المشتاق ص ۳۸۲ مطبوعہ مکتبہ تالیفاتِ اشرفیہ تھانہ بھون۔

"اور مجموعہ ارشاد الطالبین وغیرہ جو فارغ تھا حافظ الٰہی بخش دہلوی اور کریم بخش سہارنپوری حامل تحریر کے ذریعے بھیجا ہے اس کی رسید سے بھی مطلع کریں"۔

حافظ صاحب نے ساری عمر قرآن پاک کی تعلیم و تعلم میں گزاری۔ میرے دادا مولانا رؤف الحسن صاحب کاندھلوی نے قرآن شریف انہی سے پڑھا تھا۔ حافظ صاحب نے طویل عمر پاکر کاندھلہ میں وفات پائی۔ وفات غالباً ۱۳۰۰ھ میں ہوئی۔

مولانا محمد یعقوب نانوتوی ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں میاں الٰہی بخش مرحوم کے انتقال سے رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ بخشے ہمارے پرانے یار تھے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں مقامِ عالی نصیب کرے۔ (بیاض یعقوبی مکتوب ۳۶ موصولہ ۱۰ شعبان ۱۳۰۰ھ، ص ۱۳۳)۔ ان کی کشف و کرامات کے بہت سے قصے مشہور ہیں۔

۵۴ منشی دوست علی (ابن امام بخش بن محمد نعیم بن یار محمد) ان کے والد مولوی امام بخش برناوہ (ضلع میرٹھ) کے رہنے والے تھے انہوں نے خاتم مثنوی مفتی الٰہی بخش کاندھلوی (متوفی ۱۲۴۵ھ ۱۸۲۹ء) سے تعلیم حاصل کی اور اپنے لڑکے (منشی) دوست علی کو بھی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مفتی صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ منشی دوست علی نے تکمیل تعلیم کے بعد مفتی صاحب کی خدمت میں مستقل قیام کر لیا۔ عبدالرحمٰن حیرت نے منشی دوست علی کو "قدیم از باشندگانِ کاندھلہ" صفیۂ رحمانی ص ۱۲۸ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۸۸۴ء لکھا ہے۔ یہ صحیح نہیں منشی دوست علی حساب میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ مفتی صاحب کی وفات کے بعد فیروزپور پنجاب چلے گئے اور وہیں سرکاری منشی مقرر ہو گئے۔ تمام عمر اسی ملازمت میں گزاری۔ ۱۲۸۵ھ میں حج کی سعادت پائی اور بعالم کبرسنی ۶ ارمحرم ۱۲۹۷ھ (۱۳ ارفروری ۱۸۷۶ء) کو فیروزپور میں انتقال ہوا۔ منشی دوست علی کے صاحبزادے مولوی احسان الحق تھے جن کے صاحبزادے مولوی ڈپٹی مظہر الحق ایم او کالج علی گڑھ کے شہرت یافتہ اولڈ بوائے ہوئے۔ ڈپٹی مظہر الحق علی برادران خصوصاً مولانا شوکت علی کے بے تکلف دوستوں میں تھے۔ آگرہ بلند شہر، الٰہ آباد وغیرہ میں ڈپٹی کلکٹر اور ضلع مظفر نگر کے فرسٹ کلاس مجسٹریٹ رہے۔ انہوں نے کاندھلہ میں ۱۴ ارذی الحجہ ۱۳۵۶ھ ۱۴ ارفروری ۱۹۳۸ء میں وفات پائی۔

۵۵ مولانا رحمت اللہ بن خلیل الرحمٰن کیرانوی ۱۲۳۳ھ میں پیدائش ہوئی۔ مولانا محمد حیات، شیخ عبدالرحمٰن چشتی اور مولانا امام بخش صہبائی جیسے اصحابِ فضل و کمال اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ تعلیم کے بعد چند سال تک وطن میں درس دیتے رہے۔ پھر عیسائیت کے فتنے کو روکنے کے لئے اپنی خدمات وقف کر دیں اور بیش قیمت تصانیف کے ذریعے رد عیسائیت کے ذخیرے میں لازوال اضافے کئے۔ ان تصانیف میں "ازالۃ الاوہام" "ازالۃ الشکوک" "اعجازِ عیسوی"، "لوضح الاحادیث، فی ابطال التثلیث اور" اظہار الحق بہت مشہور ہیں۔

اظہار الحق کے بارے میں بلا خوفِ تردید کہا جا سکتا ہے کہ ردِ عیسائیت میں لکھے گئے پورے کتب خانہ پر بھاری ہے۔ اظہار الحق کے انگریزی، فرینچ، جرمن، گجراتی اور ترکی کے علاوہ اُردو میں بھی ایک سے زائد ترجمے ہوئے ہیں۔

اس موضوع پر مولانا نے پادریوں سے دو اہم مناظرے کئے جن میں پہلا مناظرہ چھوٹے مناظرہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مناظرہ ۱۱ ربیع الثانی ۱۲۷۰ھ جنوری ۱۸۵۴ء میں پادری فرنچ کے بنگلہ پر اکبرآباد (آگرہ) میں ہوا۔ اس میں بشپ کالج کلکتہ کے افسرِ اعلیٰ پادری، کئی صاحب اور پادری فرنچ شریک تھے۔ اسے مولوی وزیرالدین نے اردو میں ضبط کیا اور فخر المطابع آگرہ سے ۱۲ صفحات پر چھپا۔ جناب امداد صابری اس مناظرے کا ذکر کرتے ہوئے "آثارِ رحمت" میں لکھتے ہیں۔

"اس چھوٹے مناظرہ کا مطبوعہ رسالہ ناپید ہوگیا جو کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ اگر اس مناظرہ کا ذکر مذکورہ کتاب (مباحثہ مذہبی) کے حاشیہ پر نہ ہوتا اور مولانا رحمت اللہ صاحب ازالۃ الشکوک جلد دوم میں اس مناظرہ کی کارروائی نہ چھاپتے تو اس کا نام بھی باقی نہ رہتا۔"

(ص ۱۳۵، ۱۳۶ مطبوعہ دہلی)

اس نادر الوجود اور ناپید رسالہ کا مطبوعہ نسخہ ہمارے ذخیرۂ کتب میں محفوظ ہے۔ دوسرا مناظرہ جو بڑے مناظرہ کے نام سے مشہور ہے ۲۳ مارچ ۱۸۵۴ء ۱۱ رجب ۱۲۷۰ھ کو پادری فنڈر اور پادری فرنچ وغیرہ سے مجمع عام میں ہوا جس میں فنڈر کی ذلت آمیز شکست نے غلام ہندوستان میں مشنری کی تاریخ ہی بدل دی۔

پھر جب وقت آیا تو مولانا کے جذبۂ ایمانی نے انگریز کے خلاف تلوار بھی اسی تدبر اور فرزانگی کے ساتھ اٹھائی جس کا مظاہرہ وہ قلمی جہاد میں کر چکے تھے۔ مولانا نے کیرانہ اور اس کے نواح میں جنگ ۱۸۵۷ء کی قیادت کی اور جنگ ناکام ہو جانے پر حجازِ مقدس ہجرت کر گئے۔ مکہ معظمہ پہنچ کر سلطان عبدالعزیز کے دربار میں طلبی ہوئی۔ سلطان نے مولانا کا ایسا اعزاز و اکرام کیا جس کی مثالیں تاریخ میں بہت کم ہیں۔

مولانا مناظر احسن گیلانی نے "نظامِ تعلیم و تربیت" میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی کا فنڈر سے مناظرہ اور مولانا کی سلطان کے دربار میں حاضری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"حضرت مولانا محمد علی صاحب (مونگیری) کے پاس مولانا رحمت اللہ کا گرامی نامہ محفوظ تھا جس میں انہوں نے سلطانی قدر افزائیوں کا تفصیل سے ذکر کیا تھا۔ یہاں تک لکھا تھا کہ خلیفہ کی مجلس سے جب اُٹھتا ہوں تو میری جوتیاں سیدھی کر کے مجھے پہناتے ہیں۔"

(ص ۳۵۶ جلد اول مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی ۱۳۸۵، ۱۹۶۶ء)

مولانا رحمت اللہ نے مکہ مکرمہ میں نہر زبیدہ کی مرمت اور دوسری اہم خدمات کے علاوہ ۱۲۹۱ھ میں ایک

مدرسہ قائم کیا جس کا نام کلکتہ کی ایک مخیّر خاتون صولت النساء کے نام پر صولتیہ تجویز ہوا۔ یہ مدرسہ علاوہ درس و تدریس کے ہندو پاک کے لاکھوں زائرینِ حرم کی انتھک خدمات انجام دے رہا ہے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مدرسہ ابھی تک اسی نصابِ تعلیم اور ان روایات کو سینے سے لگائے ہوئے ہے جو مولانا رحمت اللہ قائم کر گئے تھے۔ ۲۲ رمضان ۱۳۰۸ھ مطابق یکم مئی ۱۸۹۱ء بروز جمعہ اس درویش خدامست رحمت اللہ کو رحمتِ الٰہی نے اپنی آغوش میں لے لیا۔ جنت المعلیٰ آخری آرام گاہ ازل سے مقدر تھی۔

مفصل حالات کے لئے دیکھئے تذکرۃ الفقراء مرزا احمد اختر گورگانی کیرانوی جیون پرکاش دہلی ۱۳۱۳ھ، ۱۸۹۶ء تذکرہ اولیائے ہند مرزا احمد اختر گورگانی۔ رشیدیہ بک ڈپو دہلی ۱۳۷۵ھ ص ۲۹۶ تا ۳۰۲۔ تذکرہ علمائے ہند مولوی رحمٰن علی ترجمہ و حواشی پروفیسر ایوب قادری، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی ۱۹۶۱ء ص ۵۷۰۔ شمس العارفین شاہ محمد سراج الیقین مقبول المطابع ہردوئی ۱۳۳۳ھ ص ۴۹۔ نزہۃ الخواطر مولانا عبدالحئی رائے بریلوی۔ دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۹۰ھ ۱۹۷۰ء ص ۱۴۵۔ ۱۴۷/۸ اسلامی علوم و فنون ہندوستان میں (ترجمہ الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند مولانا عبدالحئی رائے بریلوی) مولانا ابوالعرفان ندوی۔ دارالمصنفین اعظم گڑھ ۱۳۸۹ھ ۱۹۷۰ء ص ۳۱۲ تا ۳۱۴۔ ایک مجاہد معمار، مولانا محمد سلیم عثمانی مہتمم مدرسہ صولتیہ، ۱۸۵۷ء کے مجاہد۔ جناب غلام رسول مہر کتاب منزل لاہور ص۔ ۱۵۶ تا ۱۶۲۔ آثارِ رحمت' جناب امداد صابری مطبوعہ دہلی۔

۷۶ حافظ عبداللہ حاشیہ ۲۸ پر گزر چکا ہے۔

۷۷ منشی دوست علی، دیکھئے حاشیہ ۴۹

۷۸ حاجی محمد یعقوب کاندھلوی (بن مولانا ابوالقاسم خلف مفتی الٰہی بخش۔) شعر و شاعری کا ذوق رکھتے تھے۔ ابتداءً فیروزپور میں ملازم رہے۔ پھر بھوپال چلے گئے تھے۔ وہیں، محرم ۱۲۹۶ھ (یکم جنوری ۱۸۷۹ء) کو انتقال ہوا۔ ۱۲۷۷ھ میں ایک بڑے قافلہ کے ساتھ حج کی سعادت حاصل کی۔

۷۹ مولانا مظفر حسین (بن مولانا محمود بخش بن مولانا حکیم شیخ الاسلام کاندھلوی) ۱۲۲۲ھ، ۱۸۰۵ء میں پیدائش ہوئی۔ مفتی الٰہی بخش اور مولانا شاہ محمد اسحٰق محدث دہلوی سے تعلیم حاصل کی اور مولانا شاہ محمد یعقوب کے زیرِ تربیت مراحل سلوک طے کئے اور مجاز ہوئے۔ اپنے تایا مولانا شاہ کمال الدین کاندھلوی خلیفہ حضرت شاہ عبدالعدل دہلوی سے بھی استفادہ باطنی کیا اور خلافت حاصل کی۔

طبیعت بچپن سے نہایت محتاط اور غایت درجہ متبع سنت تھی۔ آخر میں تو یہ کیفیت ہو گئی تھی کہ معدہ مشتبہ چیز کو قبول ہی نہیں کرتا تھا۔ مولانا کاندھلہ میں ایک مسجد تعمیر کرا رہے تھے سرسید احمد خاں نے اپنے خاندانی (اس خاندان سے اور میرے خاندان سے کئی نسلوں سے بہت زیادہ تعارف رہا ہے تحریر سرسید قلمی) اور ارادتمندانہ تعلقات کی وجہ سے اس مسجد کے لئے کچھ روپیہ بھیجنا چاہا، مولانا نے غایت تقویٰ کی بنا پر انکار فرما دیا۔ اور کہا

تمہاری تنخواہ کا روپیہ حرام ہے مسجد میں نہیں لگایا جاسکتا۔"

اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا حالی لکھتے ہیں :-

"کاندھلہ میں ایک مسجد مولوی مظفر حسین مرحوم مغفور بنواتے تھے۔ سرسید احمد خاں نے روپیہ بھیجنا چاہا۔ مولوی صاحب نے کہا تمہاری تنخواہ کا روپیہ مسجد میں نہیں لگایا جاسکتا۔ سرسید نے رجسٹری کی آمدنی سے کئی سو روپیہ وہاں بھیجا۔"

حیاتِ جاوید، ایڈیشن اول ص ۵۰۵ مطبوعہ پنجاب اکیڈمی لاہور ۱۹۵۸ء ص ۸۳۱ مولانا مظفر حسین شاہ، محمد اسحاق اور شاہ محمد یعقوب کے خصوصی معتمد علیہ اشخاص میں تھے۔ ان دونوں حضرات نے مکۂ معظمہ ہجرت کے وقت ہندوستان میں جن علماء کو اپنا نائب مقرر کیا تھا، ان میں سے ایک مولانا مظفر حسین بھی ہیں۔ دیکھئے "شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک" از مولانا عبید اللہ سندھی، کتب خانہ پنجاب لاہور صـ۱۸۱ ۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے قائدین میں مولانا کا اہم مقام ہے۔ مولانا نے اس جنگ میں مجاہدانہ اور غیر معمولی خدمات انجام دیں۔ تفصیلات کا یہ موقعہ نہیں۔ افسوس اب تک مولانا کی خدمات اور کاندھلہ اور اُس کے اطراف میں ۱۸۵۷ء کی سرگرمیوں پر کوئی کام نہیں ہوا۔

مولانا نے سات حج پاپیادہ کئے۔ آخری سفرِ حج میں جو ہجرت کی نیت سے ہوا تھا۔ ۱۰ محرم ۱۲۸۳ھ ۲۵ مئی ۱۸۶۶ء بروز جمعہ مدینہ منورہ میں انتقال ہوا۔ اور جوار سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ میں دفن ہوئے۔

مولانا کے ہزارہا مریدین و متوسلین تھے۔ اُن میں سے متعدد حضرات کو خلافت سے سرفراز کیا۔ مولانا کے خلفاء میں مولانا رفیع الدین دیوبندی متوفی ۱۳۰۹ھ مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی متوفی ۱۳۱۵ھ مولانا محمد حسین فقیر دہلوی متوفی ۱۳۲۴ھ اور حافظ تفضل حسین صاحب بجھروی کا علم ہے۔

مولانا مظفر حسین کی عادتِ شریفہ تھی کہ تین چار دن کا کھانا لے کر قرب و جوار کے قصبات و دیہات میں جا کر مساجد میں قیام کرتے۔ لوگوں کو نماز اور دینی احکام سمجھاتے اور ان کی ترغیب دیتے۔ مولانا سے یہ چیز مولانا محمد اسماعیل کو ملی اور مولانا محمد الیاس کے ذریعے یہ طریقہ عام ہوا۔ آج تمام عالم میں "تبلیغی تحریک" کے نام سے یہ دینی جدوجہد جاری ہے۔

ردّ بدعات اور نکاح بیوگان کے موضوع پر "رد رسوم" کے نام سے مولانا کی ایک تالیف کا قلمی نسخہ مکتوبہ حضرت حافظ ضامن شہید ہمارے ذخیرہ کتب میں محفوظ ہے۔

۱۰ھ مولانا نورالحسن (بن مولانا ابوالحسن بن مفتی الٰہی بخش نشاط) کاندھلوی ۲۶ ربیع الثانی ۱۲۲۷ھ، ۹ مئی ۱۸۱۲ء کو کاندھلہ میں پیدائش ہوئی۔ عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم والد بزرگوار اور دادے سے حاصل کی مزید تعلیم کے لئے دہلی بھیج دیئے گئے۔ دلی کب جانا ہوا اس کا علم نہیں۔ لیکن ۱۲۴۵ھ و ۱۸۲۹ء میں قیام تھا اور مدرسہ دہلی (دلی کالج) میں "نورالانوار" وغیرہ پڑھتے تھے۔ ۱۲۵۶ھ، ۱۸۴۰ء تک دہلی قیام رہا۔ ایام تعلیم میں مولانا

فضل حق خیرآبادی اور مفتی صدر الدین آزردہ کے شاگرد بھی مولانا سے پڑھتے رہے۔ تعلیم کے بعد آگرہ گورنمنٹ کالج میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ چار سال کالج میں رہے۔ پھر سیکرٹری کالج کے متعصبانہ رویّہ کی وجہ سے مستعفی ہو گئے۔ آگرہ سے آنے کے بعد نکوڑ (ضلع سہارن پور) میں قائم مقام تحصیلدار مقرر ہوئے۔ بعد میں مستقل تحصیلدار ہو گئے تھے۔ پھر یہاں سے بھی مستعفی ہو گئے۔ آخر میں بنّی سنگھ مہاراجہ الور نے مولانا کے فضل و کمال کا شہرہ سُن کر اپنے دربار میں بُلا لیا۔ الور کی ملازمت چھوڑنے کے بعد وطن میں قیام کیا اور یہیں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا۔

مولانا کے تلامذہ کی طویل فہرست میں متعدد نامور علماء کے علاوہ سرسید کا نام خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے۔ سرسید نے دہلی اور آگرہ میں مولانا سے تعلیم حاصل کی۔ سرسید نے اپنی تالیفات "جلاء القلوب بذکر المحبوب" مطبوعہ ۱۸۴۲ء تحفۂ حسن مطبوعہ ۱۸۴۴ء تسہیل فی جرثقیل مطبوعہ آگرہ میں ۱۸۴۴ء میں مولانا کا ذکر بحیثیت استاد کیا ہے۔ مولانا کے حالات، اس سلسلہ میں مؤلف مشائخ کاندھلہ کی فروگذاشتوں اور مولانا سے سرسید کے تلمذ کی تفصیلات کے لئے دیکھئے راقم سطور کا مضمون "حیاتِ سرسید کا ایک گمشدہ ورق" ماہنامہ آجکل دہلی مئی ۱۹۷۵ء۔

حاشیہ ہدایہ اوّلین، حاشیہ دیوان متنبی، تاریخ ریاست الور صنعتِ اہمال (بے نقط الفاظ) میں انتخاب احادیث استبصار مؤلفہ مولانا آل حسن موہانی۔ رسالہ فرائض۔ مولانا کی علمی یادگار ہیں اور امیر شاہ خاں خورجوی کی روایت کے مطابق مأتہ مسائل (منسوب بہ شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ) بھی مولانا کی تالیف ہے (ارواحِ ثلثہ مرتبہ مولانا ظہور الحسن کسولوی، جدید ایڈیشن امداد الغرباء سہارن پور ص ۱۱۶)

مولانا نے ۱۱ محرم ۱۲۸۵ھ (۵ مئی ۱۸۶۸ء) بروز سہ شنبہ وفات پائی۔ مفتی الٰہی بخش کے پائیں کاندھلہ میں دفن ہوئے۔

۱۱ مولانا مخدوم بخش (بن بہرام بخش بن قادر بخش) کاندھلوی، مفتی الٰہی بخش سے تعلیم حاصل کی۔ نہایت ذی علم اور وسیع المطالعہ بزرگ تھے۔ مولوی مخدوم بخش کی خاص عادت یہ تھی کہ جس کتاب کا مطالعہ کرتے اُس میں جن مقامات پر سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نام نامی آتا اُس کے حاشیہ پر صلّی اللہ علیہ وسلم ضرور لکھتے اس سے قطع نظر کہ وہاں صلّی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا ہے یا نہیں ہے؟ مولوی مخدوم بخش کے مطالعہ سے گزری ہوئی ہر کتاب میں یہ انفرادیت نظر آتی ہے۔ مولوی مخدوم بخش نے طویل عمر پائی۔ ۱۳۱۰ھ میں حیات تھے۔ تاریخ وفات معلوم نہیں۔ ان کے دو صاحبزادے تھے مولوی محمد یحییٰ اور مولوی محمد زکریا دونوں جیّد عالم اور ماہر طبیب تھے۔

۱۲ حافظ مرزا الٰہی بخش تعارف کے لئے دیکھئے حاشیہ ۵

۱۳ دیکھئے حاشیہ ۵

۱۴ حکیم ضیاء الدین بن غلام محی الدین رامپوری، ان کے جدِّ امجد عہدِ اکبری میں سہارنپور آکر آباد ہوئے پھر رامپور آگئے تھے۔ وہیں ۲۷ر رمضان ۱۲۴۲ھ، ۲۵ر اپریل ۱۸۲۷ء میں حکیم ضیاء الدین کی پیدائش ہوئی حکیم صاحب بلند پایہ عالم اور حاذق طبیب تھے۔ ان کے محدث گنگوہیؒ سے بچپن سے بہت دوستانہ اور بے تکلف روابط تھے۔ محدث گنگوہی ۱۸۵۷ء میں وارنٹ جاری ہو جانے پر گنگوہ سے رامپور آکر حکیم صاحب کے مکان میں روپوش ہوئے تھے۔ وہیں سے حکیم احمد امیر بخش کی مخبری پر گرفتار ہوئے۔

حکیم صاحب کا پہلا نکاح ۱۶ر جمادی الآخر ۱۲۶۷ھ اپریل میں ہوا۔ حکیم صاحب نے دوسرا نکاح ایک بیوہ خاتون سے کیا تھا۔ حاجی صاحب کو معلوم ہوا تو حضرت حاجی صاحب نے اس پر اظہارِ مسرت فرمایا اور لکھا۔

"خدائے تعالیٰ ایں رسمِ نیک در ہمہ مسلمانانِ جاری کند" مکتوب ۱۵ ص ۲۴۴۔ امداد المشتاق

حکیم صاحب نے حضرت حافظ ضامن شہیدؒ سے بیعت ہو کر استفادہ باطنی کیا اور خلافت حاصل کی۔ ہمیشہ حافظ صاحبؒ شہید کے ساتھ تھانہ بھون رہے۔ حافظ صاحب نے وصیت فرمائی تھی کہ تھانہ بھون کو وطن نہ بنانا۔ رام پور یا کاندھلہ میں قیام کرنا، رام پور کو ترجیح ہے اس لئے حضرت کی شہادت کے بعد رامپور آگئے تھے۔ یہاں آکر پیر و مرشد کے حالات میں ایک رسالہ "مونس مہجوراں" کے نام سے لکھا اور اس کا ایک نسخہ حضرت حاجی صاحب کو مکہ مکرمہ بھیجا تو حاجی صاحب نے تحریر فرمایا:

"رسالہ کہ در حالات حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نوشتہ آید رسید۔ از مطالعہ اش بسیار خوش شدم از حرفش بوے محبت پیراں می آید، خدائے تعالیٰ قبول فرماید"

(مکاتیب امدادیہ مشمولہ امداد المشتاق۔ مکتوب ۳۷۔ امداد المشتاق ص۲۴۸)

ترجمہ:۔ حضرت حافظ صاحب کے حالات میں آپ کا تالیف کیا ہوا رسالہ پہنچا۔ اس کے مطالعہ سے مجھے بے انتہا خوشی ہوئی۔ اس کے الفاظ سے پیروں سے محبت کی بو آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں"

یہ نسخہ کتب خانہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں محفوظ ہے اس کی تلخیص مولانا نسیم احمد فریدی کے قلم سے ماہنامہ "تذکرہ" دیوبند کی ۱۹۶۱ء کی اشاعتوں میں آچکی ہے "مونس مہجوراں" کا ایک قلمی نسخہ رامپور میں بھی تھا۔ خدا معلوم یہ نسخہ اب بھی کہیں ہے یا ضائع ہو گیا؟

حکیم صاحب کو حضرت حاجی صاحبؒ سے بھی اجازت حاصل تھی۔ (تذکرۃ الرشید مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، طبع اول، بلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ ص ۲۳۹۔ امداد المشتاق ص۳۲، ۲۷۹، ۲۸) حکیم صاحب ۱۳۰۵ھ سے ۱۳۱۲ھ تک دار العلوم دیوبند کی مجلسِ شوریٰ کے رکن رہے۔ حکیم صاحب کے نام حضرت حاجی صاحبؒ کے سولہ گرامی نامے امداد المشتاق کا جزو ہیں۔ ۲۸ر رمضان کو بظاہر ۱۳۱۲ھ میں وفات پائی۔ محدث گنگوہیؒ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"البتہ ایک نیا حادثہ واقع ہوا کہ حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری نے ۲۸ رمضان کو اس دُنیا سے انتقال کیا۔ اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیہ رَاجِعُون۔ اور ان کی مفارقت سے ہم کو سخت رنج ہے۔"
(مکاتیب رشیدیہ مرتبہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی۔ مکتوب ۱۰۶۔ بنام مولانا صادق الیقین صاحب مطبوعہ عزیز المطابع میرٹھ صـ۷۲)

۱۵ مولانا حافظ وحید الدین رامپوری۔ حکیم ضیاء الدین رامپوری کے قریبی عزیز اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت تھے۔ محدث گنگوہیؒ سے استفادہ باطنی کیا۔ حاجی صاحب اور محدث گنگوہیؒ کے آپ کے بارے میں بہت بلند کلمات ہیں۔ حاجی صاحب ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"از اسلوبی حال عزیز وحید الدین خوشنود شدم اللہ تعالےٰ ترقی کند بمقصود خود رساند۔"
(امداد المشتاق مکتوب ۳۰ ص ۳۸۷)

ترجمہ:۔ عزیز وحید الدین کی اسلوبی حال سے خوشی ہوئی۔ اللہ تعالےٰ ترقی کرے اور انہیں اپنے مقصود پر پہنچائے۔"

محدث گنگوہیؒ ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:۔
"اب سُنو کہ بندہ تم کو اپنے سے عمدہ جانتا ہے۔ خصوصًا یہ حال جو آپ نے اپنے لکھے اس سے تو صاف ظاہر ہو گیا کیونکہ یہ احوال نصیب بندہ نہیں ہوئے۔ اللہ تعالےٰ مبارک فرمائے اور بندہ کو بھی حصہ مل جائے۔ آمین!"
(مکاتیب رشیدیہ۔ مکتوب ۱۴۶ صـ۹۸)

محدث گنگوہیؒ کے چار گرامی نامے بنام حافظ وحید الدین مکاتیب رشیدیہ میں شامل ہیں ص ۹۳ و ص ۹۹ حافظ وحید الدین نے حاجی صاحب کے مکاتیب جمع کئے جو "مرقومات امدادیہ" کے نام سے "امداد المشتاق" کا جزو بنا دیئے گئے۔ حافظ وحید الدین کے ایک صاحبزادے مولوی سعید الدین (متوفی ۱۳۴۸ھ ۱۹۲۹ء) تھے جو مدار المہام بھوپال ہوئے۔ حافظ صاحب کی تاریخ وفات معلوم نہیں۔

۱۶ (مولانا) میاں عبدالرحمٰن پورنی، مفتی عنایت احمد کاکوروی اور مولانا نور الحسن کاندھلوی سے تعلیم حاصل کی۔ حدیث کی تکمیل محدث گنگوہی سے کی۔ تعلیم سے فراغت کے بعد محدث گنگوہیؒ سے بیعت ہوئے اور استفادہ باطنی کیا اور چند روز میں صاحبِ نسبت ہو گئے۔ محدث گنگوہیؒ نے اجازتِ بیعت عطا فرمائی افسوس عمر نے وفا نہ کی۔ گنگوہ ہی میں وصال کر گئے۔ (تذکرۃ الرشید صـ۱۶۱، صـ۳۱۷، صـ۲/۳۱۸)
ان کی وفات عجیب حالات میں ہوئی۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:۔
"انتقال میاں عبدالرحمٰن اور اس کیفیت کے ساتھ ایک نمونہ قدرت و عنایت حق تعالیٰ شانہٗ کا ہے۔ اس کی رحمت جب ہوتی ہے اس کے آثار ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔ بتہیرے اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے ایسے

ہوتے ہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ اور کسی کو اُن کے راز کی اطلاع نہیں ہوتی اور ان کی کیفیت دل کی کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ تعالیٰ یا بعض اُس کے خاص بندے کوئی اُس کو نہیں پہچانتا۔

(ریاض یعقوبی مکتوب ۳۲ ص ۱۲۳ مطبوعہ مکتبہ تالیفاتِ اشرفیہ تھانہ بھون)

مولانا عبدالرحمٰن صاحبزادۂ محدث گنگوہی حکیم مسعود احمد کے استاد بھی تھے۔

(تذکرۃ الرشید ص ۳۱۸)

۱۷ مولانا حکیم حافظ محمد یوسف (ابن حضرت حافظ محمد ضامن شہید) فاروقی چشتی تھانوی ثم رامپوری حضرت حاجی صاحب کے مخصوص خلفاء میں سے تھے۔ حاجی صاحب نے "ضیاء القلوب" ان ہی کی فرمائش پر لکھی تھی۔ حضرت نے ضیاء القلوب کے مقدمہ میں عزیزم سعید کونین پسندیدہ اخلاق حافظ محمد یوسف فرزند رشید امام العارفین عارف باللہ کامل اکمل حضرت حافظ محمد ضامن شہید فاروقی چشتی (ضیاء القلوب فارسی مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۳۱۰ھ) کی خواہش پر اس کی تصنیف کا ذکر کیا ہے، حافظ محمد یوسف ابتداء الور میں ملازم تھے (مکتوب حاجی صاحب ۱۵ امداد المشتاق جدید ص ۲۴۳) اور ریاست بھوپال میں تحصیلدار بھی رہے (آپ بیتی ۵ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدظلہٗ العالی ص ۵۵ کتب خانہ یحیوی سہارنپور)۔

حافظ صاحب اپنے والد بزرگوار کی طرح بہت ظریف وخوش طبع اور صاحب تصرف وکشف وکرامات بزرگ تھے۔ حضرت شیخ زید مجدہم نے ان کے تصرف وکشف کے متعدد واقعات آپ بیتی میں تحریر فرمائے ہیں۔ ان کی وفات کا قصہ بھی عجیب ہے۔ حضرت شیخ مدظلہٗ فرماتے ہیں۔

ایک دن میرے ماموں اور حافظ محمود صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے جو قاری محمد طیب مہتمم دار العلوم کے خسر تھے۔ اُن کے لڑکپن میں فرمایا کرتے تھے۔ محمود ہمارے پاس کچھ چٹکلے ہیں ہم سے پوچھ لینا گھر بیٹھے دو سو ملا کریں گے۔ اس زمانے کے دو سو آج کل کے دس ہزار کے بقدر تھے۔ حافظ محمود نے اس کو کوئی زیادہ اہمیت نہیں دی۔ عصر کی نماز میں تکبیر ہو رہی تھی صف سے آگے کو منہ نکال کر فرمایا کہ ارے محمود! ہماری بات یاد رکھنا۔ کل کو ہمیں سفر میں جانا ہے۔ وہ سمجھے کہ گنگوہ یا جھنجھانہ وغیرہ جانا ہوگا۔ اگلے روز حافظ صاحب نے گنگوہ تھانہ بھون، جھنجھانہ، دیوبند وغیرہ خطوط تحریر فرمائے کہ آج سفر کا ارادہ ہے۔ لوگ سمجھے کہ اکثر قرب و جوار میں بھی جاتے رہتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بھوپال کا ارادہ ہو یا کسی قریب جگہ کا دوسرے دن عصر کی نماز جماعت سے پڑھی اور مسجد کے صحن کے سامنے ایک چارپائی پڑی تھی اور اس پر اکثر لیٹا بھی کرتے تھے۔ وہاں پہنچ کر کُرتا نکالا صرف لُنگی بندھی ہوئی تھی قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹ گئے اور یہ جا، وہ جا۔ نمازی مسجد سے نکل کر محل حویلی جو مسجد کے قریب بہت مشہور ومعروف مکان اعزہ کے ہیں وہاں تک پہنچے بھی نہ تھے کہ مسجد کا مؤذن بھاگا ہوا گیا کہ چلو حافظ جی کو دیکھو کیا ہوا؟ سب واپس آئے تو دیکھا کہ حضرت حافظ صاحب ابدی سفر پر روانہ ہو چکے تھے۔ (آپ بیتی ۵ مختصراً ص ۵۳، ۵۴)

۱۸ے مولانا احمد بن حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ولادت تقریباً ۱۲۷۹ھ اور مولانا احمد بن مولانا حکیم ضیاء الدین رام پوری۔ ولادت ۱۲۸۲ھ۔ ۱۸۶۶ء تو یقیناً مراد نہیں۔ ان کے علاوہ یہ تیسرے احمد کون ہیں؟ معلوم نہیں ہو سکا۔

۱۹ے حافظ حسام الدین رام پوری، حکیم ضیاء الدین کے خاندان کے صاحب نسبت بزرگ تھے۔
(حواشی امداد المشتاق ص ۳۹۲)

بیعت و استفادہ باطنی کا تعلق حضرت حاجی صاحبؒ سے رکھتے تھے۔ اُن کی وفات پر حاجی صاحبؒ نے انتہائی رنج و غم محسوس کیا جس کا اندازہ ان سطور سے ہوتا ہے:۔

" واز خبر وحشت اثر انتقال عزیز جانم حافظ حسام الدین رنجیکہ بپیرامون خاطر احقر گردید بقلم نمی آید، تنہائی آں عزیز کہ عزیز مرحوم مثل خادم ہم پیالہ و ہم نوالہ شما بود، رضاء بقضاء اللہ تعالیٰ عزیز مرحوم را از حساب و کتاب قبر پاک و صاف کردہ بجنت الفردوس رساناد "
(امداد المشتاق جدید مکتوب ۵۸ ص ۴۵۷)

"عزیز از جان حافظ حسام الدین کے انتقال کی خبر وحشت اثر سے احقر کو جس قدر رنج ہوا ہے وہ تحریر میں نہیں آسکتا۔ خصوصاً اس عزیز کی تنہائی کے خیال سے، اس لئے کہ عزیز مرحوم مثل خادم تمہارے ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے، راضی برضا ہوں۔ اللہ تعالیٰ عزیز مرحوم کو قبر کے حساب و کتاب سے پاک صاف کر کے جنت الفردوس میں پہنچائے "

۲۰ے حضرت یعنی بابا فریدالدین گنج شکر، مسعود بن جمال الدین سلمان نام، فریدالدین گنج شکر لقب، سنہ ولادت مولانا عبدالحئی نے نزہتہ الخواطر میں ۵۶۹ھ نقل کیا ہے۔ ابتدائی تعلیم وطن (موضع کھوتوال ملتان) کے مکتب میں حاصل کی۔ پھر ملتان تشریف لے گئے۔ وہاں مولانا منہاج الدین سے نافع پڑھی۔ یہیں حضرت شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی زیارت اور پہلی ملاقات ہوئی۔ اسی وقت حضرت سے بیعت ہو گئے۔ شیخ کی ہدایت کے مطابق تعلیم مکمل کی۔ پھر سیر و سیاحت شروع کر دی۔ اس سیاحت میں اکابر صوفیاء اور بڑے بڑے مشائخ سے ملاقاتیں اور استفادہ کیا۔ پھر دہلی پہنچے اور شیخ کی خدمت میں رہ کر ریاضت و مجاہدات کئے اور شیخ نے خلافت عطا فرمائی۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے فرماتے تھے:۔

" بابا بختیار! شہبازے عظیم بقید آوردہ آید کہ جز بسدرۃ المنتہیٰ آشیانہ نگیرد، وایں فرید شمعیست کہ خانہ درویشاں منور سازد " (تذکرہ صوفیائے پنجاب بحوالہ سیر العارفین ص ۲۳)

ترجمہ:۔ بابا بختیار! ایسا شہباز عظیم قید میں آیا ہے کہ جو سدرۃ المنتہیٰ کے سوا آشیانہ نہ بنائے گا اور یہ فرید وہ شمع ہے جن سے درویشوں کی قیام گاہیں منور ہوں گی "

غلافت حاصل کرنے کے بعد شیخ سے رخصت ہو کر ہانسی پہنچے۔ ادھر شیخ نے انتقال فرمایا۔ اُدھر شیخ فرید خواب میں دہلی پہنچنے کا حکم پاکر دہلی روانہ ہوئے اور شیخ کی وفات کے تین روز بعد دہلی پہنچے۔ وہاں صوفی حمید الدین ناگوری نے شیخ کے حسبِ وصیت تمام تبرکات بابا فرید کے حوالے کئے۔ بابا فرید نے خرقہ زیب تن کیا اور شیخ کے سجادہ پر بیٹھے۔ لیکن پھر دہلی رہنے کا ارادہ چھوڑ کر ہانسی روانہ ہو گئے۔ بقول پروفیسر خلیق احمد نظامی :

"بابا فرید کا دہلی میں قیام نہ کرنا چشتیہ سلسلے کے حق میں اتنا ہی مفید ہوا جتنا قطب صاحب کا دہلی میں قیام کرنا۔"

ہانسی میں جب زیادہ رجوع ہوا تو وہاں سے اجودھن (پاک پٹن شریف ضلع منٹگمری (ساہیوال) پاکستان) آگئے۔ وہیں وفات پائی۔

سنہ وفات میں خاصا اختلاف ہے۔ عام تذکرہ نگاروں نے ۶۶۴ھ ذکر کیا ہے۔ صاحب مخبر الواصلین ۶۷۰ھ بیان کرتے ہیں۔ ابوالفضل اور غلام حسین طباطبائی نے ۶۶۸ھ میں لکھی ہے۔ مؤلف انوار العارفین نے کئی قول نقل کئے ہیں کسی ایک سن کی تعیین بہت مشکل ہے۔

محمد غوثی (مؤلف گلزار ابرار) کا بیان ہے کہ بابا فرید نے فصوص الحکم ابن عربی پر ایک حاشیہ بھی لکھا تھا۔

تاریخ مشائخ چشت ص ۱۱۵۔ ابن بطوطہ اجودھن گیا تھا اُس نے شیخ سے اپنی ملاقات کا ذکر کیا ہے مگر اس بیان میں ابن بطوطہ کو سہو ہوا۔ ابن بطوطہ نے ۷۳۴ھ، ۱۳۳۳ء میں سندھ اور پنجاب کا سفر کیا تھا اس وقت بابا فرید کی وفات پر چھ دہائیاں گزر چکی تھیں۔ شاید ابن بطوطہ شیخ کے صاحبزادہ نصر الدین نصر اللہ سے ملا ہو جو اس وقت پاک پٹن میں تھے۔

مفصل حالات کے لئے ملاحظہ کیجئے۔ تحفۃ الاخیار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی احمدی دہلی ۱۲۷۰ھ ص ۶۱ تا ۶۴، مخبر الواصلین، ابو عبداللہ محمد فاضل ترمذی، مطبع مصطفائی ۱۲۶۵ھ ص ۵۰-۵۱، آئین اکبری ابوالفضل سرسید ایڈیشن اقتباس الانوار شیخ اکرم چشتی براسوی ص ۱۷۰، ۱۷۵ مطبوعہ لاہور سیر المتاخرین شیخ غلام حسین طباطبائی نسخہ قلمی مکتوبہ قبل از ۱۲۴۵ھ ورق ۱۸۷ مملوکہ راقم الحروف۔

انوار العارفین مولوی محمد حسین مراد آبادی نول کشور لکھنؤ ص ۲۴۹ - ۳۵۵ تذکرہ اولیائے ہند مرزا احمد اختر گورگانی رشیدیہ دہلی ۱۳۷۵ھ ص ۴۰۔۴۳ نزہتہ الخواطر مولانا عبدالحیٔ رائے بریلوی دائرۃ المعارف ۱۳۶۶ھ - ۱۹۴۷ء ص ۲۳۱/۱ تاریخ مشائخ چشت پروفیسر خلیق احمد نظامی، ندوۃ المصنفین دہلی ۱۳۷۲ھ ص ۱۵۷-۱۶۳ خلاصہ سفرنامہ ابن بطوطہ از مولوی عبدالرحمن خاں، مکتبہ برہان دہلی ۱۹۴۸ء ص ۱۱۷۔ تذکرہ صوفیائے پنجاب مولانا اعجاز الحق قدوسی سلیمان اکیڈمی کراچی ص ۴۲۲ - ۳۹۰

۵۲۱ شہباز قلندر، شیخ عثمان مروندی (بن سید کبیر بن سید شمس الدین) نام لعل شہباز قلندر لقب سلسلۂ نسب میں صاحب خزینۃ الاصفیاء اور مؤلف تذکرۂ صوفیائے سندھ کے بیانات میں اختلاف ہے۔ تذکرہ صوفیائے

سندھ نے بحوالہ لب تاریخ سندھ امام جعفر صادق تک تیرہ[13] واسطے بیان کئے ہیں۔ بظاہر یہی صحیح ہے ۵۷۳ھ ۱۱۷۷ء میں مروند میں ولادت ہوئی۔ وطن میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ پھر بابا ابراہیم سے بیعت ہو کر ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہے۔ شیخ سے خلافت حاصل کرنے کے بعد دوسرے مشائخ سے بھی اکتساب فیض کیا اور ہندوستان اور دوسرے ممالک میں سیاحت کرتے رہے۔ اس دوران بڑے مشہور مشائخ سے ملاقاتیں اور استفادہ کیا۔ ان مشائخ میں حضرت فرید الدین گنج شکر، شیخ بہاؤالدین زکریا ملتان، شیخ بوعلی قلندر پانی پتی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

مؤلف تذکرہ صوفیائے سندھ نے اس سلسلہ میں مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا نام بھی لیا ہے مگر یہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ مؤلف نے مخدوم جہانیاں کی ولادت ۷۰۷ھ میں اور حضرت لعل شہباز کی وفات ۶۷۳ھ میں بیان کی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ رہے ہیں کہ لعل شہباز نے مخدوم جہانیاں سے استفادہ کیا۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر بعض مؤرخین کے بقول لعل شہباز کی وفات ۷۲۴ھ میں تسلیم کر لی جائے تب بھی اس وقت مخدوم جہانیاں کی عمر ایسی نہ ہوگی کہ ان سے ایسے معمر شیوخ استفادہ کر سکیں۔

شیخ شہباز بڑے عالم اور صاحبِ تصنیف بزرگ تھے۔ مؤلف تذکرۂ صوفیائے سندھ نے لکھا ہے کہ شیخ کو شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی۔ عثمان تخلص فرماتے تھے اور (بحوالہ مقالات الشعراء ص ۳۵۵ مطبوعہ سندھی ادبی بورڈ) ان کی ایک غزل بھی نقل کی ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

زعشق دوست ہر ساعت دروں نار می رقصم
گہے بر نار می غلطم گہے بر خار می رقصم

اور مقطع یہ ہے ؎

منم عثمان مروندی کہ یار خواجہ منصورم
ملامت می کند خلقے و من بر دار می رقصم

لیکن اس کی نسبت شیخ عثمان مروندی کی جانب مشتبہ معلوم ہوتی ہے۔ یہ غزل شیخ عثمان ہارونی کی ہے اور اسی نسبت سے مشہور ہے۔

شیخ نے ۲۱ رشعبان ۶۷۳ھ ۱۲۷۴ء میں وفات پائی۔ سیوستان (ضلع دادو، سندھ پاکستان) میں مزار مرجع خلائق ہے۔ مؤلف خزینۃ الاصفیاء نے ۶۷۲ھ میں وفات ذکر کی ہے اور عارف محبوب شہباز سے تاریخ نکالی ہے۔ خزینۃ الاصفیاء پر اعتماد کرتے ہوئے مؤلف تذکرہ علماء ہند و پاک نے بھی یہی سنہ نقل کیا ہے۔ بظاہر اول صحیح ہے۔ علی شیر قانع ٹھٹوی اور مؤلف تذکرہ صوفیائے سندھ نے یہی بیان کیا ہے۔ مفصل حالات کے لئے دیکھئے۔ تحفۃ الکرام، علی شیر قانع ٹھٹوی ص ۱۳۶/۳ مطبع ناصری دہلی ۱۳۰۴ھ۔ خزینۃ الاصفیاء ص ۲۶۴/۲، تذکرہ اولیائے ہند و پاک۔ مرزا احمد اختر گورگانی ص ۳۶ ۴۔ نزہۃ الخواطر ۲۳۱/۱ تذکرہ صوفیائے سندھ مولانا اعجاز الحق قدوسی ص ۱۹۷-۲۰۷۔ اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۸۹ء۔

مولانا محمد یعقوب نانوتوی بھی حج کو جاتے ہوئے سیوان سے گزرے تھے اور حضرت شہباز قلندر کے مزار پر حاضر ہوئے تھے۔ مولانا کے سفرنامے حج مشمولہ بیاض یعقوبی ص ۱۹۰ - ۲۲۰ مکتبہ تالیفات اشرفیہ تھانہ بھون میں اس کی تفصیلات ملتی ہیں۔

۲۲ھ حکیم ضیاء الدین رامپوری۔ تعارف کے لئے دیکھئے حاشیہ ۱۴ھ

۲۳ھ ڈپٹی عبدالحق رامپوری (مولوی سعیدالدین رامپوری کے ماموں) رام پور کے مخیر اور دریا دل شخص تھے۔ حج کا ارادہ کیا تو ایک بڑے قافلہ کو ساتھ لے کر چلے جس میں محدث گنگوہیؒ بھی شامل تھے۔ یہ محدث گنگوہی کا پہلا حج تھا جس کی تفصیلات آپ ان خطوط میں پڑھ رہے ہیں۔ ڈپٹی صاحب حج کے بعد مدینہ پاک حاضر ہوئے اور پھر اس مبارک سرزمین سے واپسی گوارا نہ کی، مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں دفن ہو کر اپنے خلوص کا صلہ پالیا۔
(تذکرۃ الرشید ص ۲۰۱-۲۰۸ ج ۱)

حضرت حاجی صاحبؒ اُن کی وفات پر تحریر فرماتے ہیں :-
"اُمت الحبیب کو بعد سلام و دُعائے خیر کے معلوم ہو کہ از انتقال ڈپٹی صاحب و برخورداری عمدا رنجیکہ اُوپر خاطر فقیر کے گزرا حاجت تحریر کی نہیں۔ اللہ تعالےٰ دونوں کو بخشے اور جنت الفردوس عطا کرے۔"
(امداد المشتاق ص ۳۲۸)

۲۴ھ تعارف حاشیہ ۵ھ پر ملاحظہ کیجئے۔
۲۵ھ مولانا مظفر حسین کاندھلوی۔ مختصر تعارف حاشیہ ۹ھ پر گزر چکا ہے۔
۲۶ھ مولانا نورالحسن صاحب کا تعارف حاصل کرنے کے لئے حاشیہ ۵ھ ملاحظہ فرمائیے۔
۲۷ھ پیر جی میاں احمد حسین (بن فدا حسین بن حافظ محمد امین) تھانوی برادر زادہ حضرت حاجی امداد اللہ، ابتداءً تنگ دست اور پریشان حال تھے۔ تھانہ بھون میں قیام تھا، حاجی صاحب ان کے لئے تھانہ بھون کا قیام پسند نہ فرماتے تھے۔
(امداد المشتاق مکتوب ۱۵ ص ۳۴۳)

اس عسرت و تنگ حالی کی وجہ سے حاجی صاحب نے مطبع مجتبائی میرٹھ میں ملازم کرانا چاہا۔ اس ملازمت کو مولوی احمد حسین نے قلتِ تنخواہ کی وجہ سے قبول نہ کیا۔ (مکتوب ۱۶ ص ۳۴۷ - مکتوب ۱۷ ص ۳۸۳)

پھر انہوں نے حیدر آباد جانے کا ارادہ کیا۔ حاجی صاحب نے اسے بھی پسند نہ فرمایا (مکتوب ۲۸ صد ۳۸۳) بالآخر حاجی صاحب کی ہدایات اور مکاتیب نے اثر کیا اور ان کے دل سے عیش و عشرت کی زندگی گزارنے کا خیال جاتا رہا۔ یہ کیفیت پیدا ہو جانے کے بعد حاجی صاحب کی جانب سے بھی اُن کے کہیں آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں رہی۔
(مکتوب ۵۰ ص ۴۳۵)

پہلے بھوپال جانے کا ارادہ کیا۔ پھر اپنا سب ساز و سامان فروخت کر کے حاجی صاحب کی خدمت میں ایک سال قیام کرنے کے ارادہ سے مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ (مکتوب ۵۹ ص ۴۶۳) ایک سال گزرنے کے بعد اور ایک سال قیام کا

ارادہ کر لیا۔ اس کے بعد وہاں سے واپسی نہ ہو سکی۔ وہیں ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ ۱۶ مئی ۱۸۹۷ء کو انتقال ہو گیا۔
حاجی صاحب ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"عزیزم حافظ احمد حسین مرحوم کی کیفیت تو آپ سن چکے ہوں گے وہ عزیزم مرحوم بعارضۂ فالج آٹھویں ذی الحجہ بیمار ہوئے۔ نویں کو زبان بند ہو گئی۔ بالکل بے حس و حرکت تین چار روز تک حالت اُن کی رہی آخر تیرھویں ذی الحجہ جان بحق تسلیم ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں اُن کو جگہ دے۔ آمین! آپ بھی اُن کے لئے دعا فرمائیے گا۔"

(مکاتیبِ رشیدیہ ص ۶ مکتوب حضرت حاجی صاحبؒ)

حکیم الامت تھانویؒ نے اس حادثہ پر محدث گنگوہیؒ کے نام تحریر فرمایا :۔

"تازہ خبر حسرت اثر یہ ہے کہ کل مکہ معظمہ سے میرے ایک ملاقاتی کا خط ایک حاجی صاحب لائے ہیں لکھا ہے کہ حافظ احمد حسین صاحب ابن الحجاج ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ کو رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے نہایت رنج کئی طرح سے ہوا۔ اوّل خود اُن کے انتقال کا رنج، دوسرے اُن سے حجاج کو کس قدر نفع تھا؟ تیسرے حضرت صاحب کی تنہائی و تشویش کا، چوتھے چھوٹے بچوں کا عیال، پانچویں خدا کرے رد و دا نع میں کوئی قصہ نہ ہو۔" (تذکرۃ الرشید ص ۱۳۲-۱)

مولوی احمد حسین کے مکہ معظمہ قیام کا بڑا فائدہ یہ ہوا کہ مولوی عبدالسمیع بیدل رامپوری (تلمیذ غالب و مؤلف انوار ساطعہ) کے ہمنوا محدث گنگوہی اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کے متعلق حاجی صاحب سے کچھ کہتے تو یہ اُن کے جوابات دیتے اور ان حضرات کی صفائی پیش کرتے۔ (مکتوب محدث گنگوہی بنام مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری ۱۴ مکاتیب رشیدیہ ص ۴۳۔)

۱۲۸ اس نام کی تین ہم عصر شخصیتیں ہیں :۔
(۱) امیر احمد تھانوی (۲) امیر احمد رامپوری (۳) منشی امیر احمد گنگوہی

عبدالرحمٰن حیرت امیر احمد تھانوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

"حافظ امیر احمد تھانہ بھون کے رئیس ہیں۔ علم و ہنر میں کمال رکھتے ہیں مختلف انگریزی عہدوں پر فائز رہے۔ آج کل ریاست کھنجورہ ضلع کرنال میں میر منشی ہیں۔ خوش لباس اور خوش خوراک آدمی ہیں۔"

(ترجمہ سفینہ رحمانی ص ۱۱۱)

امیر احمد رامپوری نے ۱۸۵۷ء کی جنگ میں بھرپور حصّہ لیا تھا۔ پھر روپوش ہو کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ عام معافی کا اعلان ہونے پر ہندوستان آئے مگر گرفتاری کا خطرہ لگا ہوا تھا اس لئے خود ہی حاضر عدالت ہو گئے۔ پھر رہا ہو کر وطن پہنچے۔

حضرت مولانا تھانویؒ تحریر فرماتے ہیں :۔

"امیر احمد بار بار حضرت سے دریافت کرتے تھے کہ یا حضرت میں ہندوستان جاؤں ؟ اور حضرت فرماتے تھے ہاں جاؤ مگر امیر احمد کو اپنے اوپر مقدمات کا قوی خطرہ تھا۔ اس واسطے شبہ ہوتا تھا کہ ضرور گرفتار اور سزا یاب ہوں گا۔ اس واسطے باوجود حضرت کے فرما دینے کے ان کو اطمینان نہیں ہوتا تھا اور بار بار دریافت کرتے تھے۔ ایک روز حضرت نے چیں بجبیں ہو کر فرمایا۔ تمہارا جی گرفتار ہونے کو چاہتا ہے میاں جاؤ! تب میں نے اُن سے کہا کہ اب تم شک و شبہ چھوڑ دو اور حضرت نے خود ارشاد فرمایا ہے خدا کا نام لے کر چلو، اللہ تعالےٰ بہتر کرے گا۔ چنانچہ وہ میرے پاس ہندوستان آئے اور چند روز دہلی کی ایک مسجد میں رہ کر حاضر عدالت ہو گئے۔ چنانچہ گرفتار کر کے جیل بھیج دیئے گئے اور بالآخر تمام مقدمات سے بری ہو کر اپنے گھر بخیریت تمام پہنچ گئے"۔

(امداد المشتاق ص ۲۴۵)

تیسرے[۳] منشی امیر احمد گنگوہی جو آگرہ میں ڈپٹی مجسٹریٹ نہر کے عہدہ پر متعین تھے اُن کا ذکر مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے تذکرۃ الرشید ص ۲۲۳-۲ میں کیا ہے۔

ان تینوں کی تاریخ وفات معلوم نہیں ہو سکی۔

۲۹ مولوی ابو النصر بن مولوی عبد الغنی گنگوہی، محدث گنگوہی کے ماموں زاد بھائی، بچپن کے رفیق اور بے تکلف دوستوں میں تھے۔ شکل و صورت میں بھی محدث گنگوہی کے بہت مشابہ تھے۔ ۱۸۵۷ء میں محدث گنگوہی کے وارنٹ جاری ہونے پر صورت کی حد درجہ مشابہت کی وجہ سے شبہ میں گرفتار کر لئے گئے۔ سپاہیوں نے اُن کو بہت مارا پیٹا اور تکلیف پہنچائی۔ لیکن انہوں نے یہ نہیں کہا کہ میں رشید احمد نہیں ہوں۔ بعد میں فوجیوں کو اس کا پتہ چلا تو انہوں نے چھوڑ دیا۔ محدث گنگوہی کی گرفتاری کے بعد اُن کی بے قراری کا یہ عالم تھا کہ دوش کے پیچھے پا پیادہ سہارن پور تک گئے۔ طبیعت کی پریشانی اور موسم کی شدت کی وجہ سے راستہ میں بے ہوش ہو کر گر گئے۔ مگر جب ہوش آیا تو پھر وہی دھن تھی۔ بالآخر افتاں خیزاں سہارن پور پہنچے اور حضرت کی خیریت معلوم کی۔ ان کی والہانہ شیفتگی اور خدمات کے متعدد واقعات مولانا عاشق الٰہی نے تذکرۃ الرشید میں نقل کئے ہیں۔ پہلے سفر حج میں جس کی تفصیلات آپ ان خطوط میں پڑھ رہے ہیں۔ حضرت کی ایسی خدمت کی جس کی نظیر نہیں۔ ان کی ان خدمات کی وجہ سے حضرت فرمایا کرتے تھے۔ ابو النصر تو میری ماں ہے۔ (تذکرۃ الرشید ص ۲۰۸)

ایک معاملہ میں مولوی ابو النصر سے زک اُٹھانے کے بعد دو شیعوں نے ان پر سحر کرا دیا جس کے اثر سے وہ درد شقیقہ کے مریض ہو گئے۔ حضرت کو معلوم ہوا تو سنتے ہی بے ساختہ فرمایا۔ پھر کیا ؟ اگر کرا دیا ہے تو وہ خود نہیں رہے گا۔ اور دوسرا اندھا ہو گیا۔ چنانچہ ان میں سے ایک اگلے دن ہیضہ سے مر گیا اور دوسرا کچھ دنوں کے بعد اندھا ہو گیا۔ مولوی ابو النصر نے بہت طویل عمر پائی۔ مولوی محمد ایوب انصاری گنگوہی کا بیان

ہے کہ مولوی ابوالنصر ۱۹۱۸ء، ۱۳۳۷ھ تک حیات تھے۔ تاریخ وفات معلوم نہیں۔

۱۳۰ تعارف حاشیہ ۱۲ میں گزر چکا ہے۔

۱۳۱ دیکھئے حاشیہ ۲۷

۱۳۲ مولانا عنایت اللہ مالوی، حضرت حاجی صاحب کے اجل خلفاء میں تھے۔ حکیم الامت تھانوی نے امداد المشتاق میں ایک سے زائد مقامات پر مولانا کا ذکر کیا ہے۔ بمبئی میں قیام پذیر تھے۔ وہیں وصال ہوا۔ محدث گنگوہی نے اپنے آخری سفر حج ذی قعدہ ۱۲۹۹ھ اکتوبر ۱۸۸۲ء کے موقعہ پر بھی بمبئی میں مولانا عنایت اللہ سے ملاقات کی تھی۔

(مکاتیب رشیدیہ۔ مکتوب ۴۰ ص ۳۸)

افسوس مولانا عنایت اللہ کے مفصل حالات کہیں نہیں ملتے۔ مولانا عنایت اللہ صاحب نے طویل عمر پاکر ۱۳۰۵ھ میں بمبئی میں وفات پائی۔

۱۳۳ دیکھئے حاشیہ ۹

۱۳۴ حاشیہ ۱۰ ایک بار پھر ملاحظہ فرمائیں۔

۱۳۵ حضرت کے مکتوب گرامی میں محمود احمد ہے جو بظاہر سبقتِ قلم ہے۔ صحیح نام محمد احمد ہے۔ قاضی محمد احمد رسوا ابن قاضی غلام حیدر متوفی ۱۲۰۸ھ بن قاضی غلام حسین صدیقی کاندھلوی، قاضی محمد عبداللہ بن مولانا کریم الدین مذکر حفید قاضی ضیاء الدین سنامی متوفی ۷۲۵ھ کی اولاد میں تھے۔ قاضی محمد رسوا ذی علم اور خوش مزاج بزرگ تھے۔ سخن گوئی اور سخن فہمی کا پاکیزہ ذوق رکھتے تھے۔ جناب احسان دانش اپنی آپ بیتی میں لکھتے ہیں:۔

”کاندھلہ کی شعری فضا پر داغ اور ذوق کا رنگ غالب تھا۔ شاید اس وجہ سے کہ قاضی محمد ذکی کے بڑے بھائی قاضی محمد احمد صاحب رسوا استاذ ذوق کے سلسلے کے تھے۔“

(جہان دانش ص ۱۴۸ مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء)

استاذ ذوق نے ۱۲۷۱ھ میں وفات پائی اور قاضی محمد احمد رسوا کا انتقال ۱۲۸۵ھ میں ہوا۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ قاضی محمد احمد ذوق کے بلاواسطہ شاگرد ہوں۔ قاضی محمد احمد نے اپنا کلام مرتب کیا تھا جو شاید اب بھی موجود ہے لیکن باوجود کوشش راقم سطور اس سے استفادہ نہ کر سکا۔

قاضی محمد احمد نے ۱۸۵۷ء کی جنگ میں بہت سرگرم حصہ لیا اور تھانہ بھون شاملی سے روپوش ہو کر آنے والے اشخاص کو اپنے مکان میں پناہ دی۔ قاضی عنایت علی خاں کا معہ پچاس سواروں کے آنا اور حضرت حاجی صاحب کی آمد بہت مشہور ہے۔ بغاوت کے الزام میں ان پر مقدمہ چلا۔ کلکٹر نے جو فرد جرم عائد کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی محمد احمد جنگ سے پہلے ہدایات حاصل کرنے تھانہ بھون گئے اور ان کے بھائی قاضی عبدالرحمن و عبدالرحیم نے دہلی جا کر جنگی سرگرمیوں میں حصہ لیا۔ فرد جرم میں قاضی عنایت علی سرگردہ مجاہدین تھانہ بھون کا مع پچاس سواروں کے آنے کا بھی ذکر ہے۔ اس مقدمہ کی تفصیلات کا یہ موقعہ نہیں۔ ۱۸۵۷ء میں اہلِ کاندھلہ

کی شرکت، اہلِ کاندھلہ پر الزام بغاوت میں مقدمات اور اس سلسلے کی تمام تفصیلات کے لئے کتاب "تاریخ کاندھلہ" کا مطالعہ فرمائیے۔
قاضی محمد احمد رسوا کا انتقال ۱۲ رجب بروز شنبہ ۱۲۸۵ھ ۵ دسمبر ۱۸۶۸ء کو ہوا۔ قاضی صاحب نے دو صاحبزادے یادگار چھوڑے۔ قاضی محمد ذکی صاحب ذکی جو داغ سکول سے تعلق رکھتے تھے نہایت ملنسار اور غریب پرور بزرگ تھے۔ شعر و شاعری کا ذوق تو ورثہ میں پایا تھا۔ اس کے علاوہ خطاطی اور مصوری سے بھی شوق کرتے تھے۔ اس میں بڑی مہارت اور فنی کمال بہم پہنچایا تھا۔ جناب احسان دانش لکھتے ہیں :۔

"قاضی محمد ذکی گرد و نواح میں معروف بزرگ تھے۔ عربی، فارسی، سنسکرت اور اُردو میں اعلیٰ قابلیت رکھنے کے علاوہ بلند درجے کے شاعر اور چابکدست مصور بھی تھے۔ خصوصاً لائف اسکیچ میں انہیں بڑی مہارت تھی۔ ویسے وہ گلکاری اور ڈیزائننگ میں بھی بڑے بہار قلم فنکار تھے۔ جب وہ کسی کو سامنے بٹھا کر تصویر بناتے تو تصویر اصل سے ٹکر کھانے لگتی اور جب وہ خط گلزار میں کچھ لکھ دیتے تو اُن کے خطوط مُنہ سے بولنے لگتے"۔

(جہان دانش، ص ۶۴)

جناب احسان دانش کاندھلوی قاضی ذکی کے شاگرد ہیں۔ قاضی ذکی نے اپریل ۱۹۳۹ء میں وفات پائی ہے۔ جناب احسان دانش نے قاضی محمد احمد رسوا کو قاضی محمد ذکی کا بڑا بھائی بیان کیا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ قاضی ذکی کے دوسرے بھائی قاضی ابو محمد تھے۔ اُن کی وفات ۴ صفر ۱۳۳۶ھ ۲ نومبر ۱۹۱۷ء کو ہوئی۔

۳۶ھ دیکھئے حاشیہ ص ۲۸

۳۷ھ حدیث کے الفاظ یہ ہیں :۔

انا زعیم ببیت فی ربض الجنة لمن ترك المراء وان كان محقا وبيت في وسط الجنة لمن ترك الكذب وان كان مازحا وببيت في اعلى الجنة لمن حسن خلقه -

(رواه ابی داؤد عن ابی امامة الباهلی مرفوعًا)

ترجمہ :۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں میں اس شخص کے لئے جنت کے اطراف میں ایک مکان کی ضمانت لیتا ہوں جو (آپس میں) جھگڑا ختم کر دے اگرچہ وہ حق پر ہو۔ اور جنت کے درمیانی حصہ میں مکان کی ضمانت لیتا ہوں اُس کے لئے جو جھوٹ (بولنا) چھوڑ دے اگرچہ وہ مذاق میں ہی کیوں نہ ہو۔ اور جنت کے اعلیٰ حصہ میں مکان کی ضمانت لیتا ہوں جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

(سنن ابوداؤد مع بذل المجہود ص ۲۴۰/۵ طبع اول)

شیخ الاسلام نوویؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں۔ حدیث صحیح۔ ریاض الصالحین للعلامة النووی، المطبعة السعیدیہ بمصر ص ۱۱۶۔ اور علامہ مرتضیٰ الزبیدی نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ اس مفہوم کی دوسری

روایات کی تحقیق کے لئے دیکھئے اتحاف السادۃ المتقین للعلامۃ محمد مرتضیٰ الزبیدی، طبع جدید دار احیاء التراث العربی بیروت ص ۳۰ تا ۱۔ص ۴۶۹ جلد ۶۔
نیز ملاحظہ ہوں فیض القدیر علی الجامع الصغیر للعلامۃ المحدث محمد بن عبد الرؤف للناری۔ طبعۃ دار المعرفہ بیروت ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۲ء حدیث نمبر ۸۰۰۰۔ ص ۳۵/۴۳۵۔ کشف الخفاء و مزیل الالباس عما اشتہر من الاحادیث علی السنۃ الناس للعلامۃ اسماعیل بن محمد عجلونی، طبعۃ دار احیاء التراث العربی بیروت طبع ثالث حدیث نمبر ۲۱۹۹، ص ۱۸۳۔ حدیث ۲۸۴۲ ص ۲/۲۳۸۔

۳۸ یعنی حضرت حاجی امداد اللہ تھانوی مہاجر مکی (ولادت ۱۲۳۳ھ ۱۸۱۷ء۔ وفات ۱۳۱۷ھ ۱۸۹۹ء) پیر و مرشد حضرت محدث گنگوہی۔

۳۹ حضرت علامہ مولانا سید عبد الرحمٰن بن سید رستم علی کاندھلوی، علم و فضل میں امتیازی مقام رکھتے تھے۔ مؤلف شمائم امدادیہ نے مولانا عبد الرحمٰن کو علامہ عصر سے یاد کیا ہے۔ اور محدث گنگوہی و مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے بعد حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہونے والے جلیل القدر علماء میں سب سے پہلے مولانا عبد الرحمٰن کا ذکر کیا ہے۔ شمائم امدادیہ۔ از جناب محمد مرتضیٰ خاں۔ قیومی پریس کانپور ۱۳۱۴ھ ص ۲۰۔ امداد المشتاق ص ۳۲۔
حضرت حاجی صاحب نے خلافت و اجازتِ بیعت سے بھی سرفراز فرمایا۔

(امداد المشتاق ص ۲۶۹)

اتباعِ شریعت، مشتبہات سے احتراز اور شانِ تقویٰ کا اس سے اندازہ ہوگا کہ مولانا کے چچا سید امام علی نے جو پولیس میں داروغہ تھے، مولانا کے مکان سے ملا کر اپنا مکان بنایا تو مولانا نے اس گلی سے گزرنا چھوڑ دیا طویل فاصلہ طے کر کے دوسری طرف سے مسجد وغیرہ جاتے تھے۔ لوگوں کے اصرار پر فرمایا چچا پولیس میں داروغہ ہیں انھوں نے اس کی تعمیر میں رشوت کا پیسہ بھی لگایا ہوگا اس لئے میں اس کے سائے سے بھی احتیاط کرتا ہوں۔ مولانا کی عجیب و غریب کرامات بیان کی جاتی ہیں۔

مولانا عبد الرحمٰن کے مولانا احمد علی محدث سہارنپوری سے خصوصی روابط تھے۔ مولانا احمد علی کی شائع کردہ تفسیر بیضاوی (جلد ثانی احمدی دہلی ۱۲۷۱ھ) کے آخر میں اُن کی کہی ہوئی تاریخ طبع بھی شامل ہے۔

مولانا کو کئی بار زیارت حرمین کی سعادت حاصل ہوئی۔ ۱۲۷۷ھ میں حجاج کے اس عظیم تاریخی قافلے میں بھی شامل تھے جس میں مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی، مولانا سید عابد حسین دیوبندی، مولانا عبد السمیع بیدل رام پوری اور رامپور کے بہت سے افراد کے علاوہ مولانا مظفر حسین کاندھلوی و مولانا نور الحسن کاندھلوی معہ زائد از صد نفر خاندان و قصبہ کاندھلہ شریک تھے۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے اپنے روز نامچہ میں کئی جگہ مولانا عبد الرحمٰن کا ذکر کیا ہے۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو۔ روداد سفر حج مشمولہ بیاضِ یعقوبی ص ۱۹۹ - ۲۱۰ مطبوعہ مکتبہ تالیفاتِ اشرفیہ تھانہ بھون۔

اس سفر میں مولانا عبدالرحمٰن ۲۹ ذی قعدہ ۱۲۷۷ھ ۹ جون ۱۸۶۱ء کو مکہ معظمہ پہنچے۔ مولانا کی وفات کے متعلق اُن کے خاندان کے معمّر ترین فرد منشی صدیق علی صاحب کا بیان ہے کہ مکہ معظمہ میں حضرت حاجی صاحب کی حیات میں وصال ہُوا۔

۴۰ه تعارف حاشیہ ۳۸ه پر آچکا ہے۔

۴۱ه مسافت قصر مشہور اور مفتی بہ قول پر تین منزل یعنی اڑتالیس میل ہے۔
خود محدث گنگوہی تحریر فرماتے ہیں :-

"چار برید جس کی سولہ سولہ میل کی تین منزلیں ہوتی ہیں، حدیث مؤطا مالک سے ثابت ہوتی ہیں مگر مقدار میل کی مختلف ہے لہٰذا تین منزل سب اقوال کو جامع ہو جاتی ہے۔"

(فتاویٰ رشیدیہ، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی ص۳۲۷)

محدث گنگوہی نے پہلی منزل تھانہ بھون قرار دی۔ تھانہ بھون کاندھلہ سے ۲۱ میل ۵۴۰ گز (۳۵ کلومیٹر ہے) دوسری منزل رامپور ہے۔ رامپور تھانہ بھون سے ½۱۶ میل (۲۵ کلومیٹر) ہے۔ رام پور سے سہارنپور صرف ½۱۲ میل ہے اس طرح تیسری منزل پوری نہیں ہوتی۔ لیکن اگر کاندھلہ سے سہارن پور تک کی کل مسافت ۵۰ میل ۱۱۰۰ سو گز (۸۱ کلومیٹر) میں ہر ۱۶ میل پر منزل تسلیم کی جائے تو تین منزلیں پوری ہونے میں کوئی شبہ نہ رہے۔

۴۲ه تعارف کے لئے دیکھئے حاشیہ ۳ه

۴۳ه یہ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا مقولہ ہے جسے محدث گنگوہی اپنے مکاتیب میں بار بار نقل فرماتے ہیں۔
مولوی ممتاز علی امیٹھوی کو ایک خط میں لکھتے ہیں :-

"ہمارے شیخ الشیوخ قطب عالم شیخ عبدالقدوس فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو بعد مجاہدہ ہزار سالہ حسرت و درد نایافت حاصل ہو جائے تو سب کچھ اس کو حاصل ہو گیا۔

(مکاتیب رشیدیہ، مکتوب ۱۱۳ ص۷۶)

۴۴ه تفصیلات حاشیہ ۹ه میں گزر چکی ہیں۔

۴۵ه چند ورق پلٹئے اور حاشیہ ۱۰ه ایک بار پھر ملاحظہ کریں۔

۴۶ه استاذ العلماء مولانا شاہ عبدالرزاق صاحب جھنجانوی، جنہیں عبدالرحمٰن حیرت نے اشرف العلماء، مرجع الانام، امام الاتقیاء، رئیس الصلحاء، فخر الحکماء کے القاب سے یاد کیا ہے۔ مفتی الٰہی بخش کاندھلوی کے نواسے اور عزیز ترین شاگرد تھے۔ درسیات اور طب تمام تر مفتی صاحب سے حاصل کی۔
مثنوی مولانا روم سے خصوصی شغف تھا۔ عبدالرحمٰن حیرت لکھتے ہیں :-

"بر مثنوی معنوی عاشق جاں باختہ و بر رنگینی مضامینش از تہہ دل فریفتہ و جان باختہ آویختہ بود۔"

(سفینہ رحمانی ص۱۲)

ترجمہ: مثنوی شریف کے عاشق زار اور اُس کے مضامین پر دل کی گہرائیوں سے فریفتہ تھے"۔
تمام مثنوی نوکِ زبان تھی۔ مثنوی شریف کا نہایت اہتمام سے درس دیتے تھے۔ درس میں عشقِ الٰہی کا ایک خاص جوش پیدا ہوتا تھا۔ حضرت مفتی الٰہی بخش کو مولانا روم سے بطریق اویسی مثنوی شریف کی اجازت حاصل تھی۔ پھر شاہ عبدالرزاق صاحب کے ذریعہ یہ سلسلہ عام ہُوا۔ اس وقت بھی افغانستان اور ہند میں مثنوی شریف کے اکثر سلسلے مولانا عبدالرزاق کے ذریعے مفتی صاحب اور مولانا روم سے وابستہ ہیں۔ شاہ عبدالرزاق کے شاگردوں میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور مولانا فتح محمد تھانوی کے نام سرِفہرست ہیں۔

مثنوی سے اس عاشقانہ ارتباط کے ساتھ طب میں بھی اپنے ہم عصروں سے ممتاز تھے۔ عبدالرحمٰن حیرت لکھتے ہیں:۔

"درفن پزشکی و مرض فہمی گوئے سبقت از ہمہ اطباء ربودہ"

ترجمہ:۔ نباضی اور مرض فہمی میں اپنے تمام ہم عصروں سے ممتاز تھے۔ اس کے علاوہ بانک، نبوٹ، اور سپاہ گری کے دوسرے فنون میں استادانہ مہارت رکھتے تھے"

اور بقول حیرت

"بیشتر ایں فن بہ شرفاء و نجباء می آموخت"

سرسید کے ۴۵ سالہ رفیق اور دستِ راست حافظ عبدالرحمٰن حیرت مرتب "تہذیب الاخلاق" و مینجر لٹریری سوسائٹی، مولانا کے ہمشیرزادے تھے۔ حیرت کی ابتدائی تعلیم و تربیت مولانا نے کی۔ پھر مولانا مظفر حسین اور مولانا نورالحسن صاحب کے ساتھ دلی لائے۔ یہاں پہنچ کر مولانا نورالحسن نے انہیں سرسید کے سپرد کر دیا۔ حیرت پھر آخر عمر تک سرسید کے ساتھ رہے۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو "انشائے فیض رحمانی (مجموعہ مکاتیب حیرت) مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۸۵ء صـ۲۲۸۔ و شمامہ مشام افروز تالیف عبدالرحمٰن حیرت مطبوعہ نول کشور۔

حیرت کو بھی مولانا عبدالرزاق سے بہت ہی تعلق تھا۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

"ایں بزرگانِ دین تکیہ گاہِ ایں دل شکستہ و دوائے شفائے ایں خستہ جگر اند"

(انشائے فیض رحمانی صـ۲۸)

ترجمہ "یہ بزرگانِ دین اس دل شکستہ کا سہارا اور پریشانیوں میں آخری توجہ گاہ ہیں"۔

حیرت نے انشائے فیض رحمانی میں مولانا کے چند ملفوظات بھی نقل کئے ہیں ص ۲۷، ۲۲۶ تا ۲۲۹-۲۳۵ اور سفینہ رحمانی میں بھی مولانا کا ذکر بہت محبت اور احترام کے ساتھ کیا ہے۔ صـ۱۲

مولانا عبدالرزاق صاحب نے ربیع الاول ۱۲۹۲ھ اپریل ۱۸۷۵ء میں کاندھلہ میں وفات پائی اور مفتی الٰہی بخش کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

عبدالرحمٰن حیرت نے سفینہ رحمانی میں مشاہیر کاندھلہ اور اپنے محسنوں کے مختصر حالات فارسی میں لکھے ہیں۔ اس حصہ کو پروفیسر محمد ایوب قادری نے مشاہیر کاندھلہ و دہلی کے نام سے اردو میں منتقل کیا۔ یہ مضمون سہ ماہی "العلم" کراچی، جنوری تا مارچ ۱۹۶۷ء اور ماہنامہ "دارالعلوم دیوبند" اکتوبر تا دسمبر ۱۹۶۷ء کے شماروں میں آیا۔ اس مضمون میں مولانا عبدالرزاق کا تذکرہ نہیں حالانکہ سفینہ رحمانی میں مولانا عبدالرزاق اور اُن کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالغنی کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ (سفینہ رحمانی ص ۱۲۰-۱۲۱) اس پر قادری صاحب نے توجہ نہ فرمائی یا طباعت سے رہ گیا۔

۵۵ھ حافظ عبدالرزاق کاندھلوی۔ یہ کون بزرگ ہیں؟ علمی اعتبار سے کس پائے کے تھے؟ کب وفات پائی؟ کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ مولانا امیر باز خاں سہارنپوری (ولادت ۱۲۵۸ھ، ۱۸۴۲ء وفات ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء) نے قرآن شریف انہی بزرگ سے پڑھا۔ مولانا کا خود نوشت مجموعہ مکاشفات، استدراک الامیر من اسرار اللطیف الخبیر کے نام سے بلالی اسٹیم پریس ساڈھورہ میں طبع ہوا تھا۔ اس میں مولانا امیر باز خان نے استاذی القرآن حافظ عبدالرزاق صاحب مرحوم کاندھلوی ص ۱۰۱/۲ کا ذکر کیا ہے۔

والحمد للہ وعلیہ التکلان۔

ماخوذ جواہر الفقہ

مصنف : حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر : مکتبہ دار العلوم کراچی

تقلید شخصی

کے متعلق قطب عالم فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد قدس سرہٗ گنگوہی کا ایک مکتوب گرامی مشتمل بر تحقیق انیق

ذیل کا مکتوب قطب عالم حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے کاغذات سے عرصہ ہوا برآمد ہوا تھا اور صاحبزادہ حکیم مسعود احمد صاحب مرحوم سے احقر نے حاصل کر لیا تھا کیونکہ وہ بہت سے علمی جواہرات پر مشتمل ہے۔ یہ مکتوب اس زمانے کے ایک صاحب تصنیف بڑے عالم کے شبہات کے جواب میں ہے۔ افسوس کہ اصل خط جس کے جواب میں یہ والا نامہ تحریر فرمایا گیا ہے دستیاب نہیں ہوا جس سے کہ جواب کا مضمون پوری طرح واضح ہوتا۔ لیکن اہلِ علم کے لئے اب بھی مطلب سمجھنے میں کوئی اُلجھن نہیں ہو سکتی۔ افادہ اہلِ علم کے لئے اس کو شائع کیا جاتا ہے۔

واللہ الموفق والمعین

مکتوب نمبر ۱۹۰

از بندہ رشید احمد ۔ مولوی صاحب سلمہٗ ! بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط دیکھ کر بے ساختہ

یہ شعر یاد آیا ؎

مرا خواندی و خود بدام آمدی ! نظر پختہ تر کن کہ خام آمدی

آپ نے خوب مباحثہ کیا ہے کہ خود ہی فریفتہ ہو گئے۔ بندہ آج کل نہایت عدیم الفرصت ہے۔ لکھنا دشوار ہے۔ کاش تم حاضر ہوتے تو اچھی طرح تقریر ہوتی ۔

قولکم تقلید شخصی کو واجب سمجھنا بدعت سیئہ ہے ۔

اقول آپ کے نزدیک تقلید شخصی مباح ہے ۔ چنانچہ آپ اُو پر مقر رہوئے ہو ۔ مگر مباح ہونے کے آپ معنی نہیں سمجھے کہ کیا ہیں ؟ سنو تو سہی تم نے تو معقول اور معقول دونوں کو دھو دیا ہے ۔ نفس تقلید اعنی تقلید مطلق تو فرض ۔ لقولہ تعالیٰ فاسئلوا الخ اور حدیث انما شفاء العی السوال ۔ اور خود بدیہی بھی کہ دین بدوں سیکھے نہیں آتا ۔ عقل و حس کو اس میں دخل ہی نہیں ۔ پس مطلق تقلید تو فرض ہے یقین ہے کہ آپ بھی قبول کر لیں گے ورنہ اثبات اس کا کر دیا جاوے گا اور اس کے دو فرد ہوویں گے ۔ تقلید شخصی اور تقلید غیر شخصی کیونکہ دونوں حصے ایک جنس کے ہیں ۔ خواہ اس کو جنس اور دو نوع کہو یا مطلق اور دو فرد مقید کہو ۔ خواہ کلی اور دو جزئی کہو ۔ جس طرح چاہو مقرر کر و ۔ بہر حال ہر دو نوع تقلید تحت تقلید مطلق کے ہوویں گی جو فرض ہے ۔ بھلا آپ سے پوچھتا ہوں کہ فرض کے نوع یا فرد مباح کس طرح ہوئے ؟ مرد خدا فرض اور مباح تو مبائن دو نوع ہیں کہ تحت جنس حکم کے ہیں ۔ پھر ایک نوع مبائن دوسری نوع کی فرد کس طرح ہو گئی ؟ ذرا تو سوچو تقلید مطلق تو فرض اور شخصی مباح اور حالانکہ یہ فرد ہے تقلید فرض کی ۔ پس تمام آپ کا خدشہ اسی خطاء فہم پر مبنی ہے ۔

پس ہوش کرو کہ تقلید بہر دو قسم فرض ہے کوئی مباح نہیں ۔ مگر چونکہ امتثال امر تقلید میں تخییر ہے کہ جس فرد کو چاہو ادا کر دو ۔ دوسرے کی ضرورت نہیں اور جو دونوں نہ کرو گے تو عاصی ہو گے ۔ اس تخییر کو مباح کہہ دیا ہے مجازاً نہ یہ کہ خود شخصی بذاتہ مباح ہے ۔ اُس کی ایسی مثال ہے کہ کفارہ میں حلف کے مثلاً نفس کفارہ فرض ہے اور اطعام اور کسوۃ اور رقبہ میں تخییر جس کو ادا کر دیا مطلق کفارہ سے براءت ہو گئی اور جو کسی کو نہ کیا عاصی رہا ۔ علیٰ ہذا مطلق اُضحیہ واجب اور بکرا اور سُبع بقر و ابل اور پھر نر یا مادہ وغیر ہا جزئیات میں خیار جس فرد کا آتی ہوا ۔ آتی[1] فرض ہی کا ہُوا مباح کوئی بھی نہیں سب فرض ہیں مگر ایک کے اتیان سے سب سے بری ہو جاتا ہے ۔ یہی حال جملہ کلیات کا ہے کہ مطلق شرعی فرض ہوتا ہے اور مباح کہنا اس کا باعتبار اباحت اختیار کسی فرد کے ہے نہ مباح مقابل فرض کہ آپ نے شبہ فرض ہو جانے مباح کا بے موقعہ کیا ۔ ورنہ اگر یہی شبہ ہے تو شخصی والے اسی آپ کی تقریر سے غیر شخصی کو بدعت سیئہ کہہ دیویں گے ۔ کیونکہ غیر شخصی کس طرح فرض ہوتی ہے وہ بھی تو مباح بہمیں معنی ہے جو مذکور ہُوا ۔ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں کہا ہے کہ غیر شخصی کے وجوب پر اجماع منعقد ہُوا تاکہ مقابل نوع

---

[1] عامل ۱۲ ❊

اُس کے حرام ہو۔ کیونکہ وجوب کا مقابلہ حرمت سے ہوتا ہے۔ اگر فرضاً یہ کہا ہے تو شخصی مباح کس طرح ہو گی بلکہ حرام ہُوئی اور یہی کوتاہ فہمی غیر مقلدین کو ہوئی ہے۔ بلکہ (شاہ صاحب نے) یہ فرمایا ہے کہ قرون ثلثہ میں باجماع جائز رہی ہے۔ پس جواز سے دوسری نوع مقابل کی کراہت کس طرح ثابت ہو گئی۔

امکان خاص تو پڑھا ہی ہو گا اور شرع میں ایک فرد کلی کے جواز سے دوسرے فرد کی کراہت کہاں ثابت ہے؟ جواز اضحیہ شاۃ سے جو صحابہ میں شائع رہا۔ تُبلع بقر حرام کیونکر ہُوا۔ بلکہ کلی کے حکم سے سب افراد جائز ہیں اور تعامل فرد واحد سے دیگر افراد مرتفع نہیں ہوتے، مساوی الاقدام رہتے ہیں۔ پس اگر یہ قاعدہ ذہن نشین ہو گیا ہے تو سوچو کہ جیسے آپ کے نزدیک شخصی مباح ہے ایسے ہی غیر شخصی بھی مباح ہی ہے اور جیسا کہ غیر معین کہ غیر شخصی مرادف اُس کی ہے آپ کے نزدیک واجب ہے ویسے ہی معین کہ شخصی اُس کی مرادف ہے واجب ہی ہے اور حق یہی ہے کہ دونوں واجب ہیں اور اباحت دونوں میں بمعنی تخییر ارتکاب احدہما ہے اور بس اپنی ذات میں دونوں فرض ہیں تو آپ کا شُبہ تو گاؤ خورد ہُوا۔ اب دوسرے جملہ کو بیان کرنا بھی بطور اعتراض کے ضرور ہے۔

قولکم۔ اور جو آمین بالجہر و رفع یدین الخ لاریب اگر موافق مسلک علماء کے یہ امور بوجہ عمل بالحدیث کے کرے گا اُس سے لڑنا حرام ہے مگر جو بوجہ تلہی و ہوائے نفسانی کرے گا اور فتنہ اندازی کی وجہ سے تو اُس سے لڑنا عین دین ہے کہ رفع فساد واجب ہے۔ یہ بھی بدیہی ہے اگر اس میں شبہ ہوا تو پس واضح کیا جائے گا۔ اب حاجت نہیں سمجھی گئی۔

قولکم۔ پھر تفرد عوام کے خوف سے تقلید شخصی کو الخ عزیزا بدعت سیئہ جب ہوتا کہ شخصی بذاتہ مباح ہوتی وہ بذاتہ حق تعالے او فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرض بنائی ہوئی ہے۔ مثل غیر معین کے اگر بوجہ سہولت کے یا عدم تقرر مذاہب کے شیوع غیر معین کا رہا تو عملدرآمد قرون ثلثہ سے منصوص فرض مباح کس طرح بن گیا اور کس طرح اس کا التزام بدعت ہو گیا اور کیوں خود التزام قرونِ ثلثہ کا خلاف تخییر نص کے ایک فرد کو بدعت نہ ہُوا۔ اگر غیر معین کا التزام بدعت نہیں تو معین کا کیسے بدعت ہُوا؟ اور جو معین کا بدعت ہے تو غیر معین کا کیا وجہ ہے کہ بدعت نہ ہو۔ نص میں دونوں برابر، فرضیت میں دونوں مساوی۔ عمل میں ہر دو یکساں عجب العجاب ہے۔ اگر وجوب عمل غیر معین پر اجماع ہُوا ہے تو کہیں ہم کو بھی مطلع کر دو۔ ہم نے آج تک دیکھا نہ سُنا نہ عقل قبول کرے کہ اللہ تعالے کسی کلی حکم کے ایک فرد کو التزام عمل اُمت بفرد دیگر حرام کر دیوے اور عوام جو اللہ تعالے کے ایک حکم کلی کے ایک فرد کا التزام کریں کہ ملتزم قرون سابقہ کے وہ نہ تھے بلکہ دوسرے فرد کے ملتزم تھے تو عوام بے چارے مبتدع ہو گئے کہ کیوں خلاف عمل قرون سابقہ کے اللہ تعالے کے حکم پر عمل کیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

بھائی اس کو اگر کوئی تم سے پوچھے کہ قرون ثلثہ کا عمل اللہ تعالے کے حکم فرض کا ناسخ ہے اور یہ شرک ہے یا نہیں تو کیا جواب دو گے؟ ایسی حماقت سے مقلد معین کو غیر مقلدین مشرک بنا کر خود مشرک ہُوئے اور خبر نہیں ہوئی کہ اُلٹا وہ طوق شرک اپنی ہی گردن میں آن پڑا۔ ذرا سنبھل کر دیکھنا۔

قولکم :۔ پس اس صورت میں عوام کو تنبیہ الخ

اقول :۔ بے شک تنبیہ چاہیئے کہ ایسا عقیدہ فاسد نہ کریں بلکہ دونوں کو فرض مساوی الاقدام جان کر جس کو چاہیں عمل کریں بشرط عدم تلہی و عدم فتنہ و فساد اگر ممکن ہو۔ مگر بے شک ظاہر ہے کہ فساد سے خالی نہ ہوگا۔ خواص تو کر سکتے ہیں مگر عوام فساد سے ہرگز خالی نہ رہیں گے۔ اپنے مزے کو آج جورو حلال اور کل حرام۔ ایک روز ضب حلال اور دوسرے روز ناپاک خبیث۔ خوب قہقہے ہوں گے کہ ہمارا دین خوب دہریوں کا مذہب ہے۔ اب بھی نصاریٰ ہندو اعتراض کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے مذہب کا ٹھکانا نہیں۔ پھر خود اہلِ اسلام عوام بھی ایسا کریں گے۔ ذرا جزئیات کو سوچ کر دیکھنا۔ اگر شبہ رہے تو پھر لکھنا۔ دو، چار صورت لکھ دوں گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ ۔

قو لکم ۔ جیسے اور رسوم شادی غمی کی الخ

اقول :۔ مثال غلط ہے۔ رسوم فی ذاتہ مباح تھی نہ فرض مخیر۔ اس کو دوسرے سے کیا مناسبت ہے۔ یہ آپ کی بناء فاسد علی الفاسد ہے۔ مباح کو واجب بتانا حرام اور حرام سے منع کرنا واجب، واجب میں فساد کا خوف درست نہیں اور نکاح خواہ اول ہو یا ثانی یا ثالث عندالتوقان واجب اور بخدشہ زنا فرض اُس کا ترک حرام باوجود قدرت کے تو نکاح ثانی کا اجراء بھی واجب ہے اور واجب کا ترک بخدشہ عوام درست نہیں اور تاکید نکاح ثانی رفع فساد کے واسطے ہے کہ زنا ہے اور وہ مشہود ہے۔ پس آپ کی نظر نے بالکل بے محل نفس غروبت کو دیکھ لیا اُس کے ثمرۂ لازم کو نہ دیکھا۔ اگر نکاح میں بھی کوئی دوسرا امر قائم مقام نکاح ثانی کے ہو کر دافع زنا ہو جاتا تو اُس کی بھی وہی صُورت ہوتی مگر یہاں تو سوائے نکاح کے کوئی چارہ ہی نہیں۔ لہٰذا نکاح کی ہر فرد واجب ہوئی۔ تقلید میں غیر معین کو چھوڑ کر دوسری فرد خود فرض کے عمل کو موجود ہے کہ فرض بھی ادا ہوا اور فرض رفع فساد کا بھی ادا ہو۔ ہم سیخ و ہم کباب سالم و بجا رہی نکاح کے مقابل قائم مقام بتاؤ سوائے قطع اعضاء تناسل کے کہ وہ حرام ہی ہے ۔ فافہم

قو لکم ۔ البتہ کوئی مثال ایسی ہو قرون خیر میں الخ

اقول :۔ یہ کلام آپ کی تو بس عجب در عجب ہے سنو خاتم بائیں ہاتھ میں صحابہ کے قرن میں مباح تھی۔ پیچھے بوجہ مشابہت روافض کے کہ یہ بھی فتنہ ہے لقولہ من تشبہ بقوم فھو منھم مکروہ تحریمی ہوئی۔ ہدایہ دیکھ لو۔ پس یسار کا تختم اور یمین کا تختم دونوں جائز اور قرون ثلثہ میں یمین کا مباح رہا۔ پھر یسار کا مکروہ ہُوا تو ترک تختم یسار واجب ہُوا کہ ترک مکروہ واجب ہے۔ بحق فلاں کہنا اول مباح تھا۔ فقہاء نے ترک کو اس کے واجب کیا بسبب فتنہ عوام اور شیوع مذہب معتزلہ کے کہ اُن کے نزدیک حق علی اللہ ہے ثواب مطیع و عذاب عاصی دو مثال سے اگر تسلی نہ ہو تو پھر دیکھا جائے گا اور تم تو خود ہی بول رہے ہو کہ رسوم مباح اور اب بسبب فتنہ کے حرام اور نکاح ثانی مباح اور بسبب خوفِ زنا واجب ہُوا۔ مجھ سے کیا پوچھتے ہو تمام دُنیا کے عالم تو فعل و قول رسول کو حجت گردانتے ہیں کہ اصل مقیس علیہ وہی ہے اور آپ لکھتے ہیں کہ وہ خود شارع تھے ماشاء اللہ اگر شارع کے فعل پر قیاس نہ ہوگا تو قیاس کی اصل کہاں سے آوے گی یہ تو تم نے ایسی کہی کہ دُنیا میں

کوئی نہیں کہہ سکتا۔ قیاس قرآن وحدیث پر اوّل ہے۔ اس کے بعد کوئی امر دلیل ہوتا ہے تو اب بولو کہ یہ تم نے کیا لکھ دیا ہے اور صحابہؓ کا قول بھی خود حجت ہے۔ جیسا صحابہ مامور باتباع ہیں متبع بالکسر اول کے اور متبع بالفتح مَن بعد کے۔ ایسا ہی دیگر قرون میں ہے۔ نہ معلوم یہ فرق کہاں سے نقل کیا ہے؟ صحابہ کا فعل حجت اور مقیس علیہ ہوتا ہے اگر قیاس صحابہؓ کا نہ ہو۔

اصول کو دیکھ لو۔ فخرِ عالم علیہ السّلام نے غیر قریش کی زبان میں قرآن کو مباح کیا۔ حضرت عثمانؓ نے اُس کو حرام اور ترک کرنا اس کا واجب کر دیا۔ شورش عوام کی وجہ سے یہ عین حجت ہے۔ نہ یہ کہ اس کا مقیس علیہ بنانا درست نہیں کہ یہ قول محض غلط و خطا ہے۔ اب دوسری قسم کی مثال آپ کی محض خلاف فہم ہے۔ کیونکہ قرون ثلٰثہ میں عمل نہ ہونے سے فرض منصوص بدعت نہیں ہو سکتا اور جو بدعت ہے وہ جائز نہیں ہو سکتی۔ یہ آپ کی فہم غلط سے پیدا ہُوا ہے۔

فاسئلوا اھل الذکر میں مجتہدین بھی داخل ہیں۔ نہ جانیں تو دوسرے سے پوچھیں حکم عام ہے کوئی مخصوص نہیں۔ احادیث صحیحہ و غیر منسوخہ کا جاننا ہی تو مشکل ہے اس کے لئے ہی تقلید کی جاتی ہے۔ اگر کسی کو معلوم ہو جاوے تو حاجت تقلید نہ ہو۔ مگر کیونکر معلوم ہو خود یہ بھی تقلید ہی ہے۔ دو حدیث صحیح متعارض کہ نسخ کسی کا معلوم نہیں۔ پھر کسی سے پوچھ کر کسی کو مرجح کرے گا ورنہ تذبذب میں رہا اور احتمال ائمہ کے حدیث نہ ملنے کا ایک لغو امر ہے۔ جب مصرح اُس کی تحقیق موجود ہے پھر یہ احتمال محض ہوائے نفسانی ہے۔

جیسا احادیث جہر آمین و رفع یدین وغیرہ میں صحیح ہیں۔ دوسری جانب بھی احادیث ہیں۔ ترجیح معارضہ کے وقت ہوتی ہے یہاں معارضہ ہی نہیں۔ امام صاحب بھی وجود ان افعال کے مقر ہیں مگر آخر فعل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ تعارض میں وحدت زمان شرط ہے۔ دو وقت میں دو فعل کئے ناسخ کا حال اور منسوخ کا محقق نہیں ہر ایک نے ترجیح ایک جانب کو اجتہاد سے دی ہے جس کو چاہے قبول کر لے۔ اگر سمجھ جاؤ تو مطلع کر دینا ورنہ پھر لکھنا کہ تمہاری اصلاح ضروری ہے۔ تم تو ایک ہی بحث میں بہک کر آل پتال کہنے لگے۔ اور شرم مت کرنا صاف صاف لکھنا کہ دین کی بات ہے۔ لغزش عالم کی خلق کو تباہ کرتی ہے۔ غیر مقلد انہی دو تین قاعدہ کے خبط سے خراب ہو گئے ہیں۔ "براہین قاطعہ" کو سمجھ لیتے تو ان خدشات سے محفوظ رہتے مگر سرسری نظر سے دیکھا ہے۔

بندہ

رشید احمد از گنگوہ

ماخوذ از "میرے والد ماجد اور اُنکے مجرّب عملیات"

از

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

دارالاشاعت کراچی

بنام مولوی محمد یٰسین صاحب دیوبندی

مکتوب نمبر ۱۹۱

از بندہ رشید احمد ۔ مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ ! السلام علیکم ۔ خط آیا حال معلوم ہوا۔ دُنیا میں وہ کون ہے جس پر زبان درازی خلق کی نہیں ہوئی۔ فخرِ عالم علیہ السلام اور حق تعالےٰ کو بھی نہیں چھوڑا۔ لہٰذا اس کا کچھ فکر مت کرو اپنے حق تعالےٰ شانہٗ پر نظر رکھو اور کام اپنا کرتے رہو۔ کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ جو کچھ ہوتا ہے سب مقدر ہوتا ہے ۔ فقط

تعویذ ذیل خط میں لکھتا ہوں اس کو جدا کر کے رکھنا اور جس کو ضرورت ہو لکھ دینا اجازت ہے ۔

دیوبند ضلع سہارنپور در مدرسہ عربیہ رسیدہ
بمطالعہ مولوی محمد یٰسین مدرس فارسی سلمہ برسد
مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہ[۱]

مکتوب ۱۹۲

مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ السلام علیکم ! خط آیا حال معلوم ہوا اگر تم کو گوالیار جانے میں توقع ترقی کی ہے اور اب پندرہ روپے دیتے ہیں تو چلے جاؤ۔ مگر جب خوب اُن[۲] کی طرف سے طمانیت ہو جائے اور اس وقت مہتمم سے کہنا مصلحت ہے

---

۱ مُہر سے معلوم ہُوا کہ خط گنگوہ سے ۳۱ راگست ۱۸۸۶ء کو بھیجا گیا۔

۲ مولوی محمد قاسم دیوبند کے بڑے زمیندار اور رئیس تھے۔ انہوں نے اپنے لڑکے محمد ہاشم کی تعلیم والد صاحب کے سپرد کی تھی۔ والد صاحب نے خاص اہتمام اُن کی تعلیم و تربیت میں کیا۔ وہ پھر حضرت گنگوہیؒ سے بیعت بھی ہو گئے ۔ اتفاقاً ان کو ریاست گوالیار (بقیہ حاشیہ ۲۱۹ پر)

امتحان ہو جاوے اور وعدہ انعام پورا ہو جاوے اور وہ خواہش کریں اس وقت اصل ظاہر کر دینا کہ اس نیت سے جاتا ہوں۔ پھر وہ خواہ رخصت دیویں یا موقوف کریں حال کو مخفی مت رکھنا کہ خیانت ہے اور ان کو اپنے دفتر میں یا ریاست میں متعین کرا دینا دشوار نہیں۔ اگر عیوض پر قبول کر لیں تو بہتر ہے۔ پرچہ بنام مولوی[۱] صاحب ملفوف ہے۔ ضرورت ہو تو دے دینا ورنہ خیر۔ مولوی محمود حسن صاحب کو بعد سلام کہہ دیویں کہ دس پندرہ نسخے ابن ماجہ مولوی فخر الحسن صاحب کے پاس فوراً سہارنپور روانہ فرما دیویں اور پھر مجھ کو تاکید سے لکھ دیویں کہ بہت جلد گنگوہ پہنچا دیویں۔ منظر حسین نے مولوی محمد حسن کو بھی کہا تھا مگر شاید وہ سستی کریں اور میری کتب کی جلد اگر تیار ہو گئی ہوں وہ بھی اسی کپڑے میں لپیٹ کر جس میں کتب یہاں سے گئی ہیں سہارنپور پہنچا دیویں۔ اجرت کا دینا مولوی محمد حسن کو بھول گیا۔ اجرت کا تخمین کرنا مطلع کرنا بھی ضروری ہے تو ۲ رہوتے ہی ہیں شاید زیادہ دینا ہو۔ فقط والسلام

حافظ عبدالوہاب[۲] کو سلام مسنون پہنچے۔

مکتوب ۱۹۳

مولوی محمد یٰسین صاحب السلام علیکم۔

آج تمہارا خط آیا تم کو لازم ہے کہ اپنے مقصد کے واسطے یا عزیز کو صبح و شام اور دیگر اوقات میں بکثرت پڑھتے رہو اور کثرت کی کوئی حد نہیں جس قدر ہو سکے، ادنیٰ اس کا ستو بار ہے اور جو عدد اس سے زیادہ مقرر کر سکو کر لینا و فقط۔

اور دوسرے امر کا جواب یہ ہے کہ اگر تم کو ترقی و اضافہ کا روزگار ریاست میں کچھ ملے مضائقہ نہیں۔ تم بلا تکلف چلے جانا حق تعالےٰ فضل فرماوے گا۔ اپنا کام کرتے رہنا معاش کا تلاش ....[۳] ہے اور پھر اس میں رضائے والدین بھی ہے۔ فقط والسلام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۸ سے آگے) میں کمشنر بندوبست کے عہدہ پر فائز کیا گیا۔ انہوں نے والد صاحب کو بھی اپنے ساتھ گوالیار لے جانا چاہا، جبکہ والد صاحب دارالعلوم دیوبند میں فارسی مدرس تھے۔ والد صاحب نے گوالیار جانے کے معاملے میں حضرت گنگوہیؒ سے مشورہ طلب کیا۔ اس کے جواب میں یہ خط آیا اور حسبِ ہدایت والد صاحب گوالیار چلے گئے۔ چند سال وہاں رہے۔ یہ سب واقعات میری پیدائش سے پہلے کے ہیں جو اپنے بچپن میں والد صاحب کی زبانی سُنتے تھے۔ ۱۲

[۱] شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی

[۲] حکیم عبدالوہاب انصاری، جو ڈاکٹر انصاری کے بڑے بھائی اور یونانی طب کے حاذق حکیم اور مشہور نباض تھے، دہلی میں حکیم نابینا کے نام سے مشہور تھے والد صاحب کے ہم سبق ساتھی تھے۔ والد صاحب ہی کے ذریعے حضرت گنگوہیؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے تھے ان کو سلام لکھا گیا ہے۔ ۱۲ منہ [۳] یہ جگہ کرم خوردہ ہے

حافظ عبدالوہاب اور سب کو سلام پہنچے۔

در مدرسہ عربیہ دیوبند ضلع سہارنپور ۔ بمطالعہ مولوی محمد یٰسین مدرس فارسی سلمہ برسد
مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ از گنگوہ ۶ صفر

مکتوب نمبر ۱۹۴

برادرم مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ ! بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ خط تمہارا آیا اس وقت بندہ گنگوہ نہیں تھا۔ آٹھویں شوال سے انبیٹھ، امام پور میں ہوں۔ کل ۷ ار کو خط تمہارا رامپور[1] میں ملا۔ آج جواب لکھتا ہوں کہ بندہ تم کو نہیں بھولا دعاء خیر سے یاد رکھتا ہوں مطمئن رہنا مگر فرصتِ تحریر جواب نہیں ہوتی۔ لہٰذا اگر تمہارے خط کا جواب نہ پہنچے تاہم مجھ کو اپنی طرف سے غافل مت جاننا اور اپنے کام میں مشغول رہو شغل جب تک جس قدر ہو سکے کرتے رہو اور گریہ و شوق جو کچھ ہے سب مبارک ہو۔ حق تعالےٰ کی طرف سے فیضان ہے۔ شیخ خواہ دُور ہو یا نزدیک شیخ ایک واسطہ ظاہری ہے ورنہ فیض حق تعالےٰ حاضر موجود کی طرف سے ہے کہ سب جگہ موجود ہے جس وقت فرصت ہو مراقب بیٹھ جایا کرو۔ کوئی ضرورت تعینِ وقت کی نہیں۔ فقط

عزیز محمد[2] ہاشم کو بعد سلام و دُعا کے کہہ دیویں کہ تم بیعت ہو گئے ہو۔ فقط

در گوالیار محکمہ بندوبست بر مکان مولوی محمد قاسم کمشنر بندوبست رسیدہ
بمطالعہ مولوی محمد یٰسین صاحب دیوبند سلمہٗ رسد
بندہ رشید احمد گنگوہی۔ از رامپور ۸ ار شوال یکشنبہ[3]

مکتوب نمبر ۱۹۵

برادرم مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ ، بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔

بندہ بعافیت ہے تمہارا خط آیا حال معلوم ہُوا۔ اللہ تعالےٰ تم کو کامیاب فرماتے۔ مولوی محمد قاسم صاحب جیسی تمہاری خاطر کرتے ہیں مجھے بھی اُن کی رعایت رکھنا بہت ضروری ہے کسی امر میں خلاف مت کرنا اور زیادہ تشدد مت کرنا اور ایسے امور سے کہ عملہ اور حواشی وہاں کے تم سے ناراض ہوں ہرگز مت کرنا اور سب سے حلم و اخلاق کے ساتھ ... ہے اور تواضع ایسی صورت میں کہ سب خاطر کرتے ہیں بہت کرنا۔ ایسی صورت میں نفس میں داعیہ

---

[1] رامپور منہاران ضلع سہارنپور

[2] محمد ہاشم فرزند مولوی محمد قاسم کمشنر بندوبست

[3] مُہر سے معلوم ہُوا کہ یہ خط ۱۰ر جولائی ۱۸۸۷ء کو رامپور سے لکھا گیا اور ۱۲ر جولائی کو گوالیار پہنچا۔

عجب وتکبر پیدا ہو جاتا ہے اور کج خلقی آجاتی ہے۔ غرض اس سب کو محض فضل حق تعالیٰ کا جان کر تواضع اور حسنِ اخلاق کے ساتھ رہنا واجب ہے اور تشدد کے ساتھ کوئی مسئلہ اور حکم نہ کہنا چاہیئے بلکہ حلم ونرمی فہمائش کے ساتھ خلوت میں بہت تواضع سے فقط۔

وہاں جانا بمشورہ بندہ ہُوا ہے مستحسن ہے پرواہ مت کرو، اگرچہ وہ سب لوگ بھی تمہارے خیر خواہ ہیں۔ تعبیر خواب کی یہ ہے کہ اہلِ مدرسہ کو تمہاری رعایت اور خیر خواہی اور مروت ہے اور تم سے کوئی ناراض نہیں۔ فقط والسلام

اپنے شاگرد کو بھی میری طرف سے دُعا سلام کہہ دیں۔ حافظ عبدالوہاب کل گنگوہ آئے ہیں سلام کہتے ہیں۔ تمہارا حال اُن سے کہہ دیا ہے۔ فقط جمعہ ۱۲ر شعبان

مکتوب نمبر ۱۹۶

برادرم محمد یٰسین سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔

آج پوسٹ کارڈ آیا اور دو تین روز گزرے کہ عرضی سراج احمد کے ساتھ خط آیا تھا اور باب دیوبند آنے کے یہ مشورہ ہے کہ جب تک مولوی احمد حسین موقوف نہ ہو جادیں اُس وقت تک وہ روزگار گوالیار ترک مت کرو مبادا ادھر سے بھی جاؤ اور یہاں بھی مطلب بر آمد نہ ہو بہرحال جلدی مناسب نہیں روزگار کا ملنا دشوار ہے۔ یہ تم کو جو مل گیا غنیمت جانو جس وقت احمد حسین برخاست ہو جاویں اور تم کو ان کی (بجائے) کرنے کا وعدہ پختہ ہو جائے۔ اس وقت وہاں سے ترک کرنا ورنہ نہیں فقط۔

در گوالیار محکمہ بندوبست رسیدہ بذریعہ مولوی محمد قاسم صاحب کمشنر بندوبست
بمطالعہ مولوی محمد یٰسین رونامچہ نویس سلمہٗ برسد
مرسلہ بندہ رشید احمد گنگوہی روز چہار شنبہ ۳ر ذی الحجہ[۱]

مکتوب نمبر ۱۹۷

عزیزم مولوی محمد یٰسین سلمہٗ کو سلام مسنون۔

تمہارا خط آیا چونکہ ڈیڑھ ماہ سے بخار وضعف رہا، جواب میں دیر ہو گئی اب افاقہ ہے جواب لکھتا ہوں کہ تم مجھ کو یاد ہو اور تم میرے عزیز ہو کسی وجہ سے تم دل میں ملال مت کرو بُعد ظاہر کا اعتبار نہیں۔ قرب دلی کا اعتبار ہے چونکہ تم کو محبت ہے قرب بعد یکساں ہے فقط۔

کسی بزرگ کے مزار پر اگر کبھی چلے جایا کرو مضائقہ نہیں۔ فقط

---

[۱] مُہر سے معلوم ہوا کہ ۲۴ر اگست ۱۸۸۷ء کو گنگوہ سے لکھا گیا اور ۲۶ر اگست ۱۸۸۷ء کو گوالیار پہنچا۔

اور تم ہر دم رضامندی حق تعالے کا دل میں خیال رکھو۔ کسی بشر کی رضاء کا دھیان مت کرو۔ دُنیا کے لوگوں کی رضاء، عدم رضاء کا کچھ اعتبار نہیں۔ دیکھو کہ کمشنر صاحب خود اپنے ماموں سے بھائی سے ناراض ہیں۔ پھر تم تو نوکر ہو اپنے کام سے کام رکھو اگر وہ ناراض ہوں خاموش رہو۔ جب تک مقدر ہے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ اسی پر نظر رکھو، تعویذ ملفوف ہے بازو پر یا گلو میں باندھ لینا۔ فقط

محمد ہاشم کو بھی دُعا پہنچے اور معین الدین اگر ہوں تو اُن کو بھی سلام مسنون کہہ دیں۔ اب تندرست ہوں مگر ضعف ہے۔ فقط والسلام۔

فخر الدین کا حال سُن کر بہت تاسف ہُوا۔ ایسے (ایسا) بےفکر کم فہم آدمی بھی کم ہوتا ہے۔ اگر کسی وقت ہو سکے تو اس قدر کہہ دینا اگر مناسب ہو کہ آپ کی اس حرکت کی خبر گنگوہ بھی ہو گئی ہے۔ تم جانو فقط

در گوالیار در محکمہ کمشنر بندوبست بر مکان مولوی محمد قاسم صاحب کمشنر بندوبست رسیدہ

بمطالعہ مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ برسد۔

مرسلہ رشید احمد عفی عنہ از گنگوہ [۱]

مکتوب نمبر ۱۹۸

مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔

آپ کا خط آیا حال معلوم ہُوا۔ یہ سب تمہارا حسن ظن ہے اور محمد ہاشم کا خواب بھی اسی قسم کا ہے ورنہ اس عاجز کو اپنی بھی خبر نہیں کسی کے معاملہ سے کیا خبردار ہووے۔ یہ بے شک ہے کہ مولوی محمد قاسم صاحب خیر خواہ مسلمانوں کے ہیں، ان کے واسطے دُعا کروں گا۔ سوائے اس کے نہ تصرف اور کچھ اختیار اور نہ کچھ خبر۔ حسب درخواست آپ کے ایک تعویذ ملفوف ہے۔ یہ ان کے بازو پر باندھ دیں اور دُعا ان کی بہتری کی کرتا ہوں۔ بس اس کے سوا معذور ہوں والسلام۔ اور جب حاجی [۲] صاحب خود ان کے معاون ہوں تو مجھ جیسوں کی کیا ضرورت ہے؟ مگر دُعا سے ہرگز دریغ نہیں اور سب کو سلام مسنون کہہ دیں۔ اہل دیوبند کو بھی اور جو جو واقف اور حسن صاحب کا خط تھا ان کو بھی سلام مسنون فرما دیں۔

در محکمہ بندوبست گوالیار بر مکان کمشنر بندوبست رسیدہ۔

بمطالعہ مولوی محمد یٰسین صاحب اہلمد سلمہ برسد — مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ از گنگوہ ۲۳ ربیع الاول [۳]

---

[۱] مہر سے معلوم ہُوا کہ ۱۰ نومبر ۱۸۸۷ء کو گنگوہ سے لکھا گیا اور ۱۲ نومبر ۱۸۸۷ء کو گوالیار پہنچا۔

[۲] حضرت حاجی عابد حسین صاحب دیوبندی سابق مہتمم دار العلوم دیوبند

[۳] مہر سے معلوم ہوا کہ ۲۳ رجون ۱۸۸۷ء کو یہ خط روانہ ہُوا اور ۲۵ رجون کو گوالیار پہنچا۔

مکتوب نمبر ۱۹۹

برادرم مولوی محمد یسین صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون اینکہ

تمہارا خط آیا ماہ شعبان میں مجھ کو آشوب چشم تھا مگر بیس روز کے بعد صحت ہوگئی تھی۔ چنانچہ شعبان ایام تعطیل کے تھے سبق بند ہوگیا تھا اور مشیت علی کو میں نہیں جانتا کہ کون ہے؟ اس قدر خیال رہے کہ اس پر بوجہ میرے نام لینے کے اس قدر اعتماد نہ کریں کہ مآل کار کوئی نقصان ہو جائے اور پچھتانا پڑے۔ اور سوائے اس کے کسی کے ساتھ احسان کرنا عمدہ امر ہے اور مولوی شرف الحق صاحب یہاں نہیں۔ ایک مدت سے اُن کے ہاتھ سے خط لکھوانا بھی غلط ہے۔ فقط بندہ دُعا امور کمشنر صاحب میں کرتا ہے کہ وہ خیر کے آدمی ہیں اور صاحب کشف نہیں ہوں جو براہ کشف اُن کی بابت تبلاؤں۔ البتہ دُعا کرنے والا ہوں توقع ذات حق تعالےٰ سے رکھتا ہوں کہ کام اُن کا اچھا ہو کہ خیر خواہ خلق ہیں۔ فقط والسلام

تم نے ایسے موٹے کاغذ پر خط لکھا کہ بیرنگ ہوگیا تھا اور ٹکٹ ضائع ہُوا۔ مجھ کو ایک آنہ دینا آیا۔

—————— اور محمد حنیف کا خط بھی بیرنگ ہوگیا ان کا کاغذ بھی موٹا گراں تھا کہ خواہ مخواہ ٹکٹ ضائع کرنا کیا ضرور ہے۔ باریک کاغذ پر خط لکھنا چاہیئے اور محمد حنیف کو بھی یہی کہہ دینا فقط۔

سب کو سلام پہنچے۔

در گوالیار باغ جیکب رسیدہ در محکمہ کمشنر بندوبست
بمطالعہ مولوی محمد یسین صاحب اہلمد سلمہٗ ؎۱
برسد مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ ۱۲ ار شوال

مکتوب نمبر ۲۰۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ مولوی محمد یسین صاحب سلمہٗ

بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا۔ حال دریافت ہُوا۔ بندہ خیر خواہ ہے اور کمشنر صاحب کو اس بارہ میں کہ خلقِ کثیر کو ان سے نفع ہے عزیز رکھتا ہوں اور بوجہ اسی خیر خلق کے وہ اب تک طرح طرح کے بلیات سے محفوظ ہیں۔ اب بھی بندہ دُعائے خیر کرے گا اور پہلے بھی اُن کے واسطے دُعا سے دریغ نہیں ہُوا۔ آیت کریمہ لا الٰہ الا انت کا ختم وظیفہ ہونا چاہیئے کہ تین سو بار یا نو بار پڑھی جاوے اور تعویذ بھی ملفوف ہے مگر ایک قضیہ کمشنر صاحب اور اُن کے برادران کا جو حافظ انوار الحق سے ہو رہا ہے اچھا نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے اندیشہ ہوتا ہے۔ آپ نے شعر "بوستاں" کا پڑھا ہے کہ کسی بزرگ نے بادشاہ طالب دُعا کو جواب دیا تھا ؎

---

۱) مُہر سے معلوم ہُوا کہ ۹ ر دسمبر ۱۸۸۷ء کو یہ خط لکھا گیا اور ۱۲ ار دسمبر ۱۸۸۷ء کو گوالیار پہنچا۔

دُعاء منت کہ بود سُود مند
پس چرخہ نفریں کناں پیر زن

بددُعاء مظلوم زبردست کا حدیث میں بہت بڑا واقع آیا ہے۔ فقط والسّلام
سب کو میرا سلام مسنون پہنچے۔

مکتوب نمبر ۲۰۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ مولوی محمد یسین صاحب سلمہٗ

بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ خط آیا حال دریافت ہوا۔ بندہ دُعا سے دریغ نہیں کرتا اور وظیفہ بھی محمد ہاشم کو لکھ دیا تھا۔

حسبنا اللہ ونعم الوکیل آپ بھی پڑھ لیا کریں۔ اس کی حدیث میں کوئی تعداد مقرر نہیں۔ جس قدر جس وقت ہو سکے پڑھو پڑھاؤ اور بندہ دُعا سے غافل نہیں۔ فقط والسلام

اور سب کو سلام مسنون کہہ دیویں۔ مورخہ ۱۴ ربیع الاوّل

مکرر آنکہ میرے پاس جو کیفیات سالانہ مدرسہ کی آتی ہیں بعض اُن میں سے کم ہوگئی (گئیں) کہ دیکھنے کو لے لیا پھر نہ لایا اور مَیں بھول گیا۔ اب منشی نذیر احمد سے کہہ کر یہ کیفیات مرقوم روانہ کر دیویں۔

سال یکم	سال دوم	سال سوم	سال چہارم	سال ہشتم
سال دہم	سال دوازدہم	سال شانزدہم	سال بست	سال پنجم

فقط

مکتوب نمبر ۲۰۲

از بندہ رشید احمد عفی عنہ، عبد سلام مسنون الاسلام

اینکہ آپ کے خط سے کیفیت معلوم ہوئی۔ آپ اسم یا مغنی ایک سو مرتبہ کسی وقت معین پر پڑھ لیا کریں۔ بندہ بھی دُعا کرتا ہے۔ حق تعالےٰ آپ کی کار براری فرمائے۔ بندہ کے پاس کوئی نقش یا تعویذ اس قسم کا نہیں مگر میں آپ کے واسطے دُعا کرتا ہوں۔ بخدمت مولوی محمد یسین صاحب بعد سلام مسنون الاسلام مضمون واحد بندہ بخیریت ہے۔ آنکھوں کے سوا اور کچھ شکایت نہیں۔ آنکھوں کا حال بدستور ہے۔ فقط والسلام

مورخہ ۱۷ صفر روز جمعہ

بمدرسہ اسلامیہ دیوبند ضلع سہارنپور۔ بمطالعہ مولوی محمد یسین صاحب سلمہٗ برسد
مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ مورخہ ۱۷ صفر روز جمعہ

مکتوب نمبر ۲۰۳

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون الاسلام ۔
اینکہ آپ کے خط سے کیفیت معلوم ہوئی ۔ بندہ آپ کی برائے ہی مدعا کے واسطے دعا کرتا ہے ۔ حق تعالیٰ قبول فرمائے ۔
بخدمت مولوی محمد یٰسین صاحب مضمون واحد[1] ۔ فقط والسلام

مورخہ ۲۶ رصفر روز شنبہ

بمدرسہ عربیہ دیوبند ۔ ضلع سہارنپور ۔ بمطالعہ مولوی محمد یٰسین صاحب مدرس برسد

مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ مورخہ ۲۶ رصفر روز شنبہ

مکتوب نمبر ۲۰۴

از بندہ رشید احمد عفی عنہ ۔ بخدمت مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ !
بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند بندہ آپ کے خط کا جواب روانہ کر چکا ہے ۔ مگر بذریعہ سہارنپور روانہ کیا گیا تھا ۔ اس وجہ سے وصول میں تاخیر ہوئی ہوگی ؟ میں آپ سے کسی طرح ناراض نہیں ہوں اور نہ مجھ سے اب تک کسی نے شکایت کی ۔ آپ اطمینان سے مدرسہ کا کام انجام دیئے جائیں ۔ فقط والسلام

مورخہ ۷ ارجمادی الثانیہ روز سہ شنبہ

مکتوب نمبر ۲۰۵

از بندہ رشید احمد عفی عنہٗ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ
آپ کے خط سے حال معلوم ہوا کہ بندہ آپ کے واسطے دعا کرتا ہے ۔ حسب المطلب آپ کے ایک تعویذ بھی مرسل ہے اس کو بازو پر باندھ لیں ۔ حق تعالےٰ کارساز ہے ۔

فقط والسلام

مورخہ ۷ ارجمادی الثانیہ روز سہ شنبہ

بمدرسہ عربیہ دیوبند ضلع سہارنپور ۔ بمطالعہ مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ

مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ روانہ کردہ از گنگوہ ۔ ضلع سہارن پور ۔

---

[1] یہ دونوں خط کسی اور صاحب کے نام تحریر ہوئے ہیں اور چونکہ مضمون واحد ہے اور مولوی محمد یٰسین صاحب کے پتہ پر تحریر کئے گئے ہیں اس لئے ہم نے ان کو مولوی محمد یٰسین صاحب کے خطوط میں ہی شامل کر لیا ۔

مکتوب نمبر ۲۰۶

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔
بندہ بحمدہ تعالےٰ بخیریت ہے۔ آپ کے خط سے کیفیت معلوم ہوئی۔ مَیں آپ کے لئے دُعائے خیر کرتا ہوں اور سب احباب کے واسطے بندہ دُعا کرنے والا ہے۔ انسان کو چاہیئے اپنے امورِ دنیوی کو بھی آخرت کے واسطے جان کر کرے کہ اس سبب سے وہ بھی عبادت ہو جاتے ہیں اور مولوی محمد قاسم صاحب[1] سے مَیں نے بالکل انقطاع کو نہیں کہا بلکہ جیسے آپ نے لکھا ہے ویسا ہی رکھیں کہ زائد ارتباط نہ ہو۔ باقی معاملہ سے مُنہ نہ پھیریں۔ اُن کا لڑکا آپ کا شاگرد ہے اس سے مل لیا کریں۔ فقط والسلام

مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ ۔ مورخہ ۲۶ محرم ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۸ء مدرسہ عربی دیوبند
بمطالعہ مولوی محمد یٰسین صاحب مدرس فارسی سلمہٗ

مکتوب نمبر ۲۰۷

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۔ برادرم مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ
بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا حال دریافت ہُوا۔ جو کچھ حق تعالےٰ نے مقرر کر دیا ہے وہ ہو کر رہتا ہے کوئی اپنا مُنہ خواہ مخواہ سیاہ کر لیوے ورنہ بھلائی برائی سب حق تعالےٰ کی طرف سے ہے جب تک مدرسہ کا اجراء جس طرح منظورِ حق تعالےٰ کو ہے اس میں کوئی تبدیلی و تغیّر نہیں ہو سکتی۔ سو جو کچھ غوغا اہلِ شہر اور حاجی صاحب[2] کی اعانت سے ہے اس کا کوئی شکوہ نہیں رضاء حق تعالیٰ پر یہ رضا دینا ضروری ہے۔
فقط والسلام

۲۲ رجنوری ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۸ء

بندہ معہ اپنے عزیزوں کے تندرست ہے مطمئن رہیں۔ یہاں بیماری بخار موسم کے سبب سے ہے اور جلد صحت ہو جاتی ہے۔ فقط والسلام
سلام مسنون اپنی سب جماعت کو پہنچا دیویں۔ اگر تکلیف نہ ہو۔ فقط مورخہ ۱۳ رصفر ۱۳۱۶ھ ۱۸۶۸ء

---

[1] محمد قاسم صاحب کمشنر گوالیار سے ترکِ ملازمت کر کے دیوبند آگئے۔ والد صاحب غالباً پہلے ہی آکر مدرسہ میں مدرس ہو چکے تھے اس وقت حاجی عابد حسین صاحب سابق مہتمم اور حضرت گنگوہیؒ کے مابین دینی امور کی وجہ سے اختلاف ہُوا تو قاسم صاحب حاجی صاحب موصوف کے ساتھ گئے ہُوئے تھے، والد صاحب اربابِ دارالعلوم کے ساتھ، اُس وقت یہ نصیحت والد صاحب کو فرمائی گئی۔ ۱۲

[2] حاجی محمد عابد مہتمم دارالعلوم دیوبند

مکتوب نمبر ۲۰۸

مکرمی بندہ جناب مولوی محمد یٰسین صاحب سلمکم اللہ تعالےٰ۔ از احقر حبیب الرحمٰن عفی عنہ[1]۔

بعد سلام مسنون عرض آنکہ نامہ سامی پہنچا مشکور ہوا۔ آپ کا خط آج بعد مغرب حضرت اقدس مرشد عالم دامت برکاتہم[2] کی خدمت میں پیش کر کے خود اچھی طرح سے سُنا دیا۔ حضرت اعلیٰ نے سُن کر فرمایا لکھ دو خواب اول کی تعبیر میں ہے تم لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ حافظ لیاقت علی کو بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ مگر وہ ملازمت پٹوار گیری میں مُبتلا ہیں یہ وجہ کمی کی ہو۔ دوسری خوابوں کی بھی تعبیر یہ ہے کہ پاؤں کا دبانا تم لوگوں کے واسطے اچھا ہے۔ تیسرے خواب کی نسبت فرمایا چونکہ ایامِ ملازمت میں بہت سے مُسلمانوں کو ان سے نفع پہنچا ہے اس خواب میں اس کی طرف اشارہ ہے اور اسی نفع رسانی کی وجہ سے وہ بہت بلاؤں سے بچ رہے ہیں۔ یہ بھی فرمایا تھا کہ خوابوں میں کچھ خیال کا بھی ملاؤ ہے۔ حافظ لیاقت[3] علی صاحب کی خدمت میں بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط بھی حضرت اعلیٰ کو سنا دیا۔ فقط والسّلام۔

(از گنگوہ سہ شنبہ ۲۸ شوال ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۹ء)

یہ دوسرا پرچہ مولوی سراج الحق صاحب کے پاس جامع مسجد میں اُنھیں پہنچادیں۔ فقط

دیوبند مدرسہ عربیہ۔ بملاحظہ مکرم مولوی محمد یٰسین صاحب مدرس فارسی سلمہم اللہ تعالےٰ

حبیب الرحمٰن عفی عنہ از گنگوہ شب شنبہ

مکتوب نمبر ۲۰۹

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بمطالعہ مولوی محمد یاسین صاحب سلمہٗ

بعد سلام مسنون آنکہ خط آپ کا پہنچا۔ آپ کے حالات سے مسرور ہوا۔ حق تعالیٰ ترقی عطا فرماویں۔ قلب میں نورانیت کا معلوم ہونا یا سرور و حزن کا ہونا یا قہقہ و ضحک یہ سب حالات اچھے ہیں۔ قہقہہ کو روکنا نہ چاہیئے بلکہ اُس کو اس کے حال پر چھوڑنا چاہیئے۔ قلب میں انگارا سا ہونا بھی اچھا ہے۔ یہ انوار قلبی میں داہنی جانب لطیفہ روح ہے۔ یہ حرکت اس میں ہوتی ہے جس وقت خیالات و دنیوی ذکر کے وقت آویں۔ اُس وقت ذکر کو از سرِ نو شروع کرنا چاہیئے۔ اگر اس سے بھی دفع نہ ہوں تو پھر اُٹھ کر وضو کر لیا کریں اور دفعہ (دفع) خیالات کے

---

[1] مولانا حبیب الرحمٰن دیوبندی۔ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم بھی رہے۔

[2] مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرّہٗ

[3] حافظ لیاقت علی صاحب مولوی محمد یاسین صاحب کے حقیقی چچازاد بھائی تھے۔

زا ہے۔ تصورِ شیخ میں بھی کچھ حرج نہیں۔ تعبیر خواب کی یہی ہے کہ آدمی کو راسخ العزیمت رہنا چاہیئے۔ والسلام
از گنگوہ ۱۰ ر جمادی الثانی سہ شنبہ ۱۳۱۶ھ ۱۸۹۹ء دیوبند
بمطالعہ مولوی محمد یٰسین صاحب مدرس فارسی سلمہٗ
مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ

مکتوب نمبر ۲۱۰

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ، بعد سلام مسنون آنکہ

بندہ بحمدہ تعالےٰ معہ متعلقین بخیریت ہے مژدۂ عافیت آپ کا باعث طمانیت ہوا ئیں ہرگز آپ سے ناخوش نہیں ہوں اور نہ وہ کوئی امر ناخوشی تھا۔ معہذا آپ کی معذرت سے معاف ہو گیا تھا۔ اب اس کا ذکر کرنا فضول ہے۔ تنجینا[1] کی اجازت پانچ سو مرتبہ کی شاہ عبد الغنی[2] صاحب سے ہے اور نقش آسیب مرسل ہے۔ ملاقاتِ خضر کا عمل مجھے معلوم نہیں ہے۔

از بندہ محمد یحییٰ[3] عفی عنہ۔

بعد سلام مسنون مَیں نے حسب ارشاد عریضہ سُنا دیا تھا جو کچھ جواب ارشاد ہُوا ارسال ہے۔ فقط والسلام
۹ رمحرم ۱۳۱۸ھ ۱۹۰۰ء

مکتوب نمبر ۲۱۱

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہٗ بعد سلام مسنون آنکہ

بندہ بخیریت ہے مژدۂ عافیت آپ کا باعثِ اطمینان ہُوا۔ مَیں آپ کے جملہ مقاصد کے لئے دست بدعا ہوں۔ اللہ تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے قبول فرماوے۔ آپ کے والد صاحب کے لئے بھی مَیں یہ دُعا کرتا ہوں کہ جس جگہ اُن کے حق میں بہتری ہو وہاں اُن کی صورت ہو جاوے۔ میرے خیال میں دیوبند سے ریاست میں تنخواہ زائد ہوگی۔ فقط والسلام[4]

از بندہ محمد یحییٰ عفی عنہ

بعد سلام مسنون گزارش آنکہ گرامی نامہ میں کوئی امر جواب طلب نہ تھا نہ جناب کی طرف سے تقاضائے جواب

---

[1] درود تنجینا   [2] حضرت شاہ عبد الغنی مجددی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

[3] مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی والد مولانا محمد زکریا کاندھلوی شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

[4] یہ خط کسی دوسرے صاحب کے نام ہے مگر مولوی محمد یٰسین صاحب کے خط ہی میں شامل ہے۔

طلب تھا صرف بغرض اطمینان جواب ارسال ہے۔ مولوی محمد یٰسین صاحب بعد سلام مسنون مضمون مندرجہ پشت ملاحظہ فرمائیں۔

مکتوب ۲۱۲

اللہ

مکرمی مولوی محمد یٰسین صاحب سلمکم اللہ تعالےٰ

از احقر حبیب الرحمٰن۔ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط عرصہ ہوا آیا تھا۔ اسی روز حضرت دامت برکاتہم کو سنا دیا تھا اس وقت سن کر یہ فرمایا تھا کہ بعد میں جواب لکھوا دیا جاوے گا۔ بعد میں ایک دو دفعہ خط کو لے گیا مگر موقع نہ ملا۔ آج حاجی ابو محمد صاحب کے ہاتھ دُوسرا خط پہنچا۔ آج حضرت اعلیٰ[۱] سے عرض کیا۔ فرمایا جواب لکھو۔ چنانچہ حضرت کی طرف سے حسب الارشاد لکھتا ہوں :۔

"مجھے آپ کے واسطے کلمۃ الخیر کہنے سے کچھ بھی عُذر نہیں مگر یہاں بیٹھے ہوئے کچھ وعدہ کروں تو ایفاء مشکل ہوگا۔ مگر رائے میری یہی ہے کہ آپ اپنے اسی موجودہ کام کو ایسے حسن اسلوب سے کرتے رہیں جس سے اہلِ مشورہ کو آپ کی سفارش اور قدردانی کا موقع ملے۔ دُعا بھی میں آپ کے واسطے کرتا ہوں۔ آپ مجھے دُعا سے نہ بھُولیں ظہرالغیب طرفین کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ بخدمت حافظ لیاقت علی صاحب سلام مسنون۔ فقط

مکتوب ۲۱۳

از بندہ محمد یحییٰ عفی عنہ۔ بگرامی خدمت مولوی محمد یٰسین صاحب زادمجدہم

بعد سلام مسنون گزارش آنکہ عرصہ ہوا گرامی نامہ سامی مشعر استشارہ وسعی ترقی بمدرسی عربی[۲] باعثِ اعزاز ہوا تھا۔ چنانچہ حضرت کی خدمت میں بہ الفاظ گزارش بھی کہہ دیا تھا مگر پھر یہ نہ معلوم ہوا کہ جواب فرمودہ حضرت مدظلہم العالی آپ تک پہنچا یا نہیں ؟ حضرت نے فرمایا تھا کہ رائے تو ٹھیک ہے مگر مہتمم سے ملے بغیر کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اب آپ وہاں اپنے طور پر اس کو منظور کرا لیں تو بہتر ہے۔ اگر وہاں پاس ہوگیا تو حضرت کی طرف سے منظوری سمجھیں۔

فقط والسلام

---

[۱] حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ

[۲] یہ بات والد صاحب کے شروع تذکرہ میں آچکی ہے کہ دارالعلوم کے نصاب درس مکمل کرنے کے فوراً بعد اتفاق سے ایک مدرس فارسی کی جگہ خالی تھی۔ گھر کی اشد ضرورت کے پیشِ نظر اس وقت اسی کو قبول کر لیا تھا مگر علوم عربیہ اکابر علماء سے پڑھے تھے اس کا افسوس تھا کہ عربی درس کی خدمت کم ملی۔ اس بناء پر عربی مدرس کے لئے اس وقت کوشش فرمائی تھی۔ ۱۲

مکتوب نمبر ۲۱۴

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند۔

بندہ بخیریت ہے۔ آپ کے خطوط سے کیفیت دریافت ہوئی۔ میں جملہ مقاصد کے لئے دست بدعا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے قبول فرماوے۔ آمین احمد قاسم کا خط یہاں بھی آیا ہے۔ مولوی ابو القاسم صاحب کے متعلق عرصہ سے کوئی خبر نہیں ملی۔ محمد ہاشم اور احباب کی کامیابی و مدعابراری کے لئے میں دست بدعا ہوں۔ فقط والسلام

از بندہ محمد یحییٰ السلام علیکم مزاج شریف۔

والا نامہ حرفاً حرفاً سنا دیا تھا۔ فہرست کتب انعامیہ مرتب کرا کر بھجوا دیجئے۔ فقط والسلام

بمدرسہ عربیہ دیوبند ضلع سہارن پور

بمطالعہ مولوی محمد یٰسین صاحب مدرس فارسی سلمہٗ

مرسلہ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

۱۶ ذی قعدہ ۱۳۲۰ھ ۱۹۰۳ء

مکتوب نمبر ۲۱۵

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند۔

بندہ بخیریت ہے مژدۂ عافیت باعثِ اطمینان ہوا میں دعا گو ہوں تمہارے لئے اور جملہ احباب کے لئے دعائے خیر کرتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ پر اپنے سب کاموں میں نظر رکھا کرو وہی سب کا کفیل و کارساز ہے۔ فقط والسلام۔

از بندہ محمد یحییٰ بخدمت مولوی محمد یٰسین صاحب و منشی امداد الحق صاحب و دیگر احباب سلام مسنون۔

۲۷ ذی القعدہ ۱۳۲۰ھ ۱۹۰۳ء

مکتوب نمبر ۲۱۶

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام آنکہ۔ بندہ آپ کی تحریر موافق دعا کرتا ہے اور کوئی شئے میرے اختیار میں نہیں ہے۔ علم غیب اللہ تعالیٰ کو ہے۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کو کیا منظور ہے۔ البتہ دعا میرا کام ہے۔ سو میں دعا کرتا ہوں۔ یہ مضمون محمد ہاشم سے بھی کہہ دیں۔ فقط والسلام

مورخہ ۱۱ ربیع الاوّل روز شنبہ۔ مدرسہ عربیہ دیوبند۔ مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہ برسد

بندہ رشید احمد عفی عنہ ۱۱ ربیع الاوّل

مکتوب نمبر ۲۱۷

از بندہ رشید احمد عفی عنہ عنایت فرمائے!
بندہ مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا، حال دریافت ہُوا۔ منشی محمد قاسم خاںؒ کے دو خط بندہ کے پاس بھی پہنچے۔ بخدا کہ اُن کے واسطے دُعا کرتا ہوں اور ہرگز کا ہے بد دُعا اُن کے واسطے نہیں کی کہ وہ نفع رساں خلق ہیں اور جو امور متعلق حافظ انوار الحق سے ہیں ان میں بھی اُن کو یکسو جانتا ہوں۔ لہٰذا میری طرف سے کوئی وسوسہ دل میں نہ لائیں اور دُعا گو تصوّر کریں۔ اگر میری دُعا میں اثر ہے تو بفضلہٖ وہ بری ہو جاویں گے مگر غضب یہ ہے کہ اُن کے برادر منشی منظور احمد مدرسہ وغیرہ امور میں ایسے مفسدہ میں شریک ہیں کہ جس کا انجام دین و دُنیا میں اُن کے واسطے اچھا نہیں اور بہبودی منشی محمد قاسم کی عین بہبودی منظور احمد ہے۔ یہ امر حاجزان کی صفائی کا ہے تو قریب یقین کے ہے مگر اس میں وہ بے چارہ معذور ہے کہ اس کی قدرت سے خارج ہے۔ فقط سب لوگوں کو وظیفہ صبح و شام کا تلقین کر دیوں جو حدیث کے وظائف ہیں سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ صبح و بعد عصر اور کچھ درود شریف ظہر کے وقت اور استغفار سوتے وقت بس کافی ہے اور سب کو میری طرف سے سلام مسنون کہہ دیں۔

در مدرسہ عربیہ دیوبند۔ بمطالعہ مولوی محمد یٰسین صاحب مدرس فارسی سلمہٗ برسد
مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ از گنگوہ
۱۱ ذی الحجہ دوشنبہ

مکتوب نمبر ۲۱۸

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ مولوی محمد یٰسین صاحب السلام علیکم
خط آیا حال معلوم ہُوا تم حسبنا اللہ ونعم الوکیل کو بکثرت پڑھو اور حق تعالےٰ پر نظر رکھو اور مخالفت شرع سے بچو سب فضل ہو جاوے گا۔ ایک تعویذ ملفوف ہے اس کو اپنے ساتھ رکھنا۔ خواہ بازو پر خواہ گلے میں۔ فقط والسلام
در دیوبند۔ بمطالعہ مولوی محمد یٰسین
مرسلہ رشید احمد عفی عنہ

مکتوب نمبر ۲۱۹

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ!
آپ کا خط آیا۔ مرض زوجہ تمہاری سے ملال ہُوا۔ حق تعالےٰ صحت دیوے۔ بندہ خود بھی رنجور ہے، اس وقت

بھی تکلیف ہے اور دُور سے کیا نسخہ تجویز کروں معذور ہوں مگر تعویذ ملفوف ہے۔ گلے میں ڈال دینا اور سورۃ فاتحہ پانی یا عرق پر دَم کر کے پلاؤ جس قدر پڑھ سکو کوئی تعداد مقرر نہیں۔ فقط والسلام
ایک پلندہ ہے وہ مولوی عبدالجلیل بنگالی کو دے دینا۔ فقط سب کو سلام پہنچے۔
۶ر جمادی الاوّل

مکتوب ۲۲۰

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند
بندہ بخیریت ہے آپ کے خط سے کیفیت واضح ہوئی۔ مجھ سے آپ کی شکایت کسی نے نہیں کی اور اگر کسی نے آپ کو یہ خبر دی ہے تو غلط ہے اور اگر صرف آپ کا خیال ہے تو بھی درست نہیں اور میں آپ سے ناراض بھی نہیں ہوں۔ آپ اپنا کام دیانت و محنت سے کرتے رہیں اور عوام (عام) لوگوں کی رضامندی و عدم رضامندی کے اوپر مدار نہیں۔ البتہ کوئی کام جس سے مدرسہ والے ناراض ہوں یا وہ مدرسہ کے واسطے مضر نہ ہونا چاہیئے فقط والسلام اور احباب سے سلام مسنون کہہ دیویں۔

مورخہ ۸ر جمادی الثانیہ روز یکشنبہ۔ بمدرسہ عربیہ دیوبند
مولوی محمد یٰسین صاحب مدرس فارسی سلمہٗ
مورخہ ۸ر جمادی الثانیہ
مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ

مکتوب نمبر ۲۲۱

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ مولوی محمد یٰسین صاحب سلمہٗ
السلام علیکم خط آیا۔ جواب یہ ہے کہ پاس انفاس میں ہمارا طریقہ یہ ہے کہ اندر "اللہ" اور باہر آتے نفس میں "ہُو" ہووے۔ بعد وتر دو رکعت قیاماً ثواب کامل اور قعوداً نصف ثواب مثل دیگر رکعات کے ہے۔ مالا بُد[1] کا لکھنا معتبر نہیں۔ جو مسافر چودہ روز کی نیت سے قیام کرے صلوٰۃ واجب اور افطار بھی رمضان میں اس کو مباح ہے کہ ہنوز مسافر ہے اور رخصت کا اطلاق اس امر پہ برابر ہے۔ ایسے انزال سے قصداً ہو یا بلا قصد کفارہ نہ آوے گا۔ قصداً اس میں فساد صوم کا ہو گا۔ قضاء واجب ہووے گی۔ شرح ہدایہ[2] میں لکھا ہے۔
منظور احمد[3] یا باسط کو گیارہ سو بار پڑھا کریں۔ سب کو سلام مسنون کہہ دیویں۔ باقی خیریت ہے۔
مورخہ ۵ر رمضان پنجشنبہ

---

[1] مالا بدمنہ تصنیف قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ [2] فقہ کی مشہور کتاب [3] میرے چچا، والد صاحب کے چھوٹے بھائی۔ ۱۲

مکتوب نمبر ۲۲۲

از بندہ رشید احمد عفی عنہ ۔ بمطالعہ مولوی محمد یسین صاحب سلمہٗ

بعد سلام مسنون آنکہ خط آپ کا آیا حال معلوم ہوا کبھی کوئی شخص ایک حال پر نہیں رہتا۔ کبھی قبض کبھی بسط سب کو رہتا ہے۔ آپ اپنا کام کئے جاویں بندہ دعا کرتا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ پریشانی قلب بھی جاتی رہے گی۔ محمد ہاشم کو داخل سلسلہ کر لیا ہے۔ فقط والسلام

دیو بند

بمطالعہ مولوی محمد یسین صاحب مدرس فارسی مدرسہ عربیہ دیوبند

مرسلہ بندہ رشید احمد عفی عنہ

مکتوب نمبر ۲۲۳

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ ۔

بعد سلام مسنون آنکہ بندہ بخیریت ہے۔ آپ کے لئے بھی دست بدعا ہے۔ اللہ تعالےٰ جملہ امراض و آلام سے محفوظ رکھے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مجھے عملیات سے نہ مناسبت ہے نہ واقفیت البتہ دعا سے مجھے دریغ نہیں ہے۔ آپ کی تسلی کے لئے توبہ و استغفار اور کثرتِ صدقات و خیرات مفید ہے۔ فقط والسلام

از کاتب الحروف، سلام مسنون

مکتوب نمبر ۲۲۴

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

بعد سلام آنکہ بندہ بخیریت ہے۔ آپ کے لئے دست بدعا ہے۔ اللہ تعالےٰ صحت و عافیت بخشے۔ آپ کی اہلیہ کی حالت سے سخت تکلیف ہوئی حق تعالےٰ اُن کو صحت و عافیت بخشے۔ مجھے دعائے خیر سے دریغ نہیں ہے۔ بہر حال دست بدعا ہوں اور تعویذ بھی ارسال ہیں ۔

فقط والسّلام

از بندہ محمد یحییٰ عفی عنہ سلام مسنون

عنایت فرمائے بندہ مولوی محمد یاسین صاحب سلمہٗ

مرسلہ : بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

پ

مکتوب نمبر ۲۲۵

از بندہ رشید احمد سلام مسنون آنکہ

جس کسی کو جو کچھ ملتا ہے مقدر سے ملتا ہے کہ کسی کی دُعا سے نہ التجا سے مگر تاہم یہ دُنیا عالم اسباب ہے ہر چیز کے لئے اسبابِ وجود وموانع بھی ہیں۔

ہم خُدا خواہی و ہم دُنیائے دوں
ایں خیال است ومحال ست وجنوں

اوّل تو میں اس قابل نہیں ہوں اور اگر آپ کا ارادہ ایسا ہے تو اس کے لئے ظاہری سبب موافق اس کے جیسا پہلوں نے کیا ہے یہ ہے کہ آپ دو[1]، چار سال کے لئے یہاں آپڑیں اگر مقدر میں ہو گا تو مل رہے گا اور تعلقاتِ دنیوی میں سلوک البتہ دشوار بلکہ ناممکن ہے۔ والسلام
اور میرے واقفوں کو سلام مسنون کہہ دیجئے گا۔

مکتوب نمبر ۲۲۶

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص نکاح ثانی کو باوجود علم اس امر کے کہ یہ قرآن شریف سے ثابت اور حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سُنت ہے عیب اور بے عزتی سمجھتا ہے اور اس کے کرنے والے کو بے غیرت اور کمینہ کہتا ہو یا یوں کہتا ہو کہ ہم اس کو حق جانتے ہیں اور حضرت کی سنت سمجھتے ہیں مگر چونکہ ہماری قوم میں اس کا رواج نہیں اس واسطے ہم اس کو عار اور ننگ جانتے ہیں اور اس کے مرتکب کو حسب رواج اپنی قوم کے نام رکھتے ہیں اور کم ذات کہتے ہیں۔ اب ان دونوں صورتوں میں مطابق شرع شریف کے ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ اس شخص کے ساتھ معاملہ، رشتہ ناتہ کا کرنا یا شادی غمی میں اس کے شامل ہونا یا اس کے جنازہ میں جنازہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟ بینو وتوجروا

الجواب

حکم حق تعالے کو پاک کے طریقہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو عیب یا موجب بے عزتی کا جانے یا

---

[1] والد صاحب چونکہ صاحب عیال تھے جن کا گزارہ والد صاحب کی تنخواہ پر تھا اس کو چھوڑ کر چند سال گزارنا اختیار میں نہ تھا اس لئے یہ نہ ہو سکا اور عمر بھر اس پر افسوس کا اظہار فرماتے رہے۔ ۱۲

اس کے کرنے والے کو بے غیرت کہے وہ ملعون کافر ہے اور مخالف حق تعالے کا اور جہنمی ہے اور مرتد ہے اور باوجود اعتراف اس امر کے کہ یہ حکم حق تعالے کا اور سنت ہے اور پھر بھی اس کو اپنے رواج کے سبب ننگ و عار کا سبب جانتا ہے۔ یہ زیادہ تر موجب اس کے کفر اور مخالفتِ حق تعالے کا ہے وہ شقی ملعون اپنے رواج کفر کو خدا تعالے کے حکم سے اچھا جانتا ہے۔

پس ایسے شخص سے ترکِ ملاقات و معاملات کرنا عین حق ہے اور اس سے رشتہ و تعلق رکھنا ہرگز جائز نہیں بلکہ اس سے علیحدہ ہو جاوے اور اس کو مبغوض ترین حق تعالے کا جان کر اُس کا دُشمن ہو جاوے اور اُس کے جنازہ کی نماز ہرگز نہ پڑھے کہ وہ کافر ہے۔ کذا فی کتب الحدیث والفقہ والعقائد۔

واللہ تعالے اعلم

کتبہٗ

احقر رشید احمد گنگوھی

حضرت گنگوھی رحمۃ اللہ علیہ کے جو مکاتیب میرے پاس محفوظ تھے وہ تمام ہوئے۔

اِرشاداتِ مُجددِ الفِ ثانی

اِنتخابِ مکتوباتِ امامِ ربّانی شیخ احمد سرہندی قدس اللہ سرہٗ

انتخاب و عُنوانات:

جناب مولانا محمود اشرف عُثمانی دامت برکاتہم

اِدارۂ اِسلامیات
انارکلی، لاہور۲، پاکستان
فون ۷۳۲۲۷۸۵ ۷۲۴۳۹۹۱ ۷۳۵۳۲۵۵